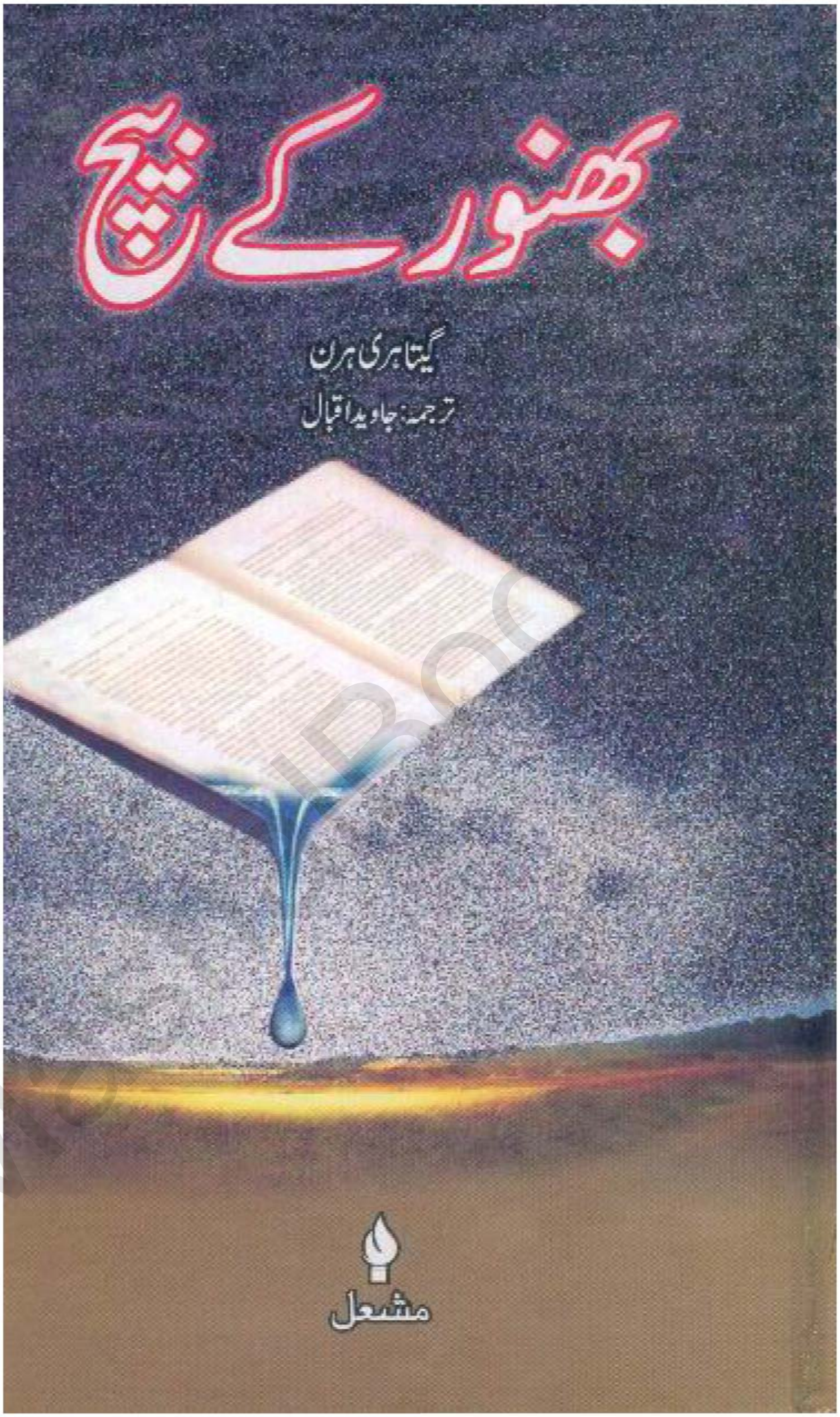
بھنور کے بیچ
گیتا ہری ہرن
ترجمہ: جاوید اقبال
مشعل

بھنور کے بیچ

گیتا ہری ہرن

ترجمہ: جاوید اقبال

مشعل بکس

آر۔بی۔5، سیکنڈ فلور

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان

MashalBooks.org

بھنور کے بیچ

گیتا ہری ہرن

ترجمہ: جاوید اقبال

کاپی رائٹ اردو (c) 2004 مشعل بکس
کاپی رائٹ (c) پینگوئن بکس انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ

ناشر : مشعل بکس
آر۔بی۔5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان
فون و فیکس 042-35866859
E-mail: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.org

MashalBooks.org

پیش لفظ

اردو ایڈیشن کے لیے

’بھنور کے بیچ‘‘ ہمارے جانے پہچانے ایک شخص کی عام فہم سی کہانی ہے۔ پروفیسر شیو مورتی ......ایک محتاط‘ نفیس‘ آزاد خیال اور غیر سیاسی شخصیت ......ایک انتہا پسند ہندو گروپ کے ہاتھوں مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اتہاس سر کھشا منچ نامی اس انتہا پسند گروپ کا دعویٰ ہے کہ کارسپانڈنس سٹوڈنٹس کے لیے سینکڑوں سال پرانے سماج سدھارک شاعر باسو پر پروفیسر شیو کے ایک مضمون سے ان کے ’’جذبات‘‘ مجروح ہوئے ہیں۔ تنازع بڑھنے کے ساتھ ساتھ زندگی میں پہلی بار شیو کو کئی چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے اسے سچائی کی پیروی‘ آگہی اور اظہار کی آزادی جیسے تصورات کو......جنہیں وہ عمومی اور تسلیم شدہ سمجھتا رہا ہے..........واقعی اپنانا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی اسے ایک ذاتی چیلنج کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے جو ایک لڑکی کی وجہ سے اسے پیش آیا ہے۔ یہ لڑکی اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ اچانک اس کی زندگی میں آدھمکی ہے اور اس کی زندگی کو تہ و بالا کر ڈالتی ہے۔

ذاتی اور سیاسی چیلنج کا یہی امتزاج‘ شیو مورتی کی اپنے پتا سے متعلق یادوں اور سماجی کارکن شاعر باسو کی ’’تاریخی یادوں‘‘ میں دوبارہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے پتا آزادی کے سپاہی تھے اور عہد وسطیٰ کا شاعر باسو شیو کا سچا بھگت تھا۔ وہ ذات پات صنفی تفریق اور مذہبی رسم و رواج کے بارے میں اپنے سماج کے عمومی اداروں کو چیلنج کرتا تھا۔ گو وقت اور اس سے پیدا شدہ تغیرات نے اس کی اور ہماری دنیا کو الگ الگ کر ڈالا ہے تاہم باسو کا تنقیدی نقطہ نظر اور اس کی مزاحمت مختلف طرح کی بنیاد پرستیوں میں گھری ہوئی ہماری موجودہ سیاسی زندگی

کے ساتھ آج بھی اسی طرح جڑی ہوئی نظر آتی ہے جیسے اس وقت تھی۔

مذہبی شدت پسندوں میں گھرے اپنے دور کے اس خاص پہلو کو اس ناول کا موضوع بنایا گیا ہے جس میں سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے تاریخ کی من پسند تاویل اور تحریف کی جا رہی ہے۔ مجھے نہ صرف ان لوگوں کی پریشانیوں اور دکھوں کو حرف بحرف بیان کرنا تھا جو اس طرح کی محصور زندگی گزارتے ہیں بلکہ وہ ذاتی نقصانات، عمومی خوف و ہراس اور تمام معمولی لیکن حقیقی پس منظر بھی مدنظر رکھنا تھے جن کی بدولت ایک عام آدمی، ایک طرح کا ''ہیرو'' بننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ اٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے: ''میں ایمرجنسی کے خلاف ہوں۔'' یا ''بابری مسجد ہر ہندوستانی باشندے کے ورثے کا ایک جزو ہے۔ یا '' گجرات میں جو کچھ ہوا دوبارہ کبھی نہیں ہونا چاہیے۔''

ناول میں ہونے والی ''جنگ'' ان پرفریب اور عیارانہ طریقوں سے نمٹنے کے لیے ہے جن سے تنگ نظری جنم لے رہی ہے۔ اسی وجہ سے میں نے ناول میں یونیورسٹی کا ماحول اپنایا ہے۔ آگہی اور جان کاری کے عمل سے مراد دیواریں گرانا اور طالب علم کی دنیا کو وسعت دینا ہوتا ہے۔ غیر استدلالی پن کی حوصلہ افزائی یا تعصّبات کو تقویت دینا یا اپنے آپ سے مختلف کسی چیز یا شخصیت کے خلاف نفرت کے ذریعے اسے محدود کرنا ہرگز مقصود نہیں ہوتا۔ اور سب سے اہم اس کا مقصد بحث و مباحثے اور اختلاف رائے کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ اگر آپ کسی اور (وہ بھی ناکافی علم کے حامل) شخص کے تیار کردہ جوابات نگلے جا رہے ہیں تو ایسی صورت میں آپ سوچنا کیسے سیکھیں گے؟

قصہ مختصر، ناول میں پیش کردہ سوچ اس نظریے کی عکاس ہے کہ ہندوستانی قوم کی مختلف زبانوں، آوازوں اور برادریوں کا انوکھا تجربہ ہی دراصل ہندوستان کی سب سے بڑی مضبوطی ہے۔ اس تجربے کی کامیابی بلکہ اس کے وجود کو سب سے بڑا خطرہ مختلف کیمپوں کے بنیاد پرستوں کی طرف سے لاحق ہے۔ یوں تو مقتدر بنیاد پرست حلقے سودیشی پن کا ڈھول ہر وقت پیٹتے رہتے ہیں مگر حیرت اس بات پر ہے کہ وہ اس حقیقی اور اپنے آپ میں یکتا ہندوستانی تجربے کو سرے سے مسترد کر دیتے ہیں۔ اس کے بجائے وہ ایک نسلی اور خونی رشتوں پر مبنی ''قوم سازی'' کے یورپی تصور کے خبط میں مبتلا ہیں۔

ہم جس دیس کے باسی ہیں، اس نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہمارا تنوع اور ہمہ رنگی ہماری

MashalBooks.org

ضرورت ہے۔ اور ہمیں یک رنگی کے لیے اسے کوئی مصنوعی شکل نہیں دینی چاہئے۔ سمجھ داری کا تقاضا یہ ہے کہ اس رنگا رنگی اور تنوع کو برقرار رکھا جائے اور اگر یہ کوئی پسندیدہ عمل بھی ہے تب بھی ساری دنیا کو ایک قبیلہ' ایک نسل اور ایک قومیت نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ اتنا ہی ناممکن ہے جتنا دنیا میں صرف مردوں یا صرف عورتوں کا وجود ممکن ہے۔ اس بھنور سے باہر نکلنے کا راستہ' حقیقی راستہ محض ضبط وتحمل اور رواداری سے آگے بڑھ کر' دوسروں کے بارے میں بہتر جان کاری ہے تا کہ ہم واقعتاً اپنے اختلاف پر فخر کر سکیں۔

ناول اگر چہ ہندوستان کے خصوصی پس منظر میں لکھا گیا ہے مگر افسوس اس طرح کی صورت حال دنیا کے بہت سے حصوں میں پائی جاتی ہے۔ فرق صرف ڈرانے دھمکانے اور ہتھیار ڈال دینے کے انداز اور توجیہہ کا ہے۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کے سینکڑوں رنگ اور کئی زبانیں ہیں۔ بنیاد پرست' چاہے ہندو ہوں یا مسلمان یا عیسائی ......تاریخ سے پوری طرح باخبر نہیں ہوتے۔ اسی لیے وہ بحث ومباحثے میں سنسر شپ' طاقت اور تشدد کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن توازن کے لیے ہر ثقافت میں باسو جیسے توانا کردار بھی موجود ہوتے ہیں۔ امید کی ان علامتوں' ذات پات' طبقات' نسل اور صنف کی بنیاد پر عدم مساوات کے خلاف اٹھنے والی ان تحریکوں میں ایک ہی تصور کارفرما ہے۔ مساوات کی حامی تمام تحریکیں لوگوں کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کریں نہ کہ انہیں اپنی زندگیوں سے نکال باہر کریں۔

گیتا ہری ہرن

نئی دہلی 2004ء

MashalBooks.org

دیکھو انہیں
پانی کے ایک بلبلے کو محفوظ رکھنے کیلیۓ
وہ ایک آہنی فریم بنانے میں لگے ہوئے ہیں

باسوٗ واچن162

شہر پر دشمن کا قبضہ ہو جائے
لیکن اس کا ایک شہری بچ نکلے
تو وہ جلا وطنی کی راہوں میں
شہر کو' اپنے اندر لئے پھرتا رہے گا
تب' شہر خود وہی تو ہوگا

محاصرہ زدہ شہر سے ایک رپورٹ: زیگ نیو ہربرٹ

اگر آپ کالے ناگ کی پٹاری میں
ہاتھ ڈالیں گے
تو کیا وہ
آپ کو ڈسے بغیر چھوڑ دے گا؟

واچن212

MashalBooks.org

1

نئی دہلی، 31 اگست 2000ء

جنوبی گیٹ، شیو کی کار آہستگی سے سکیورٹی بوتھ سے گزرتی ہے، پھر یکے بعد دیگرے کئی نامعلوم ہمپ ٹائر تلے آتے ہیں۔ ایک خستہ حال فیٹ پاس سے گزر رہی ہے۔ سامنے سے کھڑکھڑاتی اور شور مچاتی ایک بس اس طرف آتی دکھائی دیتی ہے، اس کے پیچھے کوئی سائیکل ہے۔ باقی سڑک پر، تاحد نظر، لوگ آ جا رہے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں یا...... وہ اپنی تصحیح کرتا ہے......نوجوان مرد اور عورتیں۔ ان میں سے درجنوں فٹ پاتھ پر بیٹھے اردگرد کے ماحول کا بے تکلفانہ جائزہ لے رہے ہیں، بعض بس سٹاپ پر کھڑے کھلی آنکھوں خواب دیکھ رہے ہیں، کچھ سڑک کے پاس موجود کھوکھے کے گرد کھڑے چائے اور سگریٹ پینے میں مصروف ہیں، یہاں وہ محض ایک نوارد مہمان ہے لیکن لوگ اسے جہاں دیدہ تماش بینوں کی طرح یوں دیکھ رہے ہیں جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو، استاد یا پروفیسر کی طرح کی کوئی شے، شہر کے آثار قدیمہ کا جانا پہچانا نمونہ۔

یونیورسٹی گیٹ، بل کھاتی ہوئی سڑک، جوان چہرے، سڈول بدن، یہاں شہر اپنے ہر دعوے سے دست بردار ہو گیا ہے۔ دہلی، کبھی سیر نہ ہونے والا بھوکا کیڑا، جو ہر سمت پھیلتا ہی چلا گیا ہے، یہاں پسپائی مان چکا ہے۔ یہاں بھی سڑک کے دونوں جانب درخت اور جھاڑیاں، جاتی گرمی کے سورج کی تمازت کے ہاتھوں جھلسی ہوئی نظر آتی ہیں تاہم یونیورسٹی کے ماحول کی سرسبزی، شادابی اور رنگارنگی اس کے تاروپود کا فطری حصہ بن گئی ہے۔ سرسبز انگلیوں نے

ساری عمارتوں کو بھینچ رکھا ہے۔ اینٹیں آئیوری اور دوسری بیلوں سے ڈھکی ہوئی ہیں اور خودرو جھاڑیوں نے ان پر پردہ تان رکھا ہے۔

شیو کو دکھائی تو نہیں دیتا مگر اسے لگتا یہی ہے کہ یہ عمارتیں پرندوں کے گھونسلوں، مکڑی کے جالوں اور شہد کی مکھیوں کے چھتوں سے بھری ہوئی ہیں۔

وہ حیرت اور جوش کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہے، کسی مہم جو لڑکے کی طرح یا شاید ڈوبتے ہوئے جہاز کے کسی مسافر کی طرح، جو نوجوانوں کے جزیرے میں آن پھنسا ہے، خشکی میں گھرے دہلی میں واقع جزیرہ جو نرم اور گیلی مٹی کی طرح کوئی بھی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ یہاں بچپن کے آخری بہترین سال گزارے جاتے ہیں، ریلوے سٹیشن سے براہ راست یہاں آیا جا سکتا ہے۔ بس 615 سیدھی آپ کو واپس ریلوے سٹیشن لے جا سکتی ہے، دہلی کو بس کی کھڑکی سے دیکھنا ہی کافی ہے، شاہانہ اور کشادہ راستے، غلاظت زدہ اور تنگ و تاریک دکانیں، بلند و بالا بے ہنگم عمارتیں اور ان کی بے بضاعتی، دوران خواب جیسے تیزی سے گزرتے لاتعداد عکس۔

اسے دو لڑکیاں ......نہیں، ایک عورت اور ایک لڑکی ...... ہاتھ کے اشارے سے روکتی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ ہوسٹل، جہاں اسے پہنچنا ہے، زیادہ دور نہیں تاہم وہ گاڑی کو آہستہ کرتا ہے اور پھر روک لیتا ہے۔

لڑکی تیزی سے اس کی کھڑکی کی جانب بڑھتی ہے۔ اس کے لمبے بال اور شفاف آسمانی دوپٹہ پیچھے کو لہراتے نظر آتے ہیں۔

''آپ کیمپس کی طرف جا رہے ہیں؟'' وہ پوچھتی ہے۔ سانس پھولنے کی وجہ سے اس کی آواز میں کپکپاہٹ سی ہے۔ لمحے بھر کو وہ یہ جانچنے کی کوشش کرتا ہے کہ کیمپس جانے کیلئے اسے کتنی دور جانا ہوگا اور کس پہاڑی کو عبور کرنا ہوگا، پھر وہ معذرت میں اپنا سر ہلا دیتا ہے۔ وہ لڑکی برا سا منہ بنا کر دوسری عورت کی جانب مڑ کر دیکھتی ہے، جو پہلے ہی کسی اور کار کی متوقع آمد کیلئے ادھر ادھر نظر دوڑا رہی ہے۔

''میں ایک ہوسٹل ڈھونڈ رہا ہوں'' وہ لڑکی کو بتاتا ہے، وہ پھر اس کی طرف مڑتی ہے۔

''جمنا لیڈیز ہوسٹل، میرا مطلب ہے خواتین کا ہوسٹل، آپ بتائیں گی، کہاں ہے وہ؟''

وہ لڑکی درختوں کے پیچھے ایک عمارت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اپنی ساتھی کی طرف

MashalBooks.org

واپس چل دیتی ہے۔

ہوسٹل کی عمارت اسی سڑک کے آخر میں بائیں جانب واقع ہے۔ اوپر بالکونیاں ہیں جن میں دھلے ہوئے کپڑے سوکھنے کیلئے لٹکائے گئے ہیں۔ وہ درخت کے سائے میں گاڑی کھڑی کرتا ہے اور آہستہ آہستہ کھلے ہوئے گیٹ کی جانب چلنے لگتا ہے' کچھ دیر باہر انتظار کرتا ہے' اسی اثنا میں نیلی جینز میں ملبوس کوئی لڑکی اندر جاتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کی پشت بوتل کی طرح سیدھی ہے۔

''سنئے'' وہ اسے مخاطب کرتا ہے' وہ مڑتی ہے۔ اس کا چہرہ کسی پرانی ہندی فلم والا چہرہ ہے۔

''سنیئے'' وہ اس الٹے سیدھے لباس میں ملبوس جل پری کو پھر مخاطب کرتا ہے۔ ''ذرا مینا کو...... میرا مطلب ہے آرمینا کو بتا دیجئے کہ باہر گیٹ پر اس کا گارڈین اس کا انتظار کر رہا ہے۔''

وہ بے تاثر' پتھریلا چہرہ لئے' ایک انجان سی حیرت کے ساتھ' اسے گھورتی ہے۔

''وہ اپنی ٹانگ توڑ بیٹھی ہے'' یہ لفظ بے اختیار لڑکی کے ہونٹوں پر آ جاتے ہیں۔

''مجھے پتہ ہے' اسی لئے میں یہاں آیا ہوں' مجھے اسے اپنے ساتھ گھر لے جانا ہے۔''

لڑکی اثبات میں سر ہلاتی ہے' اس کے چہرے سے دھندلاتی حیرت صاف ہو جاتی ہے اور وہ عمارت میں جا کر' نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔

شیو' وہیں کھڑا' ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے...... وہ خود بھی ایک یونیورسٹی میں رہتا ہے لیکن وہ عجیب سی دنیا ہے' زندگی کی ہمہ ہمی ہے' نہ طلبہ کا شور اور ہنگامہ آرائی' وہ جہاں پڑھاتا ہے وہاں صرف استاد دکھائی دیتا ہے اور طالبعلم' نام' پتوں اور صرف علامتوں کی حد تک ہی پائے جاتے ہیں' اس کا نام بھی عجیب سا ہے...... اوپن یونیورسٹی' جیسے اس کے گیٹ ہمیشہ کھلے رہتے ہوں اور اس میں پڑھنے والے دور کہیں آوارہ گردی کرنے چلے گئے ہوں' وہ اپنے آفس میں' بند دروازے کے پیچھے' بیٹھا ہوتا ہے' باہر دروازے پر نیم پلیٹ ہے' جس پر دو زبانوں میں لکھا ہے' پروفیسر شیوا مورتھی...... انگلش میں اور شیو مورتی...... ہندی میں۔

وہ باون سال کا ہے اور بالآخر تاریخ کا پروفیسر ہو ہی گیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ صورت حال اس کے پتا کے ان خوابوں سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتی جو وہ جاگتی آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔ وہ طلبہ کو پڑھانے کے بجائے' بقول شعبے کے سربراہ کے' تعلیم کی خواہاں

MashalBooks.org

اسامیوں کیلئے ضروری ذرائع کے حصول میں رابطے کا کام کرتا ہے......شیو بے چینی کے عالم میں پہلو بدلتا ہے' اسے لگتا ہے جیسے کوئی اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

وہ اردگرد کا جائزہ لیتا ہے تو اسے سڑک کے پار' درخت کے نیچے ایک چھوٹا سا کھوکھا دکھائی دیتا ہے۔ یہاں اخبارات' سگریٹ اور کھانے پینے کے رنگ برنگے ڈبے بکتے ہیں۔ ان میں سے کچھ کھوکھے کے سامنے لٹکے ہوئے بھی ہیں۔ نوجوان دکاندار باہر کھڑا کسی من پسند اور ہیجان انگیز صورتحال کی خواہش میں' اسے گھورے جا رہا ہے۔ شاید اسے یہ امید ہو کہ شیو اگلے چند لمحات میں کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کر گزرے گا جس سے اس کی اکتاہٹ دور نہ بھی ہوئی تو کم ضرور ہو جائے گی۔ شیو کو بے حس و حرکت پا کر' وہ بے دھیانی میں' اپنی رانوں کے درمیان کھجانے لگتا ہے' اب اس کی امید بھری نظروں میں سوچ بچار کی جھلک بھی آ گئی ہے۔

شیو ان گھورتی نظروں کے مقابلے میں اپنی ہار مان لیتا ہے اور ہوسٹل کے گیٹ کی جانب دیکھنے لگتا ہے۔ وہاں کوئی چوکیدار نہیں' شیو کے خیال میں وہاں لازماً چوکیدار ہونا چاہئے' لڑکیوں کے ہوسٹل جیسی مقدس جگہ کی حفاظت کیلئے۔

اسے اندر جاتی ہوئی کسی اور لڑکی سے رابطہ کر کے پوچھنا چاہئے کہ اس لڑکی نے آنے میں اتنی دیر کیوں لگا دی؟

یہ لڑکی دو تین سال پہلے' جب کملا نہرو یونیورسٹی میں آئی تھی تو اس کی ماں نے ایک خط کے ذریعے اس سے لڑکی کا مقامی گارڈین بننے کی درخواست کی تھی۔ وہ اس لفظ کی اہمیت اور مفہوم سے ناآشنا تھا' سو اس نے وہ خط فوراً اپنی بیوی ریکھا کو دے دیا۔ ریکھا نے' جس کی پھرتی اور چوکسی کی بدولت' اسے اپنے دفتر میں بہترین انتظامی صلاحیتوں کا حامل جانا جاتا ہے' فوراً ہی معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا' اسے کوئی زیادہ کام تو کرنا ہی نہیں تھا بس ایک اتوار کو اس نے لڑکی کو ہوسٹل سے لیا اور اپنے ساتھ سروجنی نگر لے گئی اور آنے والی سردی کیلئے اسے گرم اونی کپڑے دلا دیئے۔ پھر دوپہر کے کھانے پر' اسے گھر لے آئی۔

لڑکی نے اپنے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتایا......شیو کو تو یہ بھی یاد نہیں کہ اس نے لڑکی سے کوئی بات کی تھی۔ البتہ وہ لڑکی انہیں اور ان کے گردوپیش' ان کے چہروں' زبان سے ادا ہوتے لفظوں' ان کے فالتو مگر صاف شفاف لونگ روم اور ان کی مہمان نوازی کو مسلسل جانچنے

کی کوشش کرتی رہی۔ صرف ایک بات شیو کو اچھی طرح یاد رہ گئی اور وہ تھی اس کی خاموشی اور کھانے پر بھرپور توجہ۔

ریکھا نے اسے چند ایک بار بعد میں بھی بلایا اور غالباً وہ گھر آئی بھی' تاہم وہ اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اسے البتہ یہ یاد ہے کہ وہ لڑکی اپنی دیکھ بھال خود کر سکتی ہے۔ وہ اتوار کے روز بھی بمشکل ان کے گھر آ پاتی حالانکہ وہی ایک دن ایسا ہوتا تھا جب ریکھا دوپہر کے کھانے پر اپنی مہمان نوازی کے جوہر دکھا سکتی تھی اور رہا شیو...... تو وہ کل شام کی ٹیلیفون کال سے پہلے یہ بھی بھلائے بیٹھا تھا کہ وہ اس کا گارڈین ہے۔

''آپ مجھے نہیں جانتے'' ٹیلیفون پر ایک نامانوس آواز سنائی دی ''میں مینا کی سہیلی ہوں''

شیو کو یہ یاد کرنے میں کچھ وقت لگا کہ آخر مینا ہے کون۔ احمقانہ بے بسی میں' اس کے منہ سے صرف اتنا نکلا۔ ''معاف کیجئے' میری بیوی شہر میں نہیں ہے۔''

لڑکی ٹھٹک کر خاموش ہو گئی' اسی اثناء میں شیو نے خود کو سنبھال لیا ''کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟ مینا تو ٹھیک ہے؟'' لڑکی نے اطمینان کا سانس لیا اور کہنے لگی ''نہیں' وہ ٹھیک نہیں' وہ بس سے گر گئی ہے اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے وہ چاہتی ہے آپ آ کر اسے ہوسٹل سے لے جائیں...... جمنا گرلز ہوسٹل' کمرہ نمبر 15' یہاں اسے مشکل ہو رہی ہے' اچھی خاصی چوٹیں آئی ہیں' کب آ سکتے ہیں آپ؟''

''کل' کل سہ پہر کو' کتنے دن پلاسٹر چڑھا رہے گا؟''

''یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے ڈاکٹر نے کم از کم دو تین ہفتے کا تو کہا ہوگا' کل تک میں اس کی ساری چیزیں پیک کر دوں گی۔''

شیو کھلے گیٹ کے ذرا اور قریب ہو کر' اندر جھانکتا ہے۔ لڑکی کو اتنی دیر کیوں لگ رہی ہے؟ اس نے سوچا تھا کہ وہ لڑکی کو گھر لے جا کر نچلی منزل کے کمرے میں ٹھہرا دے گا اور واپس اپنے شعبے میں پہنچ جائے گا (ان کے باقاعدہ پیریڈ تو نہیں ہوتے تاہم دفتری اوقات میں ان کی وہاں موجودگی لازمی ہوتی ہے) اس کی غیر موجودگی میں لڑکی کو کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو گھر کے پچھلے حصے میں' سرونٹ کوارٹر میں کملا ہوگی۔ اگر لڑکی نے ابھی تک اپنی ماں کو

اطلاع نہیں دی تو وہ انہیں بھی رات کو ٹیلیفون کر دے گا' شاید اس کی ماں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہئیں' پھر بھی مروتاً ہی سہی' اسے کہنا تو ہو گا کہ لڑکی کی صحت یابی تک ماں بیٹی اس کے گھر میں ٹھہریں۔ کیا ریکھا کے بغیر...... دو دو مہمان اور ان میں سے ایک ٹوٹی ٹانگ کے ساتھ...... وہ سنبھال سکتا ہے......؟

شیو جھجکتے ہوئے ہوسٹل کے احاطے میں قدم رکھتا ہے۔ دل میں کہیں یہ خوف بھی ہے کہ اچانک کوئی اس کا راستہ نہ روک لے' تین لڑکیاں ایسے سامنے آتی دکھائی دیتی ہیں جیسے وہ کسی اشارے کی منتظر تھیں۔ ان میں سے ایک مینا ہے' بیسا کھیوں پر' وہ گرلز ہوسٹل کے ضابطے فراموش کر کے آگے بڑھتا ہے۔ جونہی وہ آگے بڑھتا ہے' تینوں لڑکیاں ٹھہر کر اسے دیکھنے لگتی ہیں...... تصویر وہیں منجمد ہو جاتی ہے۔

شیو یہ تصویر کبھی نہیں بھول سکتا۔ تین لڑکیاں' مینا کے دونوں جانب ایک ایک اجنبی چہرہ' ان کی بے جھپکتی آنکھوں کا تاثر' جن سے وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے جیسے اس کے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ کوئی ایسا واقعہ جسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ ان لڑکیوں کی آنکھوں میں موجود خاموش چیلنج' زندگی بھر اسے یاد رہے گا۔ تو یہ تم ہو وہ مرد' ایک ٹانگ والی لڑکیوں کا نجات دہندہ' اچھا تو جو تمہیں کرنا چاہئے وہ کرو' اپنا کردار نبھاؤ!

شیو کو ایک پرانا سا چھوٹا سوٹ کیس دکھائی دیتا ہے تو وہ ایک دفعہ پھر حرکت میں آتا ہے۔ اسے پتہ ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔ وہ سوٹ کیس اس لڑکی سے لے لیتا ہے جس نے اسے اٹھا رکھا ہے۔ حیران کن حد تک ہلکا پھلکا۔ وہ خود بھی سفر میں زیادہ بھاری ہونا پسند نہیں کرتا' اس کی بیوی اور بیٹی اس کے برعکس' چاہے کوئی بھی موقع ہو' بھاری بھرکم سامان اپنے ساتھ لے کر چلتی ہیں۔ لڑکیاں جلوس کے سے انداز میں' آہستہ آہستہ گاڑی تک آتی ہیں۔ شیو سوٹ کیس ہاتھ میں تھامے' ان کے آگے آگے ہے۔ وہ پچھلی نشست کا قریبی دروازہ کھول کر' ان کا انتظار کرتا ہے۔

''میں اندر کیسے جاؤں؟'' یہ ہیں مینا کے پہلے الفاظ' جو اس نے شیو سے کہے۔ اس لمحے اسے احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے تو ایک دوسرے سے سلام دعا تک نہیں کی اور نہ ہی مینا نے اس کے آنے کا شکریہ ادا کیا۔ شیو کا دل ڈوبنے لگتا ہے اتنا زیادہ شریف بننا ہی کیا کم تھا اوپر سے یہ پرسکوت کرختگی اور روکھا پن بھی بھگتنا پڑ رہا ہے۔

’’پہلے سیٹ کے کنارے پر بیٹھو اور پھر آہستگی سے اندر سرکتی جاؤ‘‘ ایک لڑکی اسے سمجھاتی ہے۔ لڑکی انتہائی سلجھی ہوئی اور معاملہ فہم لگتی ہے‘ ایسی لڑکی جو جانتی ہے کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔

مینا اس کے کہے پر عمل کرتی ہے۔ اس کے چہرے پر کرب کے اثرات ہیں۔ کھلا ہوا منہ‘ گھبراہٹ زدہ سانسیں‘ شیو آہستہ سے دروازہ بند کرتا ہے۔ پھر بھی وہ دیکھتا ہے کہ مینا برا سا منہ بناتی ہے۔ اس کی ماروتی کار ایک آدمی کیلئے خاصی چھوٹی ہے۔ یہ احساس اسے پہلی دفعہ ہوتا ہے۔ وہ یوں بیٹھی ہے جیسے اسے کسی الماری میں ٹھونس دیا گیا ہو۔ اس کے پاؤں کار کے دروازے کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

’’ٹھیک تو ہونا؟‘‘ وہ پوچھتا ہے۔ غیر متوقع طور پر‘ ایک شہد آگیں مسکراہٹ‘ لڑکی کے ہونٹوں پر ظاہر ہوتی ہے۔ ’’نہیں‘ بس اب چلیے‘‘ وہ جواب دیتی ہے۔

شیو بڑی محتاط ڈرائیونگ کر رہا ہے‘ کوئی سپیڈ بریکر یا گڑھا آتا ہے تو اسے لڑکی کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ کئی بار ’’سوری‘‘ اس کے منہ سے نکلتا ہے لیکن پھر وہ لفظ اسے مہمل سا لگتا ہے‘ کملا نہرو یونیورسٹی سے‘ جو ہریالی اور شادابی کا لہراتا جزیرہ ہے‘ کے جی یو کا کچا دھول بھرا راستہ خاصا ناہموار ہے۔ ایک گھنٹے بعد‘ جب گاڑی گھر کے ڈرائیو وے تک پہنچتی ہے تو وہ اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ لڑکی بھی خاصی پرسکون لگتی ہے۔ یہاں لڑکی کی وہ عمل پسند سہیلی تو ہے نہیں جو کوئی معقول مشورہ دیتی۔ اس لئے لڑکی کو کار میں سوار کرنے سے زیادہ‘ اسے کار سے اتارنا دشوار لگتا ہے‘ شیو لڑکی کا نم اور چپچپاتا ہاتھ تھامتا ہے اور وہ سیٹ کے کنارے کی طرف سرکتی ہے۔ کراہتی آواز کے ساتھ‘ بالآخر وہ گاڑی سے باہر نکل کر‘ ایک پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ اسے تھامے‘ اس کی بیساکھیوں کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑاتا ہے۔ لڑکی اس کی توقع سے زیادہ بھاری ہے۔ خود اس کے منہ سے کراہ نکلتی محسوس ہوتی ہے جیسے کراہ کی چھوت اسے بھی لگ گئی ہو۔

وہ گاڑی کے فرش پر پڑی بیساکھیوں کو اٹھانے کیلئے خاصا نیچے کو جھکتا ہے۔ بیساکھیاں زمانہ قدیم کی طبی باقیات لگتی ہیں‘ جنہیں شاید کبھی انسانوں نے استعمال کر کے پھینک دیا ہوگا۔ ایک بیساکھی کی مٹھ سرے سے ناپید ہے۔ اس پر پھٹے پرانے چیتھڑے‘ بے ہودہ انداز میں لپٹے ہوئے ہیں۔ دوسری بیساکھی پر البتہ اصلی کشن کہیں کہیں دکھائی دیتا ہے۔ اس کا سبزی مائل رنگ

MashalBooks.org

خاکستری ہو چلا ہے۔ ریکسین پر جا بجا چکنے داغ ہیں۔ نہ جانے کس کس کی بغلوں میں وہ پھنسی ہوں گی۔ دونوں بیساکھیوں کی لمبائی بھی ایک جیسی نہیں۔ ایک کا ربڑ فٹ ہی غائب ہے۔

شیو اور لڑکی' دونوں بڑے بھونڈے طریقے سے دروازے تک پہنچ پاتے ہیں۔ وہ جلدی سے دروازہ کھولتا ہے' اب لڑکی گھر کے اندر آ گئی ہے تو شیو کو ساری تیاریاں ناکافی لگنے لگتی ہیں۔ اس نے نچلی منزل کے چھوٹے کمرے میں اس کا بیڈ لگایا تھا۔ بیڈ کے کنارے موجود میز پر پانی کا جگ اور گلاس رکھنا بھی نہیں بھولا تھا لیکن اب وہی کمرہ' ان کا استقبال کرتے ہوئے بہت چھوٹا سا اور تاریک گڑھا لگ رہا ہے۔ بوتل کے اردگرد میز پر مٹی جمی ہے اور بیڈ کے قریب دیوار پر خونخوار اور تنومند مچھروں کا جوڑا یوں براجمان ہے جیسے کوئی استقبالیہ کمیٹی۔

لڑکی ان میں سے کسی بھی چیز کا نوٹس لیتی دکھائی نہیں دیتی' بیڈ پر لیٹنے میں' اس کی مدد کرتے ہوئے وہ اس کی کراہ سنتا ہے۔ وہ اپنی ٹانگیں پھیلاتی ہے اور آنکھیں موند لیتی ہے۔ شیو سوچتا ہی رہ گیا کہ اس پر چادر ڈالے یا کھانے پینے کی کوئی چیز اس کیلئے لائے' وہ کچھ دیر انتظار کرتا ہے مگر لڑکی کی آنکھیں بند ہیں۔ گرے ٹی شرٹ پر' جس کا رنگ اڑتا جا رہا ہے' دو چھوٹے سوراخ ہیں' اس کا شفاف گندمی چہرہ نوجوان مگر اکتاہٹ زدہ ہے۔ یہ متضاد کیفیت اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

کسی انجانے احساس کے ساتھ' شیو کمرے سے باہر نکلتا ہے اور ریکھا کی پیتل کی گھنٹی ڈھونڈنے لگتا ہے۔ یہ گھنٹی اس کی ماں اپنی طوالانی پوجا کے دوران استعمال کیا کرتی تھیں......شاید بہرے دیوتاؤں کو متوجہ کرنے کیلئے۔ اپنا اصلی فرض ادا کرنے میں ناکامی کے بعد' نئے رنگ و روپ اور چمک دمک کے ساتھ' اب وہ پوجا پاٹھ سے بے نیاز اس گھر کے لونگ روم کی زینت بنی ہوئی ہے۔ کبھی اس گھنٹی کا جادو نا کام ہوا ہو گا لیکن اب وہ آرٹ کا نمونہ ہے۔ شیو گھنٹی لئے کمرے میں واپس آتا ہے اور اسے میز پر' پانی کی بوتل کے ساتھ رکھ دیتا ہے۔ سال خوردہ بیساکھیاں اٹھا کر' وہ کمرے کے کونے میں کھڑی کر دیتا ہے اور ان کی جگہ بیڈ کے قریب' چھڑی رکھ دیتا ہے۔

وہ ایک بار پھر اس کی جانب دیکھتا ہے' چاہتا ہے کہ وہ آنکھیں کھولے اور کچھ کہے لیکن وہ اس کی موجودگی سے بے نیاز' گہری نیند کی آغوش میں جا چکی ہے' اچانک شیو کو یوں لگتا ہے۔ جیسے وہ اپنے ہی گھر میں بن بلایا مہمان ہے۔ وہ میز پر رکھے لیمپ کو آف کرتا ہے اور دروازہ ادھ کھلا چھوڑ کر' کمرے سے نکل جاتا ہے۔

2

پہلی ستمبر

شیو کی آنکھ کھلتی ہے تو اسے، سکوت میں بھی، کسی گڑبڑ کا احساس ہوتا ہے' اس نے الارم نہیں لگایا تھا لیکن ہمیشہ کی طرح ٹھیک چھ بجے' اس کی آنکھ کھل گئی۔

گھر میں خاموشی کا راج ہے لیکن وہ چڑھتے دن کے ساتھ آنے والے اندیشوں کی چاپ سن رہا ہے۔ لڑکی ابھی سو رہی ہوگی۔ کیا اس سے پوچھا جائے کہ وہ چائے پیتی ہے یا کافی؟ یا وہ ابھی تک دودھ ہی پیتی ہے؟ اس کی بیٹی بچپن میں دودھ سے انتہائی نفرت کرتی تھی' اس لئے وہ دودھ میں چاکلیٹ اور اسی قبیل کی دوسری چیزیں ملا کر...... جنہیں توانائی بخش کہا جاتا ہے...... اس کا رنگ اور ذائقہ بدلتے رہتے تھے۔ کیا اسے اس لڑکی سے پوچھنا چاہئے کہ وہ توانائی سے بھرپور کوئی ڈرنک لینا چاہے گی۔

وہ ابھی تک اسے ایک لڑکی ہی کہہ رہا ہے۔ ابھی اس کیلئے وہ ایسی شخصیت نہیں بنی' جس کا اپنا بھی کوئی نام ہو۔ شیو چائے میں چینی ملاتا ہے اور کپ اپنے منہ تک لے جانے لگتا ہے کہ اسے گھنٹی سنائی دیتی ہے۔ پھر لڑکی کی آواز آتی ہے۔ وہ اسے پروفیسر کہہ کر بلا رہی ہے۔ شاید لڑکی نے بھی اس کی سوچ پڑھ لی ہے کہ وہ اسے محض ایک لڑکی سمجھتا ہے۔

''پروفیسر!'' لڑکی کی بلند گھبراہٹ زدہ آواز دوبارہ سنائی دیتی ہے۔ وہ جلدی میں کپ نیچے رکھتا ہے۔ چائے چھلک کر' ریکھا کے آف وائٹ میز پوش پر گرتی ہے۔ وہ تیزی سے نچلی

MashalBooks.org

منزل کی طرف جاتا ہے۔

اسے دیکھ کر لڑکی کے چہرے پر ممنونیت کا کوئی جذبہ نہیں ابھرتا' البتہ بے صبراپن ضرور جھلکتا ہے جیسے پوچھ رہی ہو: کہاں تھے' تم نے میری آواز نہیں سنی؟

''کچھ چاہئے؟'' شیو اس سے پوچھتا ہے۔ لڑکی نے بستر کی چادر ایک طرف کر دی ہے اور سیدھی بیٹھی اپنی ٹانگ کو گھور رہی ہے۔ وہ تیز لہجے میں بولتی ہے۔ ''ہاں چاہئے'' پھر شکایتی لہجے میں کہتی ہے۔ ''مجھے باتھ روم جانا ہے۔''

وہ اسے بیڈ سے اترنے میں مدد دیتا ہے اور کرسی کے قریب رکھی' اپنے پتا کی پرانی چھڑی' اسے تھماتا ہے۔ وہ اپنے بازو اور شانے پر اس کا بوجھ سنبھالے آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ باتھ روم میں پہنچنے کے بعد' اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کرنا چاہئے لیکن وہ لڑکی یہ سب پہلے ہی سوچ چکی ہے۔ وہ چھڑی دیوار کے سہارے کھڑی کرتی ہے ساتھ ہی نیچے ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایک کراہ کے ساتھ بالآخر وہ بیٹھ جاتی ہے۔

''دروازہ بند کر دیجئے'' وہ کہتی ہے ''اور ہاں پلیز' باہر ہی میرا انتظار کیجئے۔''

وہ دروازہ بند کر دیتا ہے مگر ٹپ ٹپ کی آواز سنتا رہتا ہے' اسے عجیب سا لگتا ہے جیسے وہ کان لگا کر خواہ مخواہ کچھ سن رہا ہے۔ تاہم وہ دیوار کے ساتھ ہی کھڑا رہتا ہے۔

''میں آج نئی بیساکھیاں لے آؤں گا'' وہ کہتا ہے مگر وہ کوئی جواب نہیں دیتی یا ممکن ہے اس نے کوئی جواب دیا ہو اور اس کے الفاظ بہتے پانی کے شور میں گم ہو گئے ہوں۔

شیو سیڑھیاں چڑھ کر' سرونٹ کوارٹرز کی طرف جاتا ہے' ایک کمرہ جس میں کملا اپنے شوہر اور بچی کے ساتھ رہتی ہے' اسے کوارٹر کا نام دینا ہی شاہانہ ستم ظریفی ہے' شوہر بے چارہ سارا دن گھر سے باہر رہتا ہے۔ غالباً کسی دفتر میں چپڑاسی ہے' شیو اور ریکھا کو وہ کبھی کبھار ہی نظر آتا ہے۔ یہ گھرانا اس شرط پر یہاں رہتا ہے کہ کملا دن میں دو دفعہ گھر آیا کرے گی۔ ایک بار صفائی کرنے اور دوسری بار کھانا پکانے' وہ کم ظرف' اس زبانی معاہدے پر' اس بری طرح اڑی ہوئی ہے کہ اس سے ہل کر نہیں دیتی جبکہ شیو اور ریکھا کے خیال میں' جب اور جہاں اس کی ضرورت ہو' اسے آنا چاہئے' آخر انہیں رہائش کیلئے کوارٹر دے رکھا ہے۔

کملا کے کمرے میں موجود ریڈیو پر فلمی گانا بجتا رہتا ہے لیکن اس کا دروازہ کھٹکانے کے

باوجود بند رہتا ہے۔ وہ دانستہ ذرا زور سے ماں بیٹی' دونوں کو ہی پکارتا ہے ''کملا' ببلی!'' مگر جواب ندارد۔

اسے لگتا ہے جیسے مینا نے اسے آواز دی ہے۔ گھبراہٹ میں وہ دروازہ کھول دیتا ہے۔ دروازہ کھلتے ہی' اندر سورج کی کرنوں نے اجالا پھیلا دیا ہے۔ سامنے عام سا دیہاتی گھریلو منظر ہے۔ کملا کمرے کے ایک کونے میں' چولہے کے آگے زمین پر اکڑوں بیٹھی ہے۔ ببلی' سکول یونیفارم پہنے' سر پر خاصے مہنگے ربن لگائے' فرش پر بیٹھی لکھنے پڑھنے میں مشغول ہے۔ ٹیبل فین کی تھرتھراہٹ' کچن کا دھواں دھواں کونا اور اوپر سے موسیقی' متضاد کیفیات کا کیا بے ہودہ امتزاج ہے۔ شیو کو حس لطافت کے ساتھ ساتھ اپنی فوری ضرورت بھی یاد آ جاتی ہے۔ ''کملا! فوراً نیچے آؤ۔ اس لڑکی کی مدد کرو۔'' وہ کہتا ہے ''وہ باتھ روم میں ہے اس کی صفائی وغیرہ تو عورتوں ہی کا کام ہے نا!''

کملا تکلیف میں دکھائی دیتی ہے' کملا کے منہ پر بڑا دکھ بھرا اور دائمی یاس انگیز چہرہ چسپاں ہے۔ اسے دیکھ کر بسا اوقات شیو خود کو مجرم محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ اسے کسی کام کیلئے کیوں کہتا ہے۔ حالانکہ ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا ہے عموماً کھانے کے وقت کھانا اور ضرورت کے وقت چائے...... چاہے ریکھا گھر میں نہ بھی ہو...... کھانے کی میز پر رکھے مل جاتے ہیں' بالکل کسی جادوئی عمل کی طرح' شیو نے کملا کو کبھی سٹڈی کی صفائی کرتے نہیں دیکھا' وہ سمجھتا ہے کہ یہ سارا کام اس کی غیر موجودگی میں ہو جاتا ہے۔ دس بارہ ہفتے کی غیر موجودگی کے دوران' ریکھا نے استعمال کی ہر شے خرید کر' گھر میں لا کر رکھ دی ہے' کملا کو تفصیلی ہدایات علیحدہ دے گئی ہے۔ بجلی کا کوئی اعتبار نہیں پھر بھی پورا فریج بھرا ہوا ہے۔ تاہم اپنی تمام تر مستعدی اور پیش بینی کے باوجود' ریکھا بھی مینا کی غیر متوقع آمد کا نہیں سوچ سکتی تھی۔

کملا تیزی سے روٹیاں ایک ڈبے میں رکھتی ہے۔ کھڑے ہوتے ہوئے ببلی سے کہتی ہے ''جاتے ہوئے دروازہ بند کرتی جانا'' پھر کہتی ہے ''اور ہاں اپنا ٹفن لے جانا نہ بھول جانا۔''

ببلی اس کی ہدایات سنی ان سنی کر کے شیو سے پوچھتی ہے ''نیچے دیدی کو کیا ہوا ہے؟''

بعد میں ببلی کا یہی سوال' وہ مینا سے پوچھتا ہے۔ مینا نے لباس بدل لیا ہے اب وہ کھلتے رنگ کی سرخ ٹی شرٹ اور شکن آلود پھولدار سکرٹ پہنے ہوئے ہے۔ خاصی سلیقے کی لگ رہی

MashalBooks.org

ہے حالانکہ نہانے دھونے کا اس نے محض دکھاوا ہی کیا ہوگا۔ گیلا تولیہ اٹھانے اور خالی بیسن دھونے سے پہلے' کملا نے یقیناً' اس کے بالوں میں کنگھی کی ہوگی' چٹیا باندھی ہوگی' نتیجہ' بلی کی صورت شکل کا نسبتاً ذرا زیادہ عمر کا اور زیادہ بڑا وجود' اس وقت بستر پر براجمان' شیو کے سوال پر سوچ بچار میں غلطاں ہے۔

''تو کیا ہوا تھا؟ بس سے تم گریں کیسے؟''

''پتہ نہیں کیسے' بس میں پھسل گئی تھی۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا' ایسا بالکل نہیں تھا کہ کسی نے مجھے دھکا دیا ہو' سینکڑوں بار دھکم پیل ہوئی ہے لیکن میں کبھی نہیں گری۔''

''لیکن کیا بس چل رہی تھی؟'' ایسی ہی ایک خوفناک صورتحال کا سامنا شیو بھی کر چکا ہے۔ یہ کوئی بیس برس پرانی بات ہے...... وہ دہلی کی ایک بس میں گویا پس کر ہی رہ گیا تھا۔

''نہیں' نہیں' ایسا کچھ نہیں ہوا۔ ورنہ اس وقت میرا انتم سنسکار ہو رہا ہوتا'' وہ اس کے چہرے پر کرب کی لہر دیکھ کر مکاری سے مسکراتی ہے۔''بے کار میں ٹانگ توڑ لی'' اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی''یہی صورتحال کسی ریلی یا جلوس میں ہوتی تو پولیس والوں کی غلطی ٹھہرتی' ہے نا؟ ٹانگ ٹوٹنے کا کوئی فائدہ بھی ہوتا۔''

شیو اس کی خود غرضانہ سوچ پر ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ وہ یہ بھی سوچتا ہے کہ کیا وہ کام ایسا ضروری تھا کہ اس کیلئے اس لڑکی نے اپنی ٹانگ تک تڑوالی۔ وہ مینا سے پہلے کبھی کیوں نہیں ملا تھا؟

''آپ شاید میرے ماتا پتا کو بلانے کا سوچ رہے ہیں'' وہ رواروی میں کہتی ہے حالانکہ اس کی نظریں' بڑے محتاط انداز میں اس پر جمی ہیں''ایسا نہ کریں تو بہتر ہوگا' انہیں کیوں پریشان کیا جائے' میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ برا تو نہیں مانیں گے آپ؟''

شیو اس صورتحال کیلئے بالکل تیار نہیں لیکن لڑکی اپنی خواہش اور پریشانی کو بخوبی چھپائے' اس کے فیصلے کی منتظر ہے۔ اس کے چہرے پر پھیلی ہلکی سی مسکراہٹ' اس کی ہوشیاری' چالاکی اور ذہانت کی غماز ہے۔''نہیں نہیں' بالکل نہیں' اگر تم یہاں رہنا چاہتی ہو......'' شیو کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلتے ہیں۔''لیکن بہتر یہ ہوگا کہ تمہاری ماں سے بات کر لی جائے' ان کی موجودگی میں تمہیں زیادہ آرام ملے گا۔ ریکھا یہاں ہے نہیں اور کملا پر قطعی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا لیکن چلو دیکھتے ہیں' کچھ دن اسی طرح سہی!''

''کملا کی ضرورت مجھے ہے بھی نہیں' وہ خاصی سست اور بے ڈھب لگتی ہے' لیکن آپ تو

MashalBooks.org

ہیں نا۔ آپ کا طلبہ سے براہ راست تعلق تو ہے نہیں، کیا آپ اپنا کام گھر لا کر نہیں کر سکتے، میرا مطلب ہے......اگر آپ کو برا نہ لگے تو"

شیو نے شعبے میں پہنچ کر اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو کئی کاغذ فرش پر پڑے ملے جو دروازے کے نیچے سے اندر کھسکا دیئے گئے تھے۔ دھول میں اٹے کاغذ اس نے اٹھائے تو ان میں سے ایک کاغذ پر اسے یاد دلایا گیا تھا کہ آج دوپہر میٹنگ ہے۔ دوسرے کاغذ پر ایجنڈے کے نکات تھے۔ اگر اسے میٹنگ یاد ہوتی تو وہ مینا کو اس طرح کملا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہ آتا، جب ریکھا شہر میں نہیں ہوتی تو کملا کو طرح طرح کی بیماریاں یاد آ جاتی ہیں، ان میں ایک بیماری اونچا سننا بھی ہے۔

حسب معمول، شیو میٹنگ میں پہنچنے والا آخری آدمی ہے۔ شعبے کا سربراہ، اس کے چار ساتھی اور پیڈ اور قلم سے مسلح ایک سیکرٹری پہلے سے وہاں موجود ہیں۔ اس کے بالکل برابر میں سربراہ اپنی سیکرٹری سمیت بیٹھا ہے اور سامنے کی جانب اس کے چاروں ساتھی......لال، آریا، مینن اور اینا سین ہیں۔ اپنے نادیدہ طلبہ کیلئے تاریخی وسائل مہیا کرنے والوں کی فیکلٹی۔

ایک عجیب وغریب مشروب، جو چائے اور کافی کا ملغوبہ ہے، دراڑیں پڑی سفید پیالیوں میں پہلے ہی آ چکا ہے، ہر کوئی سیکرٹری کے ہاتھوں کی جنبش کا منتظر ہے کہ وہ ماں کا کردار نبھاتے ہوئے پیالیاں ان تک پہنچائے۔

شیو کی اپنائیت بھری مسکراہٹ کے باوجود وہ اس کی جانب ایک گندی سی پیالی بڑھا دیتی ہے۔ وہ پیالی ٹوٹی ہوئی بھی ہے اور اس کے کناروں پر میل بھی جمی ہے۔ پیالی کے نیچے موجود طشتری میں نیم گرم خاکستری رنگ کا سیال مادہ بھی بکھرا ہوا ہے۔ پیالی میں جو کچھ بچ گیا ہے اس کی سطح پر خاصی موٹی پپڑی دکھائی دے رہی ہے۔ سیکرٹری بھی شیو کی پیالی پر نگاہ ڈالتی ہے تب اس کے چہرے پر معذرت کی پرچھائیں سی محسوس ہوتی ہے۔ وہ چپ چاپ پیالی سیکرٹری کے ہاتھ سے لے کر واپس میز پر رکھ دیتا ہے۔ پھر وہ اینا کے برابر جا بیٹھتا ہے۔ وہ ایک سازشی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتا ہے پھر وہ کاغذ کھولنے لگتا ہے جس پر آج کی بحث کے نکات درج ہیں۔ بارہ میں سے سات نکات کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے ان پر ستارے کی علامت لگائی گئی ہے۔

MashalBooks.org

’’شروع کریں؟‘‘ سربراہ کھنگارتے ہوئے پوچھتا ہے۔

ٹیوب لائٹ ٹمٹمانے لگتی ہے۔ سربراہ غصے سے لائٹ کی طرف دیکھتا ہے جو انتہائی فرمانبرداری سے فوراً ہی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ مختصر سی زندگی میں ایک چھوٹی سی فتح۔ سربراہ ڈاکٹر شرما طبعاً خاصا شرمیلا ہے۔ اس کے نفیس تراشیدہ بدن پر اُس کا سر ضرورت سے زیادہ بڑا لگتا ہے۔ اس کے خیال میں جنت ایک ایسی جگہ ہو گی جہاں کے باشندے ہر وقت میٹنگوں میں لگے رہتے ہوں گے۔ اسی متوقع جنت کے کسی کونے میں اپنا کردار نبھانے کیلئے ابھی سے وہ بھرپور پریکٹس کر رہا ہے۔ حقیقتاً وہ ناقابل برداشت حد تک گھرا اور خود پسند آدمی ہے۔

’’اس وقت ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ہے‘ کمپیوٹروں اور پرنٹرز کی دیکھ بھال۔ آپ سب کو پتہ ہے کہ یہ خاصے مہنگے اور پیچیدہ آلات ہیں۔‘‘ (شیو حیرت زدہ ہوتا ہے۔ کیا انتظامیہ اسے یہی بتانا چاہتی تھی؟ اور اب اسے بھی مان لینا چاہئے) ’’لیکن گزشتہ ہفتے ایک پرنٹر ساری رات آن چھوڑ دیا گیا۔ پورے مہینے کے استعمال کا کاغذ اس میں لگا تھا۔ وہ سارے کا سارا مڑ تڑ کر بے کار ہو کر رہ گیا۔ باہر کے لوگ بھی تو کمپیوٹر کی سہولت کا فائدہ اٹھاتے ہیں‘ یہ بھی ایک مسئلہ ہے‘ آج میں آپ کے سامنے اس کا ایک ممکنہ حل رکھنا چاہتا ہوں۔ ہم اپنے میں سے کسی کو نگران بنا دیتے ہیں جو صبح سے پہلے اور شام کو سب سے آخر میں‘ ان آلات کو چیک کرے۔‘‘

ہر کسی کی نگاہیں اپنے اپنے کاغذات میں گڑ جاتی ہیں‘ نہ جانے کون نامزد ہوتا ہے یہ ناگزیر رضاکار! ڈاکٹر کشن لال مشکل آسان کرتا ہے ’’مجھے چابیوں کا گچھا چاہئے ہو گا‘‘ وہ سربراہ کو بتاتا ہے۔ ڈاکٹر شرما غصیلے لہجے میں سیکرٹری کو مخاطب کرتا ہے کہ وہ اسے نوٹ کر لے۔

’’اب کولرز کا معاملہ ہے۔ انتظامیہ نے ایک میمو بھیجا ہے۔ ڈین نے وہ میرے پاس بھیج دیا ہے۔ میں ذرا اسے تلاش کر لوں‘ ہاں‘ یہ رہا...... تمام ڈیپارٹمنٹس کے سربراہ اپنے اپنے شعبے میں لگے ہوئے کولرز کی حالت تفصیلاً لکھ بھیجیں۔ اس طرح ان کی مناسب مرمت صحیح وقت پر ممکن ہو سکے گی۔‘‘

شعبے کا سربراہ ایک لمحے کو ٹھہرتا ہے: شعبے میں صرف اسی کے پاس ایئر کنڈیشنر ہے اور وہ اپنے کولر والے ساتھیوں کی ممکنہ ہنگامہ آرائی کے خوف سے ہمیشہ ہی سہما سہما رہتا ہے۔

نم زدہ ماحول اور حبس ڈاکٹر لال کو پھر بولنے پر مجبور کر دیتا ہے ’’ستمبر تو آ ہی گیا......‘‘

MashalBooks.org

’’ہاں‘ اس سال کچھ دیر ہو گئی‘ ممکن ہے اگلے سال کے انتظامات ہو رہے ہوں‘‘ سربراہ جواب دیتا ہے اور ساتھ ہی میمو کو کاغذات کے پلندے میں گھسا دیتا ہے۔

اب بجلی کے غائب ہونے کی باری ہے۔ ہر شخص بے چینی سے پہلو بدلتا ہے۔ سیکرٹری‘ پردے‘ کھڑکیاں اور دروازہ کھولتی جاتی ہے۔ شیوؔ نیم تاریکی میں اپنے کاغذات کو دوہرے کر کے‘ ان کا پنکھا بنا لیتا ہے اور بڑی اطمینان انگیز جماہی لیتا ہے جبکہ دوسرے لوگ اگلے نکتے کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔

اسباق اور نقشہ جات کی ڈیڈ لائن آ گئی ہے اور فیکس مشین پھر گڑ بڑ کر رہی ہے۔ 376 اسائنمنٹس ڈاک میں ادھر ادھر ہو گئی ہیں‘ سٹیشنری کم پڑ گئی‘ اس کی منظوری چاہیئے‘ پچھلے ہفتے ہونے والی‘ قومی تحریکوں کے لکھاریوں کی‘ میٹنگ میں قلم ہی کمیاب ہو گئے تھے۔

بجلی کے دوبارہ آنے‘ پنکھوں اور کولروں کے دوبارہ حرکت پذیر ہونے تک وہ آج کے ایجنڈے کے آخری نکتے پر پہنچ چکے ہیں۔ ایک معصوم اور بے ضرر سی ہیڈنگ‘ جس پر ستارے کا کوئی نشان نہیں۔ بحث و تمحیص کیلئے کوئی اور نکتہ......!

سربراہ آرام سے اپنے کاغذات ایک بار پھر اوپر نیچے کرتا ہے ’’مجھے بخوبی معلوم ہے کہ یہ عمومی انتظامی معاملات کی میٹنگ ہے‘ نصابی ٹیم کی نہیں لیکن ماڈرن انڈیا کے نصاب کے انچارج‘ ڈاکٹر مینن اور بی اے ہسٹری پروگرام کے انچارج ڈاکٹر مورتی! آپ کی اجازت سے‘ ہمیں اب ایک نسبتاً زیادہ پیچیدہ معاملے پر بات کرنی ہے۔ ڈاکٹر آریا نے اس جانب میری توجہ دلائی ہے کہ بعض فیکلٹی اراکین اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔

مینن پر ڈاکٹر آریا کی پڑتی چور نظر کو شیوا آسانی سے بھانپ سکتا ہے۔

آریا کو حال ہی میں ایک طرح کی ترقی ملی ہے۔ اسے اب ڈاکٹر کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔ شیوا ابھی تک لاعلم ہے کہ اس نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کہاں سے لی ہے۔ ممکن ہے ڈگری شروع ہی سے اس کے پاس ہو۔ بہرحال برسوں تک وہ ایک منحنی اور تابع فرمان قسم کا آدمی رہا ...... کشن لال سے پہلے‘ سارے رضا کارانہ بے ہودہ کام اسی کے ذمے ہوتے تھے لیکن ادھر ایک دو سال سے اس کے انداز میں خاصی جارحیت آ گئی ہے۔ ساتھ ہی اس کے اندر چھپی یاسیت بھی نمایاں ہونے لگی ہے۔ شیو نے یہ افواہیں بھی سنی ہیں کہ کیمپس میں اس کی رہائش گاہ پر ہر ہفتے کوئی میٹنگ ہوتی ہے۔ اس کے مہمان خاکی رنگ کا لباس پہنے ہوتے ہیں۔

MashalBooks.org

لگتا ہے آریا نے کوئی نیا روپ دھار لیا ہے۔ اس کا چہرہ' جس پر کبھی شرمندگی اور معذرت طاری رہتی تھی اب ان اثرات سے محروم نظر آتا ہے۔ فاقہ زدہ اور گھٹیا انسان آریا کو بطور استاد دیکھنا یا زیر تربیت دشمن سمجھنا' تاریخ دان آریا پر اعتماد کرنا (حالانکہ ان میں سے اکثر لوگ دوسرے تاریخ دانوں کے لکھے کو صرف ایڈٹ کرتے ہیں۔ تاریخ دان کا لفظ...... پارس کی طرح شاید ایک مثالی چیز......ان کے ذہن سے کبھی محو نہیں ہوتا۔)

بہرحال اس کا نیا روپ یا رابطے کتنے ہی عجیب کیوں نہ ہوں' آریا کو سنجیدگی سے لینا بڑا کٹھن ہے...... آریا اب لوگوں کے سامنے اپنا نیا روپ لانے میں لگا ہوا ہے۔ اس نے ماڈرن انڈیا کی تاریخ کے نمونوں میں سے ایک سبق چن لیا ہے اور اب اس کے بارے میں کہتا ہے کہ اسے نامناسب انداز میں ایڈٹ کیا گیا ہے۔ ''اندھا دھند کانٹ چھانٹ ہوئی ہے۔'' وہ مینن' اینا اور شیو کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے۔ اس کا منہ کھلتا ہے تو اس میں سے اس کے بھدے اور نوکیلے دانت باہر نکلتے یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے کوئی غراتا ہوا بھوکا بھیڑیا ''ایک معروف تاریخ دان سے سبق لکھوانے کا فائدہ ہی کیا' اگر اس میں ہم اپنی مرضی ٹھونسے جا رہے ہیں......''

آریا کی طرح' یہ تاریخ دان بھی کتابچے لکھا کرتا تھا لیکن حال میں اس نے بھی دانشور کا بہروپ دھار لیا ہے۔ سربراہ کی محتاط' غیر جانبدارانہ نظر مینن کی طرف اٹھتی ہے۔ مینن ایک دبلا پتلا کم گو شخص ہے' گھنگھریالے بالوں اور گھنی داڑھی والا شخص' اس کے بال اور لباس' دونوں ہی اس کے باقی وجود سے لگا نہیں کھاتے' شاید وہ ان کے ذریعے خود کو کیمو فلاج رکھنا چاہتا ہو ''ڈاکٹر مینن!'' سربراہ اس سے مخاطب ہوتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مینن اس کی جانب دیکھنے کے بجائے خلا میں گھور رہا ہے۔ ''صحیح صورتحال کے بارے میں آپ وضاحت کر سکیں گے؟''

مینن چھت پر مرکوز نظریں ہٹا کر فوری مدافعت کی تیاری کرتا ہے' یہ اور بات کہ اس کا چہرہ اب بھی سپاٹ ہے۔ ''میں نے مناسب یہی سمجھا تھا کہ متنازعہ بیانات سے پہلو تہی کی جائے''، مینن کہتا ہے (اسے علم ہے کہ یہ جواب سربراہ کو متاثر کر سکتا ہے) مصنف نے اقلیتی گروہوں کے متعلق بعض قابل اعتراض باتیں کی تھیں' انہیں میں نے نکال دیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے اپنی طرف سے کچھ لکھا ہے''

آریا شدید غصے میں پھنکارتا ہے۔ ''ڈاکٹر مینن کو اپنی یادداشت تازہ کرنے کی ضرورت ہے مسودہ ساتھ ہی لایا ہوں۔ ایک پیراگراف' پورا پیراگراف انتہائی بنیادی نوعیت کا پیراگراف نکال پھینکا گیا ہے:

ملک کے مسائل اوران کا حل

وہ پیراگراف کا ایک ایک موتی جڑا لفظ پڑھتا جاتا ہے۔ ہماری سرزمین میں لالچی قزاقوں' وحشی حملہ آوروں اور جابر حکمرانوں کیلئے ہمیشہ سے ہی بے پناہ کشش اور جاذبیت رہی ہے' حملوں اور مزاحمت کی یہ کہانی تین ہزار برسوں پر محیط ہے۔ ان ہزاروں سالوں میں لاکھوں بدیسی اس زمین پر آئے لیکن عبرت ناک شکست ان سب کا مقدر بنی۔ ان میں سے بعض ہم میں گھل مل گئے۔ جب ہم انتشار کا شکار ہوئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم اپنوں اور بدیسیوں میں امتیاز کرنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ آج مسلمانوں کے علاوہ عیسائی' پارسی اور دوسرے بدیسی بھی اقلیتوں میں شمار ہونے لگے ہیں لیکن بہت سی ریاستوں میں ہندو' خود اقلیت بن کر رہ گئے ہیں اور وہاں مسلمان' عیسائی اور سکھ اکثریت میں ہیں۔

ایک تکلیف دہ خاموشی طاری ہے۔

سیکرٹری' مسز خان مسلمان ہے۔ آریا کو یہ بات یاد رہنی چاہئے وہ جب بھی بدیسی یا مسلمان کا لفظ ادا کرتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے اپنے منہ کی کڑواہٹ باہر تھوک رہا ہے۔ شیو دیکھ رہا ہے کہ سب کی خوفزدہ اور پریشان نگاہیں مسز خان پر لگی ہوئی ہیں۔ جذبات سے عاری چہرہ لئے' سیکرٹری پیڈ پر جھکی ہوئی ہے وہ ایک ایک لفظ اس طرح لکھ رہی ہے جیسے اس کی زندگی کا سارا دارومدار اسی پر ہو۔

سربراہ کے چہرے پر تفکر کی پرچھائیں دکھائی دیتی ہے۔ جنت میں ہونے والی میٹنگیں یوں آؤٹ آف کنٹرول تو نہیں ہوتیں۔ ''مسز خان!'' وہ جھکے ہوئے سر کو متوجہ کرتا ہے ''میرا خیال ہے' اب یہاں آپ کی مزید ضرورت نہیں۔ مجھے علم ہے کہ آپ کی میز پر کام کا ایک انبار ہے۔ اوہ! ہاں' میں نے انتظامیہ سے مطلوبہ معاون بھیجے جانے کا بھی کہا ہے۔ وہ آج آجائے گی' اسے بھی دفتری کام کاج سکھا دیجئے۔

سیکرٹری لمحے بھر میں کمرے سے باہر نکل جاتی ہے۔ وہ میز سے خالی پیالیاں اور طشتریاں تک اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کرتی۔ سکھ کا سانس لینے کے باوجود سربراہ سوچتا ہے کہ میٹنگ ختم کی جائے۔ ''میرا خیال ہے کہ یہ مسئلہ زیادہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے ڈاکٹر مینن اور ڈاکٹر آریا' اگر آپ میرے کمرے میں بیٹھ کر باہمی تبادلہ خیال کر لیں' زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لگے گا؟''

کمرے میں واپس آتے ہی شیو کو' آنے والی ڈاک کی ٹرے میں' ایک نوٹس دیکھ کر خوشگوار احساس ہوتا ہے' اس نوٹس کے مطابق' اگلے دن سے مسز خان اتفاقی رخصت پر جا رہی ہے۔ ظاہر ہے رخصت کا معاملہ کئی روز پہلے طے ہوا ہوگا۔ بہرحال اس پر تھوپے گئے اس نئے تمغے...... مسلمان مسز خان' بدیسی مسز خان...... کے صدمے سے جانبر ہونے کیلئے ایک ہفتے کی مدت مناسب ہے۔ مسز خان .... جس کی دادی اور ماں کی زندگیاں بھی دفتری ملازمت میں کٹ گئیں' اس طرح وہ اپنے گھرانے کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافے کا باعث بنتی رہیں' اب اسی مسز خان کو دوبارہ ابتدائی خانے کی طرف دھکیلا جا رہا ہے' جہاں آج کی ختم ہوتی ہوئی قدیم مذہبی شناخت ہی اہم ہوا کرتی تھی۔ سات دن ہیں اس کے پاس' اپنی نئی حیثیت جانچنے اور اس صدمے کو بھلانے کیلئے' کیا ہی اچھا ہو' جب وہ واپس آئے تو اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹ اور مٹھاس ہو' وہی تعاون کا جذبہ ہو' البتہ ایک چیز کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتی اور وہ ہے ٹائپ کرتے ہوئے' اسے N اور U کا فرق سمجھانا۔

شیو آنے والے خطوط کو دیکھنے کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے لیکن اچانک اس کے دل میں ڈیپارٹمنٹ سے نکل جانے کی خواہش بیدار ہوتی ہے۔ جانا تو اسے پہلے بھی جلدی تھا کیونکہ اسے مینا کیلئے نئی بیساکھیاں خریدنا تھیں۔ پہلے اسے گھر جانا چاہئے اور اس کے حالات کا جائزہ لینا چاہئے۔ اسے اس کی ماں کو باخبر کرنے اور مینا کے وہاں رہنے کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے۔

ایتا سین اندر آتی ہے۔ اس کی خفگی محسوس کرتے ہوئے کہتی ہے: ''فیکلٹی کا اجلاس ختم؟'' انداز میں مصنوعی ہمدردی ہے۔ شیو جانتا ہے کہ وہ کولرز کی مرمت اور آریا کی حماقتوں کی وجہ سے خوبصورت صبح کے غارت ہو جانے پر چیں بچیں ہے۔ اس کا جواب نہ پا کر' وہ اپنے کندھے اچکا کر' سگریٹ سلگا لیتی ہے اور اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کرتی ہے۔

MashalBooks.org

''لگتا ہے' اس وقت تم ہنگاموں بھری دنیا دیکھنا چاہو گے؟'' وہ کہتی ہے ''کیا خیال ہے لنچ کیلئے کہیں دور نہ چلا جائے...... مجھے ایک چھوٹی مگر خوبصورت سی جگہ کا پتہ ہے' یہاں سے کوئی پندرہ کلومیٹر دور' کہیں زیادہ دور تو نہیں ہو جائے گا تمہارے لئے؟''

ایتا اور شیو کئی بار ایک دوسرے کے ساتھ سو چکے ہیں مگر شاید ''ایک دوسرے کے ساتھ سونا'' درست نہیں ہے' چار مختلف مواقع پر انہوں نے اکٹھے لنچ کیا تھا اور یہی ذرا بڑھ کر ایتا کے گھر پر ہی تیز رفتار اور ناآسودہ جنسی علامت میں تبدیل ہو گئے تھے۔ چاروں دفعہ بعد میں وہ اپنے بستر پر پڑی رہتی۔ اس کا چہرہ سگریٹ کے مرغولوں میں چھپا ہوتا اور وہ اسے کپڑے بدلتے دیکھ رہی ہوتی۔ وہ خود اکیلا ہی گھر سے باہر نکلتا اور کسی بھگوڑے طالبعلم کی طرح' خاموشی سے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں آ موجود ہوتا۔

ایتا سب سے زیادہ خوفزدہ اپنے بیڈروم سے ہوتی ہے اور ہاں' وہ تنہائی بھی' جو اسے بیڈروم میں کاٹنے کو دوڑتی ہے' اس کا شوہر ایک کامیاب چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہے' دولت مند اور طاقتور لوگوں کے انکم ٹیکس کے بہت سے راز اس کی فائلوں میں چھپے ہیں۔ ایتا اور شیو نے کبھی اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کی لیکن شیو کو شبہ ہے کہ اس کے شوہر نے شاید ہی اپنی بیوی کے اکاؤنٹس کی افسردہ فائل کبھی کھولی ہو۔

شیو آرام سے اسے بتاتا ہے کہ وہ کہیں نہیں جا سکتا......''ایک پرانے دوست کی بیٹی' اپنی ٹوٹی ٹانگ لئے' میرے گھر موجود ہے۔ میں تو دراصل' چھٹی کیلئے درخواست دینے جا رہا ہوں۔ اس کے ماں پتا نے اس کی دیکھ بھال کرنے کو کہا تھا۔ وہ سال بھر سے دہلی میں تھی اور میں نے اس کیلئے کچھ بھی نہیں کیا۔'' ایتا کی پتلی بھنویں اوپر کو اٹھتی ہیں۔ وہ غصے میں اپنا سگریٹ باہر پھینک دیتی ہے۔ شیو جانتا ہے کہ وہ ناراض ہو گئی ہے پھر بھی باہمی تعلق کے ان کہے ضابطوں کے مطابق' وہاں جان بوجھ کر ٹکی ہوئی ہے...... یا ممکن ہے زبردستی کا کوئی سلسلہ ہو ان کے درمیان۔

بیساکھیوں کی تلاش میں' یوسف سرائے کی طرف ڈرائیو کرتے ہوئے شیو کچھ خوشی سی محسوس کر رہا ہے۔ پچھلی سیٹ پر پڑے بریف کیس میں طرح طرح کے کاغذات ٹھنسے ہیں۔ اس کی چھٹی کی درخواست کی نقل...... ذاتی وجوہ کی بنا پر خصوصی چھٹی کیلئے...... اسی بریف کیس

MashalBooks.org

میں ہے۔ نئے لکھے جانے والے سبق کے نوٹس' ایڈٹ ہونے والے اسباق' تصحیح کی جانے والی اسائنمنٹس وغیرہ بھی ساتھ ہی پڑے ہیں۔ مینا کے ماں پتا کو اطلاع دینے کے بارے میں پریشانی کو اس نے اپنے ذہن سے جھٹک دیا ہے۔ آخر لڑکی بیس سال سے زیادہ کی ہو رہی ہے۔ اسے اپنے متعلق فیصلے کرنے کا حق تو ہونا ہی چاہئے اور مینا کو جتنا شیو نے ایک دن میں سمجھا ہے' اس کے مطابق اسے اپنے ذہن اور اپنی سوچوں کا بخوبی علم ہو گا۔

آگے آنے والے ٹریفک سگنل کی وجہ سے گاڑی آہستہ کرتے ہوئے' اسے اپنے مسلسل تعاقب کا احساس ہوتا ہے۔ وہ عقبی شیشے میں دیکھتا ہے تو اسے ایک بڑی سی سفید کار کی جھلک نظر آتی ہے اور پھر وہ منظر سے غائب ہو جاتی ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ اس کے بائیں جانب آجاتی ہے۔ کسی چنگھاڑتی' غراتی' وحشی وہیل کی طرح' ہلکی سی سائیڈ مارتی ہے گویا ماروتی جیسی چھوٹی مچھلی کو نگل جانا چاہتی ہو۔ وہ گڑبڑا جاتا ہے کہیں گاڑی تیزی میں ٹکرا کر' سڑک سے نیچے نہ اتر جائے یا کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے۔ سفید کار اب اس کے برابر میں ہے اور وہ گاڑی میں موجود تیوری چڑھے چہروں کو بخوبی دیکھ سکتا ہے۔ تین لڑکے ہیں' ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے لڑکے کے بال خشک اور پھولے ہوئے ہیں اور کانوں میں بالیاں پہنے ہوئے ہے۔ کار بالکل ٹینک کی طرح لگ رہی ہے۔ مرتعش موسیقی اور ہارن کا بے ہنگم شور کبھی کبھی مل کر لطف انگیز حسن بے ترتیب بھی بن جاتے ہیں۔ خصوصاً بھاگتے دوڑتے نوجوانوں کیلئے جنہیں کہیں جانے کی جلدی نہیں ہوتی' ان کا شور وشرابا اور ہنگامہ محض توجہ کے حصول کیلئے ہوتا ہے۔ ان کی چمکدار متسوبشی لانسر بھارتی سڑکوں کیلئے خاصی بڑی ہے۔ اس کی ایک ہیڈ لائٹ پہلے ہی پچکی ہوئی ہے۔ کسی پرانی جنگ کا شاخسانہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ جنگ جو اپنے کام میں پوری طرح ماہر ہیں۔

''چھچھوندی مارے!'' شیو خود سے کہتا ہے ''دولت مند بغلول!''

وہ اس کی آواز تو شاید سن نہیں سکے تاہم انہوں نے فرض کر لیا کہ وہ انہیں چیلنج دے رہا ہے۔ وہ عموماً خواتین ڈرائیوروں کو اپنا شکار بنانا پسند کرتے ہیں مگر چلو' یہ بھی سہی۔ شیو کو ان کے چہروں پر طنزیہ جھلک دکھائی دیتی ہے۔ موسیقی کے ہنگامہ خیز شور کے ساتھ' ڈرم کی دھمک سنائی دیتی ہے۔ ساتھ ہی ان کی کار دائیں طرف کو جھکتی ہے' اس کی گاڑی سے محض چند انچ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ وہ ممکنہ تیزی سے بریک لگاتا ہے' اس کے پیچھے آتی گاڑیاں ہارن بجانے

لگتی ہیں۔

اسی دوران سفید کار.......جس کی عقبی سمت ناقابل عبور دیوار لگتی ہے......کسی ڈگمگاتے نیزے کی طرح' تیزی سے آگے نکلتی چلی جاتی ہے۔ پچھلی نشست پر موجود لڑکا' پیچھے مڑ کر' اسے استہزائیہ انداز میں ہاتھ ہلا کر گڈ بائی کہتا ہے۔

شیو' خاصی پوچھ گچھ اور تلاش کے بعد جس دکان میں پہنچتا ہے' اس کی شکل غار جیسی لگتی ہے۔ دیوار کے چپے چپے پر دیوی دیوتاؤں کی دھندلے رنگوں والی صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ کنول کے عین درمیان بیٹھی مقدس لکشمی کی تصویر تلے موجود ایک سٹکر پر یہ عبارت درج ہے۔ کرپشن قومی لعنت ہے' ہمیں اپنے ہر عمل اور ہر سرگرمی سے' اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے۔ شیو کی طلب کردہ چیز کا سن کر' بھاری بھرکم مگر خوش مزاج دکاندار اس کے لباس پر ایک گہری نگاہ ڈالتا ہے۔ اردگرد موجود تمام دیوتاؤں کی نظروں کے سامنے' شیو دیوار پر لٹکی ہوئی بیساکھیوں کو دیکھتا ہے۔ مختلف سائز کی پرکاریں (Calipers) چھوٹے گیٹ کی طرح کے واکرز' یہاں تک کہ کرسیوں کا ایک جوڑا' جن کی نشست پر صاف ستھرے سوراخ بھی ہیں' ہندوستانی طرز کے ٹوائلٹ مگر ذرا زیادہ آرام دہ...... یہ سبھی اشیاء یہاں موجود ہیں۔

شیو ہلکی ایلومینیم کی بنی بیساکھیوں کا ایک جوڑا چن لیتا ہے اور پھر ان کی مدد سے چلنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ دکاندار خوش خلقی دکھاتا' اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور دیوار پر موجود خالی جگہوں کو پر کرنے کیلئے اس کی پیش کردہ مختلف تجاویز کی دل کھول کر تعریف بھی کرتا ہے۔

پلاسٹک میں بندھی بیساکھیاں گاڑی میں رکھتے ہوئے شیو کی نگاہ آئس کریم کی ایک دکان پر پڑتی ہے۔ نہ جانے کیوں' وہ گاڑی کو لاک کر کے اس دکان میں چلا جاتا ہے۔ ریکھا اور وہ ہمیشہ پرانے فیشن کی ونیلا آئس کریم خریدا کرتے ہیں چنانچہ وہ فرض کر لیتا ہے کہ مینا کی پسند مختلف ہوگی۔ گاڑی میں واپسی پر' وہ چاکلیٹ چپس اور پستہ پیراڈائز کے ڈبے برابر کی نشست پر ڈال دیتا ہے۔ اس بار نودولتیے احمقوں سے پالا نہیں پڑتا۔ گھر تک کے تمام راستے میں وہ ایک ٹرک کے پیچھے لگا رہا ہے اور اس کی آنکھیں اس کی عقبی جانب' مختلف رنگوں میں موجود اشارے پر جمی رہتی ہیں۔ ایک بڑا سا تیر دائیں جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس کے نیچے الفاظ ہیں ''دائیں جانب'' بائیں طرف ایک اور تیر ہے جس کے نیچے بڑی احتیاط سے ''خودکشی'' کی ہیڈنگ لگائی گئی ہے۔ ٹرک مسلسل انتہائی گندا' سیاہ اور بدبودار دھواں چھوڑے

جا رہا ہے تاہم اس کی رفتار' اس تنگ سڑک کی مناسبت سے مثالی مطابقت رکھتی ہے۔ شیو کھڑکیوں کے شیشے بند کر کے' پٹرول بجٹ پر تین حرف بھیجتا ہے اور اے سی چلا دیتا ہے۔

مینا اسی چھوٹے کمرے کے بستر میں لیٹی' مطالعے میں غرق' اس کی منتظر ہے۔ یہ کمرہ تو پہلے ہی اس کا ہو گیا ہے۔ شیو کی سٹڈی ٹیبل پر اب اس کی چیزیں بھری پڑی ہیں۔ کتابیں' میگزین' اخبارات' کپڑے' بالوں کا برش اور الارم والی گھڑی۔ چھت کا پنکھا اپنی پوری رفتار سے چل رہا ہے۔

مینا اسے دیکھ کر خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔ شیو کو اس صورتحال پر حیرت بھی ہوتی ہے۔ مینا کی سوچیں یا اس کے اندرونی جذبات چہرے پر واضح ہیں' کسی آئینے میں جھلکتی حقیقت سے بھی کہیں زیادہ واضح اور کئی گنا گہرے' یوں لگتا ہے جیسے ہر گزرتے جذبے کا حقیقی جوہر اس کے چہرے کی زینت بن گیا ہے۔ کملا نے نہ صرف اسے لنچ کرا دیا تھا بلکہ اس کے بعد بھی دو چکر لگا چکی ہے تاہم مینا شدید بوریت کا شکار ہے۔ پلاسٹر شدہ ٹانگ میں درد علیحدہ موجود ہے۔ پھر وہ خود کو گندا محسوس کر رہی ہے۔ اس احساس کو مٹانے کیلئے وہ صحیح طرح سے نہانا چاہتی ہے۔

شیو کولر آن کر دیتا ہے حالانکہ مہینوں پہلے اس میں سے پانی نکال دیا گیا تھا۔ فوراً ہی گرم ہوا کا ایک شدید جھونکا اندر آتا ہے تاہم کچھ ہی لمحوں بعد کولر کا شور اور رفتار کم ہو کر' چھت کے پنکھے کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی اندرونی موسم بھی۔

وہ پلاسٹک بیگ میں سے بیساکھیاں نکالتا ہے۔ مینا انہیں استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ اس کیلئے زیادہ لمبی ہیں' وہ سکریو ڈھیلے کر کے انہیں ایڈجسٹ کرتا ہے تاکہ ان میں مینا کے قد سے مطابقت پیدا ہو جائے۔ وہ اپنی کامیابی پر حیرت زدہ رہ جاتا ہے' ان معاملات میں وہ اور ریکھا دونوں ہی خاصے نکمے ہیں۔ بلب تک لگانے کیلئے گھر میں الیکٹریشن بلایا جاتا ہے۔

مینا کوئی چھوٹی سی بچی لگ رہی ہے جس کے سامنے کچھ نئے کھلونے پڑے ہیں...... پہلے تو بیساکھیاں ہیں پھر ان کے ٹیوب جیسے بیگ ہیں ''شاندار'' وہ خود سے کہتی ہے' نہانے کے دوران پلاسٹر شدہ ٹانگ کو ڈھانپنے کیلئے بہترین چیز اور سب سے زیادہ مزیدار چاکلیٹ

اور آئس کریم۔ پھر شیوا سے بتاتا ہے کہ اس نے چھٹی کی درخواست دے دی ہے اور وہ اس کی دیکھ بھال کیلئے گھر پر ہی رہے گا۔

اس کے منہ اور آئس کریم کی پیالی کے درمیان مسلسل حرکت پذیر چمچہ لحہ بھر کو رک جاتا ہے۔ وہ اپنی آنکھ کے سامنے پڑی لمبی الجھی ہوئی لٹ کے بیچ میں سے' بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیتی ہے۔ وہ خود بھی اسے دیکھتے ہوئے محسوس کرتا ہے کہ اس کے چہرے میں ایک دو راز چھپانے کی صلاحیت بہر حال ہے لیکن اس کی نگاہیں! شیوؔ ان میں موجود تحریر کو آسانی سے نہیں پڑھ سکتا۔ شاید اسی لئے وہ اعتماد سے سوچتا ہے کہ وہ اس کے گارڈین کا کردار نبھا سکتا ہے۔ چند ہفتے کیلئے ہی سہی' بہر حال اسے اپنے اندر سے یہ کردار دریافت کرنا ہے۔

MashalBooks.org

3

2 سے 11 ستمبر تک

مینا، کملا اور شیو مل کر، معاملات کو روٹین میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مینا کا سوٹ کیس کھلا پڑا ہے۔ شیو نے اسے راضی کر لیا ہے کہ وہ پرانی بیکار بیساکھیاں کملا کو انعام میں دے دے۔ سٹڈی میں موجود تنگ سی لکڑی کی الماری میں، جہاں کبھی شیو کی فائلیں ٹھنسی ہوئی تھیں، مینا کے کپڑے رکھے ہیں۔ ٹیلیفون اس کے بیڈ کے ساتھ ہی موجود ہے۔ شیو نے میوزک سسٹم بھی کمرے میں لا کر رکھنے کی پیشکش کی تھی مگر مینا نے رکھائی سے اسے رد کر دیا بقول خود اس کے، وہ موسیقی کے معاملے میں بالکل کور ذوق ہے۔ سو وہ ٹی وی کمرے میں لے آیا۔ تاہم دن کے وقت چلتی فلموں کے دوران کئی بار اس نے محسوس کیا کہ مینا کی نظریں ادھر ادھر بھٹکتی رہتی ہیں اور خود اس کی توجہ بھی ان پر کہاں مرتکز ہوتی ہے۔

سٹڈی کی دیوار پر صرف ایک تصویر ٹنگی ہے ...... جنوبی بھارت میں واقع ہمپی کے کھنڈرات کی تصویر۔ دائیں طرف، پیش منظر میں پتھر کا ایک پہیہ ہے۔ چار پہیوں پر چلنے والے پتھریلے رتھ کا ایک پہیہ، تصویر میں ایک ہی پہیہ دکھائی دیتا ہے۔ ان گنت جہتوں والے اس پہیے کو دیکھتے ہوئے شیو کبھی اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوا۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ بے حس و حرکت پہیہ لمحے بھر کو رکا ہے اور بس، ابھی دوبارہ گھومنا شروع کر دے گا۔ اس کے پس منظر میں ایک شاہانہ ہال کی جھلک دکھائی دیتی ہے جس کے دروازے پر ایک عظیم الجثہ ہاتھی اس کا محافظ بنا

کھڑا ہے۔ ہال میں قطار اندر قطار گنگناتے ستون ہیں...... ہر ستون کو ہاتھ لگانے سے (کہاوت یہی ہے) ایک نیا راگ پھوٹنے لگتا ہے' ہر ستون پر نقش کاری کے ذریعے دیدہ زیب مناظر ابھارے گئے ہیں' روزمرہ زندگی کے عام سے مناظر' بازار کی گہما گہمی' شکاری' رقص کرتی لڑکیاں۔

جس دن مینا کی روم میٹ ہوسٹل سے' الا بلا چیزوں سے بھرا بیگ لائی' اسی دن دیوار پر دو نئی تصویروں کا اضافہ ہو گیا۔ دیوار پر ٹیپ سے چسپاں کیئے گئے ان پوسٹروں کے لگتے ہی کھنڈرات کی تصویر درمیان میں آ گئی۔ ایک تصویر تو کسی قسم کا نسائیت پسند پوسٹر ہے۔ اس پر کوئی الفاظ نہیں لکھے ہوئے۔ محض ایک پتلی دبلی عورت کا خاکہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے ایک مکمل دائرہ بنانے میں لگی ہے۔ دوسرے پوسٹر کے پس منظر میں عورت یا مرد کے چہرے کی گرے لائن ڈرائنگ ہے اور اس چہرے پر سیاہ رنگ اور بھدے انداز میں ریورینڈ مارٹن نائی ملر نامی جرمن چرواہے کی کہی ہوئی نظم چھپی ہے۔ وہی نائی ملر جو نازیوں کے اذیت ناک کیمپوں کا شکار ہوا تھا:

''جرمنی میں سب سے پہلے وہ کیمونسٹوں (کو مارنے) آئے اور میں چپ رہا کیونکہ میں کیمونسٹ نہیں تھا۔ پھر وہ یہودیوں سے نمٹنے آئے اور میں نے آواز نہیں نکالی کیونکہ میں یہودی نہیں تھا۔ پھر وہ ٹریڈ یونینسٹوں کیلیئے آئے اور میں خاموش رہا کیونکہ میں ٹریڈ یونینسٹ نہیں تھا پھر وہ امرد پرستوں کے خلاف آئے اور میں چپ رہا کیونکہ میں امرد پرست نہیں تھا۔ پھر وہ کیتھولکس (کو ختم کرنے) کیلیئے آئے اور میں نہیں بولا کیونکہ میں پروٹسٹنٹ تھا۔ پھر وہ میرے لئے آئے ......لیکن اس وقت بولنے کیلیئے کوئی تھا ہی نہیں!''

پوسٹر کے بالائی حصے پر چبھتے ہوئے سرخ رنگ میں لکھا ہے ''آواز اٹھاؤ! اس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔'' شیو یہ پڑھتا ہے اور عجیب سی بے چینی محسوس کرتا ہے۔ بہر حال وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ ریکھا تو یہاں ہے ہی نہیں اس کی ناپسندیدگی کا کیا ڈر! اور پھر یہ بے ضرر پوسٹروں کا ایک جوڑا ہی تو ہے' مینا کے ذاتی سامان کا ایک حصہ۔ وہ اپنی سٹڈی کے ابھرتے نئے رنگ و روپ پر مینا کو کچھ نہیں کہتا۔

مینا کو' ٹوٹی ٹانگ کے باوجود انتہائی چاق و چوبند اور بے پروا دیکھ کر' کملا کے چہرے پر کندہ دائمی یاسیت غائب ہو گئی ہے۔ اب نہ اسے کام کی زیادتی کی شکایت ہے اور نہ ہی محلے

کے گھروں میں کام کرنے کے بعد گپ شپ لگانے کا خیال۔اس صورتحال میں' اس کا جذبہ ہمدردی پوری طرح جوبن پر ہے۔ وہ دن میں ایک مرتبہ مزیدار کھانا تیار کرتی ہے اور برتن بھی دھوتی ہے۔ سکول کے بعد ببلی کو بھی اس نے اجازت دے دی ہے کہ وہ اس کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرے یا مینا کے ساتھ ہی رہا کرے۔

اور شیو' زندگی میں پہلی بار' دو افراد کیلئے ناشتہ بناتا ہے' چائے اور سنیکس دونوں ہی۔ وہ ہاتھ میں کوئی لسٹ لئے بغیر' ان مارکیٹوں کے چکر لگاتا ہے جہاں اس نے برسوں سے رخ نہیں کیا تھا۔

......نہاتے ہوئے' مینا کے بیٹھنے کیلئے سفید پلاسٹک سٹول لانا' باتھ روم کی ٹیپ کے ساتھ شاور ہیڈ اور ٹیوب منسلک کرنا تاکہ مینا کو پانی لینے کیلئے بالٹی پر جھکنا نہ پڑے۔ لڑکیوں والے سکرٹس' کیونکہ وہ شلوار یا جینز نہیں پہن سکتی۔ آئس کریم' چاکلیٹ' پھل' یہاں تک کہ پھول بھی لانا۔ مینا کھانے پینے کی چیزیں پسند کرتی ہے تاہم پھولوں کی جانب وہ اچٹتی نگاہ تک نہیں ڈالتی۔ شیو انہیں واپس اوپر اپنے کمرے میں لے جا رہا ہوتا ہے' تب بھی بظاہر وہ بے پرواد کھائی دیتی ہے۔

مینا سوشیالوجی کی طالبہ ہے' وہ ایک تھیسس لکھ رہی ہے' عورتوں کے بارے میں۔ ایسی عورتوں کے بارے میں جو 1984ء میں اندرا گاندھی کے قتل کے بعد سکھوں کے خلاف ہونے والے فسادات سے متاثر ہوئی تھیں۔ انٹرویوز کا بیرونی کام' اس نے مکمل کر لیا ہے۔ بستر کا قیدی ہونے کی وجہ سے اسے بہترین موقع مل گیا ہے کہ اس سارے کام کو یکجا کرنا شروع کر دے۔ شیو اس سے صرف اتنا کہتا ہے ''لیکن بستر میں تم لکھ کیسے سکتی ہو؟'' اس کا جواب ہوتا ہے ''مجھے تو یہ بھی یقین نہیں کہ میں بستر میں اسی طرح پڑے پڑے کچھ سوچ بھی سکتی ہوں۔'' چنانچہ وہ ان بے کار' فالتو اوقات کو مختلف کھیلوں میں صرف کرتے ہیں۔ شطرنج میں' وہ اسے باآسانی مات دے دیتا ہے پھر سکریبل یا کارڈ چلتے ہیں' شیو کو صرف دو کھیل آتے ہیں' رمی اور بلیک جیک۔ مینا' حیرت انگیز حد تک' تاش کے بہت سے کھیل جانتی ہے۔ اس کا کہنا ہے یہ سارے کھیل اس نے ریل کے طویل سفروں کے دوران سیکھے ہیں۔

شیو اپنی بیٹی کی الماری کی تلاشی لیتا ہے۔ شاید اس کے بچپن کے کھیلوں کی کوئی چیز مل جائے۔ بالآخر' ایک شیلف کے پیچھے' اسے گرد و غبار میں بری طرح اٹا ہوا لکڑی کا گول بورڈ

دکھائی دیتا ہے۔ واضح سیاہ لکیریں اس پر اسی طرح کھنچی ہیں جیسے سکول اٹلس میں دنیا کے گرد طول بلد اور عرض بلد کی لکیریں ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک ڈبہ بھی ہے جس میں لکڑی سے بنے چھوٹے چھوٹے جانور ہیں۔ بارہ سفید بھیڑیں اور ایک زرد شیر' جس کا منہ کھلا ہے۔ اس کی زبان پر اب بھی گاڑھا سرخ رنگ لگا ہوا ہے۔ اس نے یہ گیم پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ شاید ریکھا یا اس کی اماں کھیلتی رہی ہوں۔ وہ اسے مینا کے پاس لے آتا ہے اور وہ پوری شام' اس گیم کے مختلف اصول اور قاعدے بنانے میں صرف کر دیتے ہیں۔ جب شیو شیر ہوتا ہے تو اسے ایک بار میں صرف آگے ایک قدم چلنا ہوتا ہے۔ مینا کی بھیڑیں ہر طرف' ایک قدم آگے یا ایک قدم پیچھے اور دو قدم ٹیڑھے چل سکتی ہیں۔ جب شیر سے کھیلنے کی باری مینا کی ہوتی ہے تو وہ گیم کے اصول بدل دیتے ہیں۔ شیر یا بھیڑیں پیچھے کی طرف نہیں جا سکتے۔

جانوروں کو واپس ڈبے میں رکھتے ہوئے شیو' ہاتھ میں موجود شیر کو غور سے دیکھتا ہے۔ اگرچہ اس کے چہرے پر بری طرح رنگ تھوپا گیا ہے پھر بھی اس سے معنویت جھلکتی ہے۔ بھیڑوں کے چہروں پر عمومی معصومیت برس رہی ہے لیکن کاٹھ کے شیر کے چہرے پر صرف ایک بھوک براجمان ہے' کچھ کچھ آریا کے نئے انداز کی سی بھوک۔

آریا کے بدصورت اور ہٹ دھرم چہرے کے ساتھ ساتھ' شیو کو ایک اور چہرہ بھی یاد آتا ہے' بے پناہ معصوم۔ بیضوی شکل کا نازک اور خوبصورت چہرہ' آریا کے نابینا بیٹے کا۔ اس کی خالی اور بے تاثر آنکھیں دیکھ کر شاک سا لگتا ہے۔ آریا اپنے بچے کو حد سے زیادہ چاہتا ہے۔ جب اس کی نظریں اپنے بیٹے کے چہرے پر ٹکی ہوتی ہیں تو ان میں پیار کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ نہ جانے اس کے چہرے پر پھیلی کرختگی اور نفرت کہاں جا کر گم ہو جاتی ہے؟ کسی بھولی بسری سماجی تقریب کے دوران ریکھا سے کہی گئی آریا کی بیوی کی بات اس کے ذہن میں گونج اٹھتی ہے ''اکشے کے پاپا اس کا ہر کام کرتے ہیں۔ وہ تو مجھے بچے کو نہلانے تک نہیں دیتے۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں فخر کے ساتھ ساتھ' درد کی چبھتی لہر بھی ہوتی ہے۔ وہ ایک کھوکھلا سا قہقہہ لگاتی ہے۔ ایسا قہقہہ جیسے اس کے گلے میں کوئی چیز اٹک کر رہ گئی ہو۔

نہ جانے کیوں' شیو دو غلے اور دو چہروں والے آریا کے بارے میں مینا کو بھی بتاتا ہے۔ ڈیپارٹمنٹ والا آریا اور ایک پتا آریا۔

''تم بلا وجہ اسے انسان بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہی بات ہے نا؟'' مینا کہتی ہے ''اس کی زندگی کی منظر کشی کیلئے ہم کیوں بلا وجہ اپنے ذہنوں کو الجھائیں؟ بلا وجہ وہ وجہ تلاش کرتے پھریں جس نے اسے دوہری صورت دے رکھی ہے؟ وہ بالکل اپنے اجداد پر گیا ہے ......ظالم اور وحشی لوگ' ذاتی حیثیت میں وہ رحم دل اور مہربان بھی ہوا کرتے تھے۔ نازی بھی تو موسیقی اور شاعری کے بے پناہ دلدادہ تھے۔''

شیو جب آریا اور پچھلی میٹنگ کے بارے میں بتاتا ہے تو مینا بڑی توجہ سے سنتی ہے ''مجھے تو حیرت نہیں ہوئی'' وہ کہتی ہے ''اب تو ان کا موسم آیا ہے اب وہ اپنے بلوں سے کلبلاتے ہوئے نکلیں گے۔'' وہ اپنے خاص انداز میں' اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گویا دعوت مبازرت دے رہی ہے ''تم لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتے' ہیں نا؟''

شیو کو میٹنگ میں گئے ہفتہ ہو گیا ہے۔ شعبے کے سربراہ کی سیکرٹری واپس آ گئی ہو گی۔ وہ سوچتا ہے نہ جانے وہ کس عجیب کیفیت کا شکار ہو گی۔ ایک بدیسی' ایک اقلیتی فرد کا لیبل لگنے کے بعد نئی اک پہچان' تھوڑا بہت خوف یا کم از کم بے چینی تو محسوس ہو گی' جب اس کا آریا سے آمنا سامنا ہو گا۔ رخصت کے دوران بھی' شیو کام کے انتظامات وغیرہ کا جائزہ لینے' دو چار بار ڈیپارٹمنٹ میں جاتا رہا ہے لیکن ڈیپارٹمنٹ' سربراہ اور اس کی ٹیم۔ بی اے ہسٹری کا تمام مراسلاتی پروگرام' غرض ہر چیز میں فاصلے پیدا ہوتے دکھائی دیئے۔ یوں لگتا ہے جیسے ان کا تعلق ایسی زندگی سے ہے جو گزاری جا چکی ہے یا شاید کریا کرم کی ہوئی لاش' جس کی اب محض راکھ سمیٹی جانی ہے اگرچہ وہ روزانہ ہی' اپنے ساتھ گھر میں لائے ہوئے کام کو بھی نمٹاتا رہتا ہے تاہم اس کی حقیقی زندگی اب دو افراد پر مشتمل گھر کے گرد گھوم رہی ہے۔ ایک نرس اور مریض کی ٹیم' وہ خود نرس ہے' مینا مریض ہے۔

شیو جب گھر میں ہوتا ہے' چاہے وہ کچھ بھی کر رہا ہو' وہ ایک اور وجود کو ساتھ محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اس کی سٹڈی کے تنگ سے بستر پر موجود جیتا جاگتا وجود' ایک نوجوان عورت بلکہ لڑکی ہی کہیئے۔ یہ اور بات کہ بعض اوقات وہ اس سے بھی زیادہ ہوشیار اور سمجھدار لگتی ہے۔ وہ کسی تجربہ کار فرد کی طرح ہر موضوع چھیڑتی ہے ''صنف'' اور ''گرفتاریاں دینے کی مہم'' پر کھل کر بات کرتی ہے۔

اسے علم ہے کہ وہ بھی میٹنگوں کی بڑی شائق ہے تاہم اس کی میٹنگیں کسی اور دنیا میں

ہوتی ہیں جہاں کی زبان بالکل مختلف ہے جہاں جذبات کو...... شیو کیلئے بالکل اجنبی...... محسوس کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ پلاسٹر زدہ ٹانگ کے ساتھ بستر پر لیٹی ہوتی ہے۔ پھر بھی یوں لگتا ہے جیسے اسے اپنی کمزوری کا قطعاً احساس نہیں اگرچہ اسے اس گھر میں رہتے ہفتہ ہی ہوا ہے تاہم ایک چھوٹی سی خاموش سازش نے وہاں جنم لے لیا ہے' یہ دونوں اس کے حصہ دار ہیں یا ممکن ہے حصہ دار نہ بھی ہوں۔ اس نے خود ہی فیصلہ کیا تھا کہ اس کے پتا ین کو اس کی ٹوٹی ٹانگ کے متعلق کچھ نہ بتایا جائے یا اس کے پہلی بار گارڈین بننے سے انہیں بے خبر رکھا جائے یا شاید ان کے تنہا اکٹھے رہنے کا انہیں پتہ نہ چلنے پائے۔

بعض اوقات' جب وہ مینا کو دیکھتا ہے' اجلی زرد ٹی شرٹ پہنے' اس کا چمکتا گندمی چہرہ' اردگرد بکھرے' الجھے بال...... شیو کو اس کی ماں کا خیال آجاتا ہے' اس کے بچپنے کی پڑوسن سمتی کا تصور۔ اسے ذرا بھی یاد نہیں کہ آج کل سمتی کس صورت شکل کی ہوگی۔ اس کی یادوں میں جو کچھ محفوظ ہے یا اس کی یہ بیٹی اپنی خوبصورت تھوڑی کو جس مخصوص انداز میں اٹھاتی ہے اس سے اس کے ذہن میں بچپن کی ہم جولی کی جو تصویر بنتی ہے وہ اسے یاد آجاتی ہے۔ دو تین برسوں پر پھیلے موسم گرما کی کھلنڈری جان پہچان' بکھرے گھنگھریالے بالوں والی' جس کی ایک دو لٹیں ادھر ادھر بھٹکتی رہتی تھیں' تیز چبھتا ہوا لہجہ' بے پروا' ہنس مکھ اور لاابالی۔ کچھ اس طرح کی لڑکی کہ آپ کے ساتھ کچھ بھی کر گزرے آپ کو برا لگے یا اچھا' اس کی جوتی سے شیو کو اپنی اس پرانی دوست کی زندگی کے بارے میں اب کچھ بھی معلوم نہیں۔ کم غیر مشتبہ ہم جولیوں کے ساتھ اس کی چہلیں' مارکٹائی اور بھاگ دوڑ کے کھیل میں اس کے شاندار طریقے' کچھ بھی تو یاد نہیں۔ اب یہ اس کی بیٹی ہے جو چوٹ کھائے بیٹھی ہے اور فی الحال وہ بھاگ بھی نہیں سکتی اور وہ جو ابھی تک بھاگنا اور تعاقب کرنا سیکھنا چاہ رہا ہے' اس کٹھن وقت میں اس کا ساتھی ہے۔

اگلے دن کملا کھانا پکانے نیچے نہیں آتی اور بلی کو یہ بتانے بھیجتی ہے کہ اسے شدید بخار ہے۔ شیو سیڑھیاں پھلانگتا فوراً اوپر جاتا ہے۔ کملا اپنے بستر پر پڑی بے خبر سو رہی ہے۔ بلی سکول نہیں گئی سو وہ دروازہ کھولتی ہے۔ وہ خود بھی خاصی گھبرائی ہوئی لگ رہی ہے تاہم وہ شیو سے اسپرین کا پتہ لیتے ہوئے آہستہ سے کہتی ہے ''فکر نہ کریں صاحب' میں اس کی دیکھ بھال

MashalBooks.org

کرلوں گی۔ میرا پتا کام پر جانے سے پہلے گھر کی صفائی وغیرہ کر لے گا اور اگر آپ کو باہر جانا ہوتو میں دیدی کے پاس رہوں گی۔''

شیو پیار سے اس کے گال پر چٹکی لیتا ہے اور بستر پر پڑی کملا کے زرد چہرے پر نظر ڈالتا ہے۔ وہ ہچکچاہٹ کا شکار ہے لیکن نرسنگ سے متعلق اپنی نئی صلاحیتوں کو جاننے کے باوجود وہ بیک وقت دو دو مریضوں کو سنبھال نہیں سکتا۔ اب ہو گا یہ کہ کملا کے ٹھیک ہونے تک اسے اپنے اور مینا کیلئے کھانا بھی بنانا پڑے گا۔

مینا اس کے چہرے پر برستی پریشانی سے خاصی خوش ہوتی ہے ''میں تمہاری مدد کروں گی'' وہ بلی کی طرح کہتی ہے ''یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں''

''لیکن تمہیں کھانا پکانا آتا بھی ہے؟''

''کبھی کوشش ہی نہیں کی مگر کیا فرق پڑتا ہے؟ تم شروع کرو میں تمہاری مدد کروں گی۔''

وہ بیساکھیوں کے سہارے لنگڑاتی ہوئی ڈائننگ ٹیبل تک آتی ہے اور ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ پلاسٹر لگی ٹانگ باہر کو پھیلی ہوئی ہے اور پاؤں ایک سٹول پر رکھا ہے۔ کمال یہ ہے کہ وہ چھری چلانے میں کوئی دقت محسوس نہیں کر رہی۔ شیو حیرت سے دیکھے جا رہا ہے کہ اس کی انگلیاں کس چابک دستی اور تیزی سے چھری کے ساتھ ساتھ چل رہی ہیں اور پیاز کی چھلکے آبشار کی صورت برتن میں گر رہے ہیں۔ پھر گوبھی مٹر لہسن اور ادرک کی باری آتی ہے۔ وہ بچگانہ انداز میں انہیں ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ تیل میں بھوننے کے دوران تھوڑی بہت سبزی برتن سے باہر بھی بکھر جاتی ہے بہرحال وہ یہ ساری سبزیاں بھون کر پہلے سے پکے چاولوں میں ملا دیتا ہے۔ لنچ کرتے وقت انہیں شاندار ضیافت کا سا احساس ہوتا ہے۔ دونوں اپنی اس کامیابی پر خوش ہوتے ہیں۔ اچانک شیو کو یاد آتا ہے کہ یہ کام اسے شام کو دوبارہ سرانجام دینا پڑے گا۔ یہ خیال دوپہر کی کامیابی کا نشہ ہرن کر دیتا ہے۔ رات کو اوپری منزل میں اپنے بستر پر لیٹے ہوئے شیو کو مینا کی گھنٹی سنائی دیتی ہے۔ وہ اب اسے پروفیسر کہہ کر مخاطب نہیں کرتی۔ یہ بڑا اطمانیت بخش احساس ہے اور اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ وہ اسے انکل بھی نہیں کہتی۔ یہ لفظ بلاوجہ ہی زائد المیعاد اور بوڑھا کر کے رکھ دیتا ہے۔ فی الحال وہ اس کا ایک بے نام ساتھی ہے۔

وہ نیچے جا کر دیکھتا ہے۔ وہ اپنے بستر پر بیٹھی ہوئی ہے۔ کولر پوری رفتار سے چلنے کے

باوجود وہ پسینہ پسینہ ہو رہی ہے۔ ''میں سو نہیں پا رہی'' وہ کہتی ہے ''عجیب سی بے چینی ہے۔''

''تاش یا شطرنج کھیلنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''میں کھیلوں سے اکتا گئی ہوں' بس یہاں بیٹھ جاؤ اور مجھ سے باتیں کرو۔''

''کچھ پینا چاہو گی۔'' شیو پوچھتا ہے۔ وہ رم پر اتفاق کرتی ہے۔ وہ اس کیلئے ایک چھوٹی ڈرنک بناتا ہے اور اپنے لئے وہسکی کا بڑا گلاس' پھر وہ بیڈ کے قریب موجود کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔

بیڈ پر' اس کے ارد گرد' بکھرے ہوئے کاغذات پر اس کی نظر پڑتی ہے تو مینا انہیں اٹھا کر' اکٹھا کر کے میز پر رکھ دیتی ہے۔ وہ اسے ایک بھدی اور بے تکی شکل کا گول پتھر بطور پیپر ویٹ دیتا ہے۔ یہ پتھر اس نے ہمپی کے کھنڈرات سے اٹھایا تھا۔

''تم نے انٹرویوز لئے کس طرح تھے؟'' وہ ہاتھ سے لکھی تحریروں سے بھرے کاغذات کے انبار کو دیکھ کر' مینا سے پوچھتا ہے۔ ''کیا گفتگو کیلئے تیار کرنا کافی مشکل لگا تھا؟''

''ہاں تھا' کم از کم پہلے ہفتے تو یوں لگا کہ یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی ایک دوست کے ساتھ گئی تھی وہ فر فر پنجابی بولتی ہے۔ میرا خیال تھا کہ اس سے مجھے مدد ملے گی لیکن وہ عورتیں بہت اکتائی ہوئی اور شکی لگتی تھیں'' مینا لحہ بھر کو رکتی ہے' رم کا گھونٹ لیتی ہے اور پھر بات آگے بڑھاتی ہے۔

''وہ لوگوں کو اپنی آپ بیتیاں سنا سنا کر تھک گئی تھیں۔ طرح طرح کے لوگ بڑے چبھتے سوالات کرنے آتے اور پھر گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح ہمیشہ کیلئے غائب ہو جاتے۔ شکی یوں ہوئیں کہ اب ان کی سمجھ میں آ گیا تھا کہ ان کی کہانیاں' ان کے اپنے لئے نہیں بلکہ اوروں کیلئے استعمال ہوں گی۔ مختلف گروپس انہیں اپنے اپنے مقصد کیلئے توڑ مروڑ کر پیش کریں گے۔''

''پھر؟ تم نے انہیں اپنے مختلف ہونے کا یقین کیسے دلایا؟''

''میں نے کہاں؟ یہ یقین تو ان کی اپنی ایک نوجوان عورت نے انہیں دلایا۔ اس کا پتا اور شوہر دونوں ہی فسادات کی نذر ہو گئے تھے۔ ان کے قتل کے وقت' وہ چند مہینے کی حاملہ تھی۔ اس کا بچہ بھی ضائع ہو گیا۔ یہ تھی وہ عورت جس نے مجھ سے کہا ''بہن میں تمہاری مدد کروں گی۔ مجھے پتہ نہیں کہ تم ہماری ان کہانیوں کی ٹیپ کا کیا کرو گی۔ ہماری بے کار زندگیوں کا

MashalBooks.org

تمہاری تعلیم سے بھلا کیا رشتہ؟ لیکن میں اپنا سب کچھ کھو چکی ہوں۔ اب تو خالی پیٹ میں صرف غصہ ہے۔ ہاں اس کے ساتھ بھوک بھی ہے۔ جو کہتی ہے کہ اپنی کہانی سناؤ اور بار بار سناؤ' ہر اس شخص کو جو اسے سننا چاہتا ہے'' یہ تھی وہ نوجوان جسبیر کور جس نے اور عورتوں کو بھی اپنی بپتا سنانے پر تیار کیا۔''

''حوصلہ بھی عجیب چیز ہوتا ہے' ہے نا؟'' شیو مینا پر نظر ڈالتے ہوئے کہتا ہے وہ اپنے گلاس کی تلچھٹ دیکھ کر منہ بنا رہی ہے' پھر وہ سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھتی ہے' جیسے اس نے اس کا جملہ سنا ہی نہیں۔

''صرف حوصلہ ہی نہیں' غصہ اور جذبہ بھی......ان تینوں کا ملاپ' یہ کہنا چاہئے تھا مجھے۔ میں اپنے پتا کے بارے میں سوچ رہا تھا'' شیو ہسکی کا ایک لمبا گھونٹ لیتا ہے۔'' وہ حریت پسند تھے لیکن ان کے نزدیک تحریک آزادی 1947ء کو ختم نہیں ہوگئی تھی۔ دراصل نئی دنیا کا بوجھ......آزاد بھارت کیلئے جاں گسل مشقت......ان کے شانوں پر زیادہ ہی بھاری پڑ گیا۔''

شیو وقفہ دیتا ہے۔ مینا اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرتی ہے۔ ''وہ غائب ہو گئے'' شیو کہتا ہے۔ پھر وہ کھڑے ہو کر' اس کا خالی گلاس اٹھاتا ہے۔ ''جہاں تک میں جانتا ہوں وہ بہادر ترین انسان تھے لیکن وہ بھی اپنا حوصلہ قائم نہیں رکھ سکے۔ اسی بات نے انہیں توڑ پھوڑ دیا ہوگا۔ وہ کانگریس ورکرز کی ایک میٹنگ میں اندور گئے تھے۔ وہاں سے انہوں نے ریل کے ذریعے اپنی واپسی کی تاریخ کا ٹیلی گرام بھیجا۔ بعد میں میرے انکل نے ان کا نام مسافروں کی فہرست میں بھی لکھا دیکھا تھا مگر وہ اپنے گھر واپس نہیں آئے۔ ٹکٹ چیکر نے بتایا کہ کوئی آدمی' سفر کے شروع میں تھرڈ کلاس کے ڈبے میں سیٹ 16A پر آیا تو تھا۔ اسی ڈبے میں موجود کسی مسافر نے بتایا' وہ کسی چھوٹے سے سٹیشن پر اتر گئے تھے۔''

''پھر ان کی کوئی اطلاع ملی؟'' مینا نے پوچھا ہمدردی کے احساس سے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''نہیں' اخبارات میں عام سے اشتہارات آتے رہے۔ میرے انکل نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ کئی بار اندور آئے گئے کہ شاید کوئی خبر مل جائے۔ میری ماں' ان کی واپسی کیلئے' اپنی باقی ساری زندگی پوجا پاٹ میں لگی رہیں لیکن نہیں' ان کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی۔''

شیو دوبارہ گلاس بھر لاتا ہے اور وہ دونوں بیٹھ کر' کچھ لمحے پنکھے اور کولر کا ڈوئیٹ سنتے ہیں'

MashalBooks.org

چھوٹے سے کمرے کی ہیبت ناک خاموشی میں پینے کے باوجود ماحول میں یگانگت رچی بسی ہے۔ ایک دوسرے سے ہمدردی کا احساس انہیں تھامے ہوئے ہے۔ یا ممکن ہے یہ ہمدردی نہ ہو بلکہ کچھ ایسی باہمی افہام و تفہیم ہو کہ جو کچھ آسانی سے کہا جا سکتا ہوٗ اسے ان کہا چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔

رات گئے وہ مینا کو شب بخیر کہتا ہے ...... اس وقت بھی وہ نوجوان ہونے کے باوجود پوری طرح ہوش وحواس میں ہےٗ اسے پتہ ہے کہ گلاس کس طرح تھاما جاتا ہے۔ وہ خواہش کرتا ہے کہ کاش وہ اپنے بارے میں پچاس فیصد ہی پر اعتماد ہوتا۔ پھر وہ اس پر جھک کرٗ اس کی چادر سیدھی کرتا ہے۔ اس کے چہرے پر پڑی بالوں کی لٹوں کو انگلیوں سے ٹھیک کرتا ہےٗ وہ مسکراتی ہے ...... ایک پراسرار اور خوابیدہ مسکراہٹٗ اس کی انگلیوں کی پور پور پر اس کے نرم و گرم رخسار کا لمس گویا منجمد ہو جاتا ہے۔

لیکن اس رات اس کے خوابوں میں در آنے والا نرم و گرم گداز احساس کچھ اور طرح کا ہے۔ پرانی یادوں اور ذہن میں دھندلے ہوتے تصورات پھر سے تر و تازہ ہوتے ہیں۔ شور مچاتی بیل گاڑی کی مسلسل حرکتٗ اس کا ہاتھ تھامے ہوئے اس کے پتا جیٗ ماں کے ہاتھ کی نرم و نازک گرفت پتا کے ہاتھ کا کھردرا پنٗ آزادی کیلئے نعرے لگاتیٗ ماحول کو گرماتی نو آبادیاتی حکمرانوں کے خلاف مزاحمت کیلئے اپنے لوگوں کو تیار کرتیٗ ان کی کھنک دار آوازٗ بیل گاڑی میں رچی بسی بیلوں کی مخصوص بوٗ راستے میں موجود کسی ابھار سے گزرتے ہوئے لمبی دم والے بیل کا ڈگمگانا اور چھکڑے میں سوار سب لوگوں کا ایک دوسرے پر اس بری طرح گرنا جیسے مسافروں سے بھری کشتیٗ کسی سمندری طوفان کے ہاتھوں بری طرح ہچکولے کھا رہی ہو۔ بیل کا چلتے چلتے اپنی دم کو ہوا میں کسی کمان کی طرح گھماناٗ خوشی سے اس کا چیخنا اور اپنے پتا کا ہاتھ تھام لیناٗ پتا جی کا اس کی طرف دیکھ کر مسکراناٗ پھر وہ مسکراہٹٗ اذیت آمیز کرب میں بدلتی ہے اور آہستہ آہستہ نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے پتا جا چکے ہیںٗ وہ اپنی ماں کو کچن میں آگ جلاتے دیکھتا ہے۔ (لیکن وہ تو خاصا بڑا تھاٗ جب اس کے پتا جی غائب ہوئےٗ یہاں وہ چھوٹا سا بچہ کیوں دکھائی دے رہا ہے؟ اور اس کے چہرے پر جانی بوجھی یاسیت کی جگہ بشاشت کیوں نظر آ رہی ہے؟)

صبح صادق کی بے جان، نیلگوں روشنی، افق سے پھوٹتی، آکاش کی وسعتوں میں بکھرنے کی تیاریوں میں ہے۔ اس کی پتلی دبلی ماں، اپنے جذبات کو قابو کئے، ننگے پاؤں، راکھ کے ڈھیر اور سلگتی لکڑیوں کے سامنے کھڑی ہے۔ اس کے ہونٹوں پر دھیمے دھیمے ابھرتے اور سرکتے دعائیہ کلمات، اپنے مفہوم اور معنی سے نا آشنا ہونے کے باوجود جاری ہیں۔ کل جمع شدہ راکھ اور جلی ہڈیوں کے ڈھیر میں، اس کے ہاتھوں میں موجود لوہے کے راڈ کی مسلسل اور متحرک سرسراہٹ بھی ساتھ ساتھ گونج رہی ہے۔ پھر اس کی پوجا ختم ہوتی ہے۔ وہ آگے کو جھک کر، اپنا چہرہ چولہے کے پاس لے جاتی ہے اور نہ جانے کیا کیا راز سرگوشی میں اگلنے لگتی ہے۔ پھونکیں مارتی ہے، منہ سے پوری طاقت سے ہوا خارج کرتی ہے، سیٹی کی سی آواز کے ساتھ۔ کسی انجانی زبان میں جسے صرف وہی جانتی ہے وہ آگ سے گفتگو کرتی ہے۔ پھر وہ اٹھ کر لکڑیاں لینے باہر چلی جاتی ہے۔ وہ دبے پاؤں چولہے کے پاس جاتا ہے اور غور سے اس چھوٹے سے گڑھے میں جھانکتا ہے۔ یہ کشتی کی شکل کا غار لگتا ہے۔ غار کی نگاہیں اس پر جم جاتی ہیں، اس کے چہرے پر ہر جگہ سنہری چمکتی سرخ آنکھیں ہیں۔ یہ آتشی سرخ آنکھیں اس پر خاص توجہ نہیں دیتیں اور پھر اس کی ماں واپس آ کر، اسے وہاں سے کھینچ لیتی ہے۔

شیو، حسب معمول، اپنے وقت پر اٹھتا ہے۔ وہسکی کے نشے میں دیکھے ہوئے دھندلے خوابوں اور لایعنی تصورات کے باوجود، وہ تروتازہ ہے۔ مینا بھی صبح کے قریب ہی سوئی تھی۔ شیو کا خیال ہے کہ اگر پنکھا رک نہ گیا ہوتو وہ ابھی تک سو ہی رہی ہوگی۔ بلی بھی اسے اردگرد نظر نہیں آئی۔ خاموشی اور حبس نے مل کر گھر کی فضا خاصی بوجھل بنا رکھی ہے۔

مینا اپنے لمبے اور الجھے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہے۔ بار بار اس کی انگلیاں کسی نہ کسی الجھاؤ میں جا کر پھنس جاتی ہیں۔ وہ انہیں سلجھانے لگتی ہیں۔ الجھی گرہ کھلتے ہی، انگلیاں فاتحانہ آگے بڑھ جاتی ہیں۔ انگلیاں اوپر سے نیچے تک بالوں کو سلجھانے کے عمل میں اوپر نیچے ہوتی رہتی ہیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی باغی اور ضدی الجھاؤ آ تا جاتا ہے۔

غالباً اپنی پوری زندگی میں، وہ اس وقت اپنی رعنائی اور خوبصورتی کی انتہا پر ہے۔ کم از کم شیو کا یہی خیال ہے اور وہ اپنے بالوں کی کوئی نہ کوئی لٹ آگے لا ڈالتی ہے۔ اس کے الجھاؤ پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے ترچھی نگاہ سے شیو سے پوچھتی ہے ''بال دھلوانے میں

میری مدد کردو گے؟' میں کرسی پر بیٹھ کر باتھ روم کے سنک کے اندر سر جھکا سکتی ہوں۔''

شیو خود کو پوجا میں مشغول کسی پجاری کی طرح محسوس کرتا ہے۔ وہ سنک کے سامنے ایک پلاسٹک کی کرسی رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی سٹول رکھتا ہے۔ سٹول پر شیمپو کی بوتل' تولیہ اور مینا کیلئے خصوصی بنائے ہوئے دستی شاور کا سرا' غرض سبھی ضروری چیزیں رکھ دیتا ہے۔ مینا کی بیساکھیاں ذرا دور کر کے کھڑی کرتا ہے اور پھر اسے ممکنہ حد تک آرام سے کرسی پر بیٹھنے میں مدد دیتا ہے۔ پلاسٹر لگی ٹانگ' کسی سفید ٹہنی کی طرح' باہر ایک جانب کو پھیلی ہوئی ہے۔ ریکھا کی الماری سے لائی گئی شیمپو کی بوتل مینا کی تنقیدی نگاہوں سے گزرتی ہے۔ شیوؔ اسے محسوس کر کے کچھ گھبرا سا جاتا ہے' تاہم وہ اسے اس کا نام بتاتا ہے۔ ''فیملی فیٹل''

مینا عقبی سمت' سنک میں' کسی گہرے پردے کی طرح' اپنے بالوں کو گرا دیتی ہے۔ شیو سنک میں شاور کا سرا لگا دیتا ہے اور اس کی ٹیوب کو ٹونٹی سے لگاتا ہے۔ پھر پانی چلاتا ہے۔ پانی ٹھنڈا اور تروتازہ ہے۔ شاور کے سر کے اردگرد حرکت کرتے ہی' وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ شیمپو کی بوتل کھولنے میں اسے کچھ مشکل پیش آتی ہے' تاہم بالآخر' وہ اچھا خاصا شیمپو' اپنی ہتھیلی پر جمع کرنے میں کامیاب ہو ہی جاتا ہے۔ پورے باتھ روم میں شیمپو کی مہک پھیل جاتی ہے۔ مینا' اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے' ذرا زور سے سانس لے کر اس مہک کو محسوس کرتی ہے۔

''کمال کی ہے!'' وہ بڑبڑاتی ہے ''مجھے پتہ نہیں تھا''

یہ بھی کھیل کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ رمی یا شیر اور بھیڑ کے کھیل سے کہیں زیادہ بہتر۔ شیو شیمپو اس کے سر پر انڈیلتا ہے اور اس کا مساج کرنے لگتا ہے۔ وہ سکون محسوس کرتی ہے۔ وہ اوپر سے نیچے تک اس کے بالوں پر اچھی طرح جھاگ بناتا ہے۔ بالوں کی صفائی بہرحال کوئی آسان کام نہیں۔ وہ پھسل جاتا ہے نتیجتاً اس کی گردن اور ٹی شرٹ بھیگ جاتے ہیں۔ اس کی نگاہ براہ راست اس کی ٹی شرٹ کے نیچے نظر آتے سینے کے ابھار کے مرکز پر جا پڑتی ہے اور فوراً ہی نیم شرمندگی کے عالم میں واپس بالوں میں آ جاتی ہے۔

وہ اپنے جھکے ہوئے سر کو سیدھا کرتی ہے تو سینک میں جمع سیاہی مائل' گندا پانی اچھی خاصی بدمزگی پیدا کرتا ہے۔ شیوؔ نہ جانے کیوں شکر کرتا ہے کہ مینا اسے دیکھ نہیں سکتی۔ وہ دوبارہ اسی طرح سر پیچھے کی جانب جھکا لیتی ہے اور وہ ایک دفعہ پھر اسے دھونے لگتا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں موجود' ان بالوں میں اب ایک نئی تازگی' چمک اور زندگی آ گئی ہے۔ باتھ روم

MashalBooks.org

کی کھڑکی میں سے چھن کر آتی روشنی کی کرنیں اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی ہیں۔

بعدازاں، سٹڈی روم میں شیو کی کرسی پر بیٹھے اور اپنی ٹانگ بیڈ پر ٹکائے، مینا تولیے سے اپنے بال سکھاتی ہے۔ اس کا چہرہ چمک رہا ہے، اس کا چہرہ شیو کے خیال میں، ہمیشہ سے اتنا ہی جیتا جاگتا اور زندگی سے بھرپور رہا ہے لیکن اس پر اس وقت ایک اور چہرہ چڑھا ہے، جو اندرونی جذبات کو بیرونی سطح پر آنے ہی نہیں دیتا۔ بالکل ایسے ہی، جیسے چاکلیٹ آئس کریم کھاتے ہوئے، اس کی صورت ہر تاثر سے خالی ہوتی ہے۔ کسی گہری سوچ میں گم، کسی قابل حصول شے کی سمت توجہ کا مکمل ارتکاز۔

وہ قریب کھڑا اسے دیکھتا رہتا ہے۔ شاید وہ پجاری کا کردار چھوڑنا نہیں چاہتا۔ وہ بھی اس بات کو محسوس کرتی ہے۔ حوصلہ کر کے وہ بالوں کا برش اسے تھما دیتی ہے اور وہ منہ سے کوئی لفظ نکالے بغیر گیلے بالوں کے ساتھ اس طرح کھیلنے لگتا ہے جیسے کوئی زبردست ماہر فن اپنے ادھورے شاہکار کی تکمیل میں لگا ہو۔

مینا انگوری رنگ کی ٹی شرٹ میں ہے۔ سفید سکرٹ کے ساتھ اس کی کھلی ہوئی دائیں ٹانگ کا سانولا پن زیادہ گہرا لگ رہا ہے۔ اس کے دھلے، کنگھی ہوئے بال، انتہائی سلیقے سے ویلوٹ رنگ کے موٹے ربڑ بینڈ کے ساتھ پیچھے کی جانب بند ہیں، بارش کی بوندوں کی شکل کے چاندی کے بندے اس کے کانوں میں پڑے ہیں۔ وہ بستر پر بیٹھی، بڑی بے تابی سے اپنے ان دوستوں کا انتظار کر رہی ہے جنہوں نے فون کر کے اس سے شیو کا پتہ معلوم کیا تھا۔

دو لڑکے اور ایک لڑکی یا (شیو اپنی تصحیح کرتا ہے: دو نوجوان آدمی اور ایک نوجوان عورت) لڑکوں میں سے ایک طویل قامت اور بغیر شیو کیے ہوئے شیو سے ہاتھ ملاتے ملاتے، گھر کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ، اس کے اندر جھانکنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ ''میں امر ہوں'' وہ کہتا ہے ''یہ جیوتی ہے اور یہ منظر!'' دونوں بغیر مسکرائے، اس کی طرف دیکھ کر، سر ہلکا سا خم کرتے ہیں۔

مینا، انتہائی بے صبری سے، وہیں سے چیختی ہے ''ہائے...... میں یہاں ہوں...... آ جاؤ!'' شیو انہیں مینا کے کمرے تک چھوڑنے آتا ہے۔ وہ یکے بعد دیگر اس سے گلے ملتے ہیں۔ امر بستر پر ہی براجمان ہو جاتا ہے جبکہ جیوتی کرسی سنبھال لیتی ہے۔

MashalBooks.org

''ایک کرسی اور لا دوں؟'' شیو پوچھتا ہے ''اور ہاں! چائے یا کوئی ٹھنڈا؟''

''نہیں'' مینا کہتی ہے' اس کی آنکھوں میں چمک سی اتری ہے ''بس دروازہ بند کر دیجئے تاکہ ہمارا شور آپ کو پریشان نہ کرے'' وہ سوچ سمجھ کر یہ فقرہ' ایک وقفے کے بعد کہتی ہے۔

بند دروازہ کے باہر' وہ لمحے بھر کو رکتا ہے۔ مینا کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے۔

''بتاؤ' کیا سلسلے چل رہے ہیں' میرا دماغ تو شدید اکتاہٹ کا شکار ہو گیا ہے۔''

شیو مصمم ارادہ کرتا ہے کہ اپنا کچھ نہ کچھ کام کر کے ہی نچلی منزل میں آئے گا۔ اس کا ڈیسک ملامت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا ہے۔ صاف ستھرے کاغذات' انبار کی صورت چہار جانب موجود ہیں۔ اسباق کے ڈھیر' خطوط' نصاب اور ادھ پڑھی اسائنمنٹس' چھٹیوں کا کام' ایک پورا نیا سبق لکھا جانا ہے۔ زمانہ وسطیٰ کی سلطنت' وجے نگر کے عروج و زوال سے متعلق' کئی سال پہلے وہ اس عظیم سلطنت کے کھنڈرات' ہمپی کھنڈرات' دیکھنے گیا تھا۔ اب کرناٹک کی ریاست میں واقع یہ کھنڈرات ''عالمی ورثہ کے مقامات'' میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان پر اس کے سارے نوٹس مکمل ہیں: کتابوں سے اخذ کیا گیا مواد بھی اور اس کے اپنے دورے کے بارے میں ذاتی تاثرات بھی۔ وہ اب نئے سبق کی ابتداء کرنے کے متعلق سوچ رہا ہے۔ یہ ایک طرح کا خود ساختہ انعام ہے جو اسے لکھ کر' اپنے لئے خود اپنے آپ سے وصول کرنا ہے۔

وجے نگر کی شان و شوکت' اس کے کھنڈرات سے آج بھی جھلکتی دکھائی دیتی ہے۔ ہمپی کے محلات' مندر اور اس کی قلعہ بندی شیو کو اسی طرح متاثر کرتے ہیں جیسے سینکڑوں سال پہلے یہاں رہنے والے' انہیں دیکھ کر' حیرت زدہ رہ جاتے ہوں گے۔ وہ اس سب کو طاقت کا مظہر سمجھتا ہے۔ ایک ایسی طاقت' جو ضائع گئی...... اسے یہ سوچ کر پھر دکھ ہوتا ہے کہ انفرادی زندگی کتنی معمولی سی چیز ہے' چھوٹی' بے وقعت اور نازک' اگر اس کی پشت پر ماضی کی عظیم الشان روایات اور رسوم نہ ہوں۔ ہمپی کھنڈرات اور ان کے فیشن کا جائزہ لینا' محض ماضی کے دو خاکے' عام سے تصورات جان کر...... یہ قطعاً کوئی مشکل کام نہیں۔ ایک ماضی کے شاہانہ جاہ و جلال کے طور پر اور دوسرا' تباہی پھیلانے کی انسانی صلاحیت کے طور پر...... ماضی محض مدفون اور پتھریلی اشیاء یا اشکال سے عبارت نہیں' ماضی میں اور بہت کچھ بھی آ جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسی شے بھی نہیں جس کا سانچہ اب ٹوٹ پھوٹ کر نیست و نابود ہو چکا ہے۔

شیو کو اپنے رگ و پے میں خواہش بجلی کی طرح دوڑتی محسوس ہوتی ہے۔ وہ ایک مختلف قسم کا سبق تحریر کرے گا' مروجہ انداز سے بالکل الگ' حقیقی اندازے لگانے کی کوشش کرے گا اور از منہ وسطیٰ کے ماضی کی سچی مہک کو ساتھ لے کر تمام امکانات کے دائرے کو دوبارہ تشکیل دے گا۔

سادہ سا چیلنج...... بہت بڑا چیلنج' شیو کے مہربان پتا' اپنی پاٹ دار آواز میں' فوراً اس کی منظوری دے دیتے۔ ''شیو'' اسے اپنے پتا کی روح کی آواز بھی سنائی دیتی ہے۔ ''اگر تم کسی چیز پر مکمل تسلط چاہتے ہو' تو اسے زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرو۔ اس شے کا تعلق ماضی سے ہے یا حال سے۔ یہ قطعی غیر اہم ہے۔ تمہاری سوچ کا اور تمہارے لئے اعلیٰ حوصلے کا مالک ہونا زیادہ اہم ہے۔''

چاہئے تو یہ کہ اس وجدانی کیفیت میں فوراً کاغذ قلم لے کر بیٹھ جائے لیکن نہ جانے کیوں اس کا ذہن آریا اور اس جیسے ماضی کے دوسرے لٹیروں اور ڈاکوؤں کی جانب مبذول ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا قلم نیچے رکھ دیتا ہے۔ نچلی منزل میں کچھ چہل پہل کی آوازیں اس کے کانوں میں پڑتی ہیں۔ شاید باہر کا دروازہ کھلا ہے' پھر بند ہوا ہے؟ ممکن ہے مینا اب اکیلی رہ گئی ہو۔ اسے اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ شیو اپنی کرسی پیچھے دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کا ڈیسک اور اس پر موجودہ تاریخ کا بوجھ ایک دو گھنٹے مزید اس کا انتظار کر سکتے ہیں۔

MashalBooks.org

4

12 تا 15 ستمبر

شیو دروازہ کھول کر' سٹڈی میں جھانکتا ہے۔ ماضی سے متعلق پریشان کن سوچوں اور فرسودہ تاریخ کو' کچھ دیر کیلئے ایک طرف رکھتا ہے۔اس کا کمرہ روشنی میں بنایا ہوا ہے۔موسم گرما کی جھلستی دھوپ اندر آ رہی ہے۔ یہ سورج کمرے میں کیسے گھس آیا؟ خدا کی پناہ! اتنی حدت انگیز اور چمکتی دھوپ!

مینا کے دوستوں کی آمد کے بعد' اگلے دن مینا کو...... پلاسٹر چڑھائے جانے کے بعد' پہلی بار...... ڈاکٹر کے پاس جانا ہے۔شیو صبح کو' اس کے پاس کمرے میں پہنچتا ہے تو وہ کپڑے پہنے' جانے کیلئے تیار کھڑی ہے۔اس نے ہلکے بھورے رنگ کا لمبا سکرٹ پہنا ہوا ہے۔ایک پاؤں میں جوتا بھی موجود ہے۔اس کے بال ایک گچھے کی شکل میں اس کی گردن کے پیچھے بندھے ہیں۔اس کا انداز ایسی لڑکی کا سا ہے جو انتہائی بے صبری سے' لمبے عرصے بعد ہونے والی کسی پارٹی میں شریک ہونے جا رہی ہے۔خوشی سے اس کا چہرہ دمک رہا ہے۔اس کے شانوں پر پڑا رہنے والا بیگ ساتھ ہی بستر پر پڑا ہے۔

''حیرت ہے میں تو بہت ٹھیک ہو گئی ہوں۔'' وہ شیو سے کہتی ہے''میں نے ٹانگ کو ڈاکٹر کی ہدایت کے عین مطابق رکھا ہے' پورے بارہ دن' کیا خیال ہے' وہ اگلے ہفتے یہ پلاسٹر اتار دے گا؟''

''اچھے کام کا انجام بھی اچھا'' بچپن میں پڑھا ہوا یہ سبق بھلائے نہیں بھولتا بلکہ بچپن کی حقیقتوں کو بہت پیچھے چھوڑ آنے کے باوجود ایک طمانیت بخش ضعیف الاعتقادی کی کیفیت بن جاتا ہے۔ مینا جب اتنی امید بھری نظروں سے شیو کو دیکھتی ہے تو وہ اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتا ہے؟ شاید وہ سوچ رہی ہو کہ شیو کے کہنے پر' اسے ڈاکٹر قید سے رہا کر دے گا۔ ڈرائنگ روم میں کسی چیز کے گرنے اور چکنا چور ہونے کی آواز آتی ہے اور اس طرح وہ کوئی فضول سا فقرہ ادا کرنے کی فرسودہ رسم سے بچ جاتا ہے۔ شاید کملا کا شوہر وہاں صفائی وغیرہ کا کام کر رہا ہے۔ جھاڑو' جھاڑ جھنکاڑ اور گیلے کپڑے سے صفائی' شاید تین کام بیک وقت۔

کملا کا شوہر ان لوگوں میں سے ہے' جنہیں شاید صرف یہ ثابت کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے کہ ظاہری شکل وصورت اکثر فریب دے جاتی ہے۔ اس کا جسم کسی ڈانسر کی طرح شاندار اور متوازن ہے۔ اس کے چہرے کے نقوش کسی حسین' رومانی مجسمے سے ملتے جلتے ہیں لیکن درحقیقت اس خوبصورت خول میں قید' یہ شخص محض ایک سانڈ ہے۔ اگر کوئی چیز توڑی جا سکتی ہے تو وہ اسے توڑ ڈالے گا اگر وہ اسے توڑ نہ سکا تو بھی اس کی شکل وصورت ضرور بگاڑ دے گا۔

جب تک کملا کی طبیعت سنبھلتی ہے' ریکھا کی فنون لطیفہ کی تمام اشیاء اور تانبے کے برتن لگتا ہے' اس کے وحشیانہ قتل عام کی زد سے شاید ہی بچ سکیں۔

شیو ڈرائنگ روم میں جا کر اس کی جارحیت کے تازہ شکار کو دیکھتا ہے۔ بے چارہ ٹیلیفون زمین پر پڑا ہے۔ کملا کا شوہر اسے زمین سے اٹھا کر بڑی بے چینی سے شیو کو دکھاتا ہے۔ اسے تو خراش تک نہیں آئی۔ شیو اس کا ریسیور اس سے لیتا ہے اور اپنے کان سے لگاتا ہے ڈائل ٹون غائب ہے۔

''یہ تو ڈیڈ ہے'' شیو جھلا جاتا ہے ''تم نے کیا کر دیا اسے؟''

کملا کا شوہر اس کی شعلہ بار آنکھوں کو دیکھ کر بری طرح گھبرا جاتا ہے۔ گھٹنوں کے بل جھک کر تار کو اکٹھا کرتا ہے۔ اس سے شیو غصے میں اور بھی آگ بگولا ہو جاتا ہے۔ اسے پتہ ہے کہ کملا کا شوہر جب کسی چیز کو ٹھیک کرنے کی کوشش میں ہو تو اس کا نتیجہ کہیں زیادہ ابتری کی صورت میں نکلتا ہے۔

مینا بھی شیو کے پیچھے پیچھے ڈرائنگ روم میں آ گئی ہے۔ کملا کا شوہر تاریں چھوڑ کر اٹھ

MashalBooks.org

کھڑا ہوتا ہے۔ بیساکھیوں کا سہارا لئے کھڑی مینا جس کے چہرے پر یتیمانہ معصومیت ٹپک رہی ہے ''چلو چھوڑو!'' مینا شیو سے کہتی ہے ''اگر ہم فوراً ہی نہ نکلے تو لیٹ ہو جائیں گے۔ میرے کمرے کی ایکسٹنشن بہرحال کام کر رہی ہے۔تم نے اتنے سارے ٹیلیفون کیوں رکھے ہوئے ہیں؟''

شیو کو یقین ہے کہ مینا کا کہا کملا کے شوہر کے سر سے گزر گیا ہوگا لیکن وہ اس کی طرف دیکھ کر یوں مسکراتا ہے جیسے کہہ رہا ہو تم اپنی ترجیحات بہتر سمجھتی ہو۔ وہ ڈیڈ ٹیلیفون پر ایک بار اور جھاڑن کا وار کرتا ہے ''میں واپس آ کر اسے ٹھیک کر دوں گا'' وہ وعدہ کرتا ہے اور جھاڑن' جھاڑو اور ٹوکری اٹھا کر چل پڑتا ہے۔ شیو کی نظر گندی جھاڑن پر سے ٹپکتے مواد اور اس سے فرش پر پڑتے نشانات پر پڑتی ہے۔ وہ صاف ستھرے فرش پر کلبلاتے کیڑوں کی طرح پڑے دکھائی دے رہے ہیں۔

گھر کے باہر آ کر مینا کھڑی ہو کر' گہرا سانس لیتی ہے اور اپنے اردگرد پر اس طرح نگاہ ڈالتی ہے جیسے وہ دنیا کو پہلی دفعہ دیکھ رہی ہو۔ شیو' اسے ماحول کا جائزہ لیتے دیکھتا ہے تو اس سے بے ساکھیاں لینے کیلئے' کچھ انتظار کرتا ہے۔ کیمپس کا اپنائیت بھرا ماحول' اس کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے' شیو کو زیادہ پھیلا ہوا اور پراسرار لگتا ہے۔ کیا پہلے بھی آسمان اتنا ہی بے رنگ اور یاسیت زدہ لگتا تھا؟ کیا یہ عمارتیں اتنی ہی سیاہی مائل اور پراسرار نوعیت کی تھیں؟ ڈرائیو وے کے پار موجود جھاڑیاں دھوپ کی روشنی میں قرمزی لگ رہی ہیں۔

کار میں بیٹھتے ہی مینا' اس لایعنی جذباتی فضا سے باہر نکل آتی ہے۔ ''شٹ!'' وہ بڑبڑاتی ہے۔ سیٹ کی عقبی سمت سے ٹیک لگاتے ہوئے شاید تکلیف کے احساس سے' اس کے دانت بھنچے ہوئے ہیں۔ شیو دروازہ بند کرتا ہے۔ کھڑکی کا شیشہ چڑھاتا ہے تاکہ وہ کھڑکی کی جانب پیر پھیلا کر' نیم دراز انداز میں بیٹھ سکے۔

شیو' اندر بیٹھتے ہوئے ایک نگاہ اس پر ڈالتا ہے وہ ٹھیک سے بیٹھی بھی کہ نہیں۔ اس کے ماتھے اور اوپری ہونٹ پر پسینے کی بوندیں دیکھ کر وہ کہتا ہے ''اے سی چلا دوں؟'' ساتھ ہی رومال بھی نکالتا ہے۔ وہ سر ہلاتے ہوئے' اس سے رومال لے لیتی ہے۔

ہسپتال' ایک بالکل نئی تعمیر شدہ عمارت ہے۔ خاصا وسیع و عریض اور خوبصورت لان

MashalBooks.org

اسے باہر کی دنیا سے بالکل علیحدہ کرتا ہے۔ ڈرائیو وے کے دونوں جانب سرسبز پودے سنجیدگی اور متانت کی باوقار وردی پہنے' محافظوں کی طرح بے حس وحرکت ایستادہ ہیں۔ ہسپتال کی دونوں جانب موجود خالی جگہوں پر گندگی کے انبار اور تعمیراتی اشیاء کے بکھیڑے دکھائی دیتے ہیں۔

شیو ایک وارننگ بورڈ کے پاس سے گزرتا ہے......''باہر کی غذا قطعی ممنوع ہے۔'' عمارت کی پیچھے کی جانب' ایک طرف' وہیل چیئر پر آنے والے مریضوں کیلئے مخصوص جگہ کے قریب گاڑی پارک کرتا ہے۔

مینا' کار میں بیٹھ کر' انتظار کرنے سے انکار کرتی ہے''میرا جوس نکلا جا رہا ہے'' وہ کہتی ہے''یہاں سے نکلنے میں مدد کرو۔'' لیکن وہ بیساکھیوں کے سہارے ڈھلوان پر چلنے میں مشکل محسوس کرتی ہے۔ شیو' وہیل چیئر لانے کیلئے تیزی سے اندر کی طرف دوڑتا ہے لیکن وہیل چیئر اور ملازم کے آنے کے بعد انہیں پتہ چلتا ہے کہ مینا تو وہیل چیئر کی نچلی سطح پر اپنے دونوں پاؤں رکھ ہی نہیں سکتی۔ ملازم اس کی پلاسٹر لگی ٹانگ کو اٹھانے کیلئے آگے بڑھتا ہے۔ شیو فوراً لپکتا ہے۔ وہ ملازم کی بے احتیاطی سے مینا کو پریشان ہوتا دیکھنا نہیں چاہتا یا شاید وہ کسی اجنبی کا مینا کو ہاتھ لگاتے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا ہو۔ چنانچہ شیو ملازم سے وہیل چیئر چلانے کیلئے کہتا ہے مینا پلاسٹر لگی ٹانگ کو خلا میں ہی اٹھا لیتی ہے اور شیو مینا کی ٹانگ سنبھالے' اس چھوٹی سی پریڈ کی سربراہی کرتا ہے۔ اس طرح وہ ویٹنگ روم کا رخ کرتے ہیں۔

ہوا میں فینائل اور دھونی کی بو بسی ہوئی ہے۔ ویٹنگ روم کی ایک دیوار میں شیشے کی بڑی سی الماری ہے۔ گنیش' رکاوٹیں ختم کرنے والے دیوتا کی حیثیت میں' اندر قیدی بنے بیٹھے ہیں۔ ان کی سونڈ ان کے ابھرے ہوئے پیٹ پر ٹیڑھی میڑھی پڑی ہے۔ ان کی خاموش نگاہیں شیو پر جمی ہیں: شیو ایکسرے اور مشورے کی ایڈوانس فیس ادا کرتا ہے' رسیدیں لے کر' وہ دونوں ایکسرے روم کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔

شیو اور نرس مل کر' مینا کو ایکسرے ٹیبل پر بٹھاتے ہیں۔ شیو اس کی تکلیف محسوس کر رہا ہے تاہم مینا اف تک نہیں کرتی۔ اس کا منہ سختی سے بند ہے اور اس کے ہاتھوں میں قطعی لرزش نہیں۔ شاید محفوظ ہونے کا لاشعوری احساس ہوا سے یا ممکن ہے یہ خیال ہو کہ سر پر پڑی ہے تو بھگتنا ہی پڑے گا۔

ایک گھنٹے بعد' وہ ڈاکٹر کے کمرے میں ہیں' وہ مینا کے ایکسرے کو روشنی کے سامنے رکھتا ہے۔

''ٹھیک ہی لگتا ہے'' وہ کہتا ہے اور فوراً ہی مینا چہکنے لگتی ہے ''اس پلاسٹر سے کب نجات ملے گی مجھے؟''

وہ کہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھتی ہے۔

''اوہ! یہ پلاسٹر'' وہ کہتا ہے اور ساتھ ہی ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھتی ہے۔ اگلے پانچ منٹ تک منہ سے فون لگائے' اس کے منہ سے ہوں' ہاں' نہیں جیسی آوازیں نکلتی رہتی ہیں۔ بالکل ایسے ہی' جیسے ڈاکٹر بستر کے برابر کھڑے اپنا رٹا رٹایا سبق دہرا رہے ہوتے ہیں اور پیڈ پر اپنے پین سے الٹے سیدھے نقشے ابھار رہے ہوتے ہیں۔

''پلاسٹر' ڈاکٹر'' ڈاکٹر کے فون رکھتے ہی مینا فوراً پکار اٹھتی ہے۔ ''آپ نے کہا تھا کہ تین ہفتے میں اسے اتار دیا جائے گا۔ اور اگر میں محتاط رہی تو دو ہفتے میں بھی ممکن ہے۔''

''ابھی تو صرف بارہ دن ہوئے ہیں۔''

''لیکن آپ نے کہا کہ ایکسرے بالکل صحیح ہیں۔''

''زخم ٹھیک ہو رہا ہے' تم اس میں دخل درانداز ی نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ تم دونوں پاؤں زمین پر رکھ سکتی ہو اور ہاں ایک بیساکھی استعمال کرو یا چاہو تو وا کر لے لو۔''

''لیکن اور کتنے دن؟'' مینا بحث کرتی دکھائی دیتی ہے۔

''دیکھو......ایکسرے کی اپوائنٹمنٹ لے لو اور تین ہفتے کے بعد چیک اپ کراؤ۔''

''تین ہفتے اور؟'' مینا گہری سانس لیتی ہے۔ ٹیلیفون کی گھنٹی پھر بج اٹھتی ہے۔ ڈاکٹر ریسیور کا منہ اپنے ہاتھ سے ڈھک کر کہتا ہے۔ ''ہاں' تبھی دیکھوں گا تمہیں'' ایک مصنوعی سی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر لئے' وہ ٹیلیفون کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کا سر پیڈ پر جھکا' نہ جانے کیسے نقوش بنانے لگتا ہے۔

بوریت' بجلی غائب ہے۔ مینا خاصی بے چین اور پریشان ہے۔ وہ اپنے گھٹنے میں درد کی شکایت کرتی ہے۔ پلاسٹر کے بیچوں بیچ' جہاں کوئی رسائی بھی ناممکن ہے لیکن وہ ہار ماننے کو تیار نہیں۔ اس نے ٹانگ پر آتی کھجلی کے علاج کیلئے کچھ چیزوں کا تصوراتی سامان رکھ لیا

ہے۔ خط کھولنے والی ایک تیز چھری' بیکاری سی ایک کنگھی' مور کا سفید رنگ کا ایک پر' ایک اگربتی۔ اپنے بستر کے ساتھ موجود میز پر' وہ یہ سب چیزیں پیتل کے ایک جگ میں اکٹھی رکھتی ہے۔ شیو دیکھ رہا ہے کہ وہ کھجلی روکنے کیلئے کبھی کسی چیز کو پلاسٹر کے اندر گھساتی ہے' کبھی کسی چیز کو۔ اس کا سکرٹ سمٹ سمٹا کر بالکل اوپر آ گیا ہے۔ اس وقت وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر' شاید اپنے آپ سے بھی انجان' کھجلی کے خاتمے پر تمام توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے۔ شیو پر اس کی نگاہ پڑتی ہے تو وہ اپنے ٹخنے میں درد کی شکایت کر ڈالتی ہے۔ پلاسٹر بھی ٹخنے میں چبھ رہا ہے۔ وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنی انگلیوں پر کریم لگاتا ہے تو اس کے ٹخنے پر اسے ہلکے ہلکے دائرے نظر آتے ہیں۔ وہ پھسلتی ہوئی پازیب کو ایک طرف کرتا ہے تو اس کی جلد چمکتی دکھائی دیتی ہے وہ روئی کے چھوٹے چھوٹے گالے بنا کر پلاسٹر کے نچلے خول میں گھساتا ہے۔

تاہم اس کی ذہنی الجھن کو ختم کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ کاش ریکھا یہاں ہوتی تو وہ ہلکی پھلکی گپ شپ کے ذریعے اس کا دھیان بٹاتی رہتی۔ چٹکلوں کے ذریعے تکلیف کا احساس کم کرتی مگر وہ ہے کہاں۔ شیو کو اس کا قطعی افسوس نہیں کہ مینا کو خوش رکھنے کا بوجھ اس کی تنہا جان پر آ پڑا ہے۔ ہلکی پھلکی بات چیت کرتے رہو' وہ خود سے اس طرح مخاطب ہے جیسے کسی جلد باز طالبعلم کو سمجھا رہا ہے۔ ہنسی مذاق کا سلسلہ رکھو اور طنزیہ یا استہزائیہ انداز سے بچو۔

دلچسپ واقعات اور کہانیاں سناؤ۔ وہ موجود دور کے مصنوعی فرعونوں کا مذاق اڑتے دیکھ کر بہت خوش ہوتی ہے مثلاً یونیورسٹی کے حکام' انتظامیہ' فیکلٹی کے بوڑھے اراکین اور نہ جانے کون کون سے مسخرے اس فہرست میں ہوں گے۔ شیو' ساری دور اندیشی بھول بھال کر' ان کے خوب پرزے اڑاتا ہے۔ وہ ایک نئی کہانی کا خاکہ بننے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے ''میں نے تمہیں ایڈمن افسر اور صنفی درخواست کے بارے میں کچھ بتایا تھا؟'' (شیو کو خوف ہے کہ کہیں کوئی کہانی وہ دوبارہ سنا کر' اپنا اکلوتا سامع نہ ضائع کر بیٹھے۔)

''نہیں'' مینا جماہی لیتی ہوئی کہتی ہے۔ پھر نہ جانے کیا سوچ کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیتی ہے اس کی سوالیہ نگاہیں شیو پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔

''کارکن خواتین کا ایک گروپ صنفی امتیاز کی شکایت لے کر' ایک افسر کے پاس جاتا ہے۔ او کے! وہ ان سے کہتا ہے: ''اپنی صنفی چیزیں دکھاؤ'' اوہ نہیں...... پہلے آپ اپنی صنفی

MashalBooks.org

چیزیں دکھائیں'' خواتین نے کہا۔

مینا کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہراتی ہے۔شیواس چمک کا عادی ہوتا جا رہا ہے۔

یونیورسٹی کے روزمرہ کے حصوں کو نمک مرچ لگا کر' کہانی بنا دینا' الفاظ کے ساتھ بچکانہ کھیل' ایکٹر کو ریکٹر کہنا اور تعلیم بالغاں (ایڈلٹ ایجوکیشن) کو ایڈلٹری (حرام کاری) کہنا' شیو مینا سے گویا کوئی ہنگامی کورس مکمل کر رہا ہے کہ طاقت ور بن کر اور ہنستے مسکراتے' زندگی کس طرح گزاری جاتی ہے۔کھیل کھیل میں اپنا وجود قائم رکھنا' اپنے وجود کو قائم رکھنے کیلئے کھیلنا الفاظ' اور زیادہ الفاظ' کیا چیز انہیں باہم مربوط کر سکتی ہے؟ ہلکا سا لمس' اس کے پاؤں تلے کشن رکھتے ہوئے اس کی انگلیوں کا اچانک اس کی جلد سے ٹکرا جانا۔اس کی ٹانگ پر چڑھے پلستر کا ایک ایک انچ وہ اچھی طرح جان چکا ہے۔

''مجھے پڑھنے کیلئے کوئی چیز دے دیں'' وہ اس سے کہتی ہے۔

اس کی نگاہیں' اپنے دوست امر کے چھوڑے ہوئے کتابچوں کے انبار کی طرف پڑتی ہے ''یہ سب چیزیں میں پڑھ چکی ہوں' انہیں ہضم کرنا بہت مشکل ہے۔'' وہ خوش دلی سے کہتی ہے ''میں ایڈورڈ سعید کی Orientalism آدھی تو پڑھ چکی تھی لیکن وہ ہوسٹل میں ہی رہ گئی۔ اگر یہ کتاب مل جائے' ارے ہاں' ذرا ٹھہرو ......'' وہ کاغذات اور تکیوں کے درمیان کچھ ڈھونڈنے لگتی ہے اور کچھ اور چیزیں ڈھونڈ نکالتی ہے جو وہ پڑھتی رہی ہے۔جیسے Asterix, Obelix and co ''بڑی مہربانی ہوگی اگر ایسی اور کتابیں لا دیں؟'' وہ کچھ محجوب سے انداز میں کہتی ہے۔''خصوصاً Asterix And The Normans...... میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی۔''

وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا' توانائی اور مقصدیت اس میں ایک نئی روح پھونک دیتی ہے۔لگتا ہے اس نے ستارے توڑ لانے کی فرمائش کر دی ہے۔وہ اس کیلئے ایڈورڈ سعید کی کتاب کے ساتھ Asterix کی اور بھی کتابیں لیتا ہے اور احتیاطاً ٹن ٹن بھی لے لیتا ہے لیکن بظاہر یہ غلطی لگتی ہے ''ٹن ٹن ایسٹریکس سے بالکل ہی مختلف چیز ہے۔طنز و مزاح سے متعلق اس کا حجاب غائب ہو چکا ہے'' یہ تو بے ہودہ حد تک نو آبادیاتی مزاج کا عکس ہے۔''

وہ ٹن ٹن کو پہلی فرصت میں واپس کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔

''اگر باہر جانا ہوتو ایمر جنسی لائٹ کیلئے بیٹری سیل لا نا نہ بھولنا۔'' (وہ خود ہی کہتا رہا ہے کہ وہ رات کے وقت اسے اپنے بستر کے ساتھ رکھا کرے کیونکہ رات کو کسی وقت بھی بجلی غائب ہوسکتی ہے) ''اوہ! لیکن قاتل یونین کار بائیڈ کی بیٹری ہرگز نہ لینا۔''

شیو اس کی مرضی کی مرضی کے سیل اور اس کی پسندیدہ آئس کریم لے کر واپس آتا ہے تو مینا غسل خانے میں ہوتی ہے۔ اپنی پلاسٹر لگی ٹانگ کو پلاسٹک بیگ میں لپیٹ کر' ایک بے سکون غسل میں آدھ گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ وہ بازار سے لائی ہوئی چیزیں ایک جانب رکھ دیتا ہے اور اس کا بستر ٹھیک کرنے لگتا ہے' چادریں گیلی گیلی سی ہیں' تکیے پر دو مچھر مرے پڑے ہیں اور ان کے خون کا دھبہ کسی آنسو کی طرح دکھائی دے رہا ہے۔ وہ چادر کی سلوٹیں نکال کر' اسے بچھاتا ہے اور اوپر سے نیچے تک تکیہ مار کر اسے اچھی طرح جھاڑتا ہے (ریکھا کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ یہ کام' کملا کے بجائے' اس نے کیا ہے) تکیے کو اس کی جگہ پر رکھنے سے پہلے' وہ لمحے بھر کو توقف کرتا ہے' ڈھیلے ڈھالے' نرم اور گداز تکیے کو دیکھتا ہے اور اپنا چہرہ اس میں چھپا لیتا ہے۔ تکیہ کے غلاف میں تازگی نہیں ہے لیکن اس کی بو کوئی زیادہ ناخوشگوار بھی نہیں۔ اس میں حرارت ہے' انسانی باس ہے۔ گرم رخساروں اور گھنے بالوں کی مہک ہے۔ وہ اس میں سانس لیتا ہے' خوشبو کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک بے نام مہکار' ایک جگمگاتی خوشبو اس کے ذہن میں سما جاتی ہے۔ وہ اسے قابو کرتا ہے' سمیٹتا ہے اور بالآخر اپنے اندر اسے جذب کر لیتا ہے۔

صبح کی ابتداء لوڈشیڈنگ سے ہوتی ہے اور پھر بریک ڈاؤن کی شکل میں اگلے تین گھنٹے پر محیط ہو جاتی ہے۔ بجلی کے دوبارہ آنے تک' مینا دوبارہ سو جاتی ہے۔ کملا بھی کام پر واپس آ گئی ہے۔ وہ شکل سے ہی بہت لاغر دکھائی دیتی ہے' کام شاید ابھی اس کے بس کا نہیں۔ شیو اوپر کی منزل میں بیٹھ کر اپنے نظرانداز کاغذات کو دیکھنے لگتا ہے۔ اینتا سین نے اسے فون کیا ہے کہ کورس ماڈل چھپنے کیلئے پریس بھجوانا ہے۔ اس کورس کو اسے پڑھنا ہے' منظور کرنا ہے اور اسے واپس بھیجنا ہے' پھر وہ محتاط لہجے میں پوچھتی ہے کہ اس کی ساتھی اب کیسی ہے' وہ البتہ یہ نہیں پوچھتی کہ وہ کب ڈیپارٹمنٹ میں واپس آئے گا۔

اینتا کے ماڈل کورس کی ابتداء لازمی معروضی (Objective) سبق سے ہوتی ہے' اپنے

طلبہ کے اس محفوظ اور جانے پہچانے سٹرکچر کیلئے اس نے خود کو باقاعدہ تربیت دی ہے' اس سبق کو پڑھانے کے بعد آپ اس قابل ہوں گے کہ......'' اس معاملے میں' یہی چیز بھارت کے بڑے مذاہب اور سماج سدھار تحریکوں کے مابین تعلق قائم کرتی ہے۔ لگتا ہے کوئی بٹن دبا دیا گیا ہے۔ دوران مطالعہ شیو کے ذہن کا ایک حصہ مستعد ہو جاتا ہے۔ شعبہ کا سربراہ زبان سے تو کچھ کم ہی کہتا ہے تاہم وہ بی اے کی ہسٹری کلاس کے انچارج ہونے کے ناطے' اسے تھپکی دیتا رہتا ہے کہ شیو بہتر اور موثر کام کرے گا' کیوں؟ اس لئے کہ وہ لبرل ہے اور مارکسی تعصّبات کو متوازن بھی کر سکتا ہے۔ سربراہ کو زیادہ خوف یہ لگا رہتا ہے کہ کہیں کسی زیادہ متنازعہ یا انتہا پسندانہ رویے کے مالک یا بااثر ماہر نصاب کے ہاتھوں متفقہ اپروچ کا اس کا محبوب نظریہ تباہ ہو کر نہ رہ جائے۔

حقیقی خطرہ یوں بھی تلوار بنا سر پر لٹکتا رہتا ہے کہ وہ سب اپنے لیکچرز تحریری شکل میں دیتے ہیں۔ دوسرے اساتذہ کی طرح' انہیں گزشتہ کلاسوں میں کہے ہوئے کی تصحیح یا اس کی تصدیق کا موقع کبھی نہیں ملتا۔ شیو کو گزشتہ برسوں کے دوران آنے والے لاتعداد احتجاجی خطوط یاد آ گئے۔ ہوا یہ تھا کہ دو چھوٹی سی توضیحات کورس ایڈیٹر کی نظر میں آنے سے رہ گئی تھیں۔ ان میں سے ایک مذہبی اجتماع کی لائن ڈرائنگ تھی جس میں مسلمان نماز پڑھ رہے تھے اور ان کا رخ نقشے میں ظاہر کردہ مغربی سمت کے بالکل الٹ تھا۔ دوسری لائن ڈرائنگ اور بھی زیادہ بے ہودہ تھی۔ اس میں کثرت ازدواج کو متشکل کیا گیا۔ ایک کہنہ سال' سرمئی داڑھی والا ملا شہوانی حالت میں ہے اور اس کی چار بیویاں اسے چار مختلف اطراف میں کھینچ رہی ہیں۔

لیکن اینتا کا ماڈل اس قسم کی گندگی اور عامیانہ پن سے بالکل پاک ہے۔ شیو اسے ایک طرف رکھ کر' دوسرے کاغذات کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہ کاغذات مشرق بعید کے ایک کورس سے متعلق ہیں۔ اس کی توجہ بھٹک جاتی ہے۔ وہ حیرت سے سوچتا ہے کہ مینا' اینتا کے ذہن کا اور اس کے ماڈل ساتھیوں کے سارے گروہ کی سوچ کا کیا حشر کرے گی۔

مینا' ٹوہ لگاتی آنکھیں' نیم باز پلکیں' گہری بھنویں' گھونگھریالی زلفیں' چوڑے کولہے' مہربان ہونٹ...... اس فہرست کا شاید کوئی اختتام ہی نہیں' شیو تو اس کی مالا جپے جا رہا ہے۔ اس کی ہزاروں خصوصیات' اس کے لاتعداد نام جیسے استغراق میں مگن کوئی پرستار۔ اس کے

الفاظ اوپری منزل میں ہیں جبکہ اس کا جسم اور خون حقیقتاً کہیں نچلی منزل میں واقع‘ اس کے چھوٹے سے کمرے میں ہیں۔ کمرہ وہ چھوٹی سی جگہ کتنی محترم ہے۔ رو پہلی روشنی کا دریچہ‘ بہرحال کمرہ ہی سمجھنا چاہئے۔ شیلف پر اوندھی لیٹی وقت گزارتی مینا کو یوں لگتا ہوگا جیسے وہ کسی الماری میں سو رہی ہے۔ اس طرح کی باتیں اس کے ذہن میں نہیں آنی چاہئیں۔ ایسی ان چاہی حفاظتی دیوار‘ چاہے اس کے آرام کیلئے ہی کیوں نہ ہو...... کھڑی کرنے کیلئے‘ ابھی وہ خاصی کم عمر ہے۔

شیو‘ فیصلہ کن انداز میں‘ دوبارہ اپنے کام میں جت جاتا ہے۔ دوپہر تک‘ وہ نئے سبق کے علاوہ‘ اپنا سارا کام نمٹا لیتا ہے۔ وہ اٹھتا ہے اور تھکن کے ساتھ ساتھ‘ اطمینان کا سانس لیتے ہوئے نیچے آتا ہے۔ اس کے قدم مینا کے کمرے کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔

سہ پہر کا وقت‘ مینا اور شیو بیٹھے ہیں۔ کھڑکی پر پڑے جالی دار پردے سے ڈھلتی دھوپ چھن چھن کر اندر آ رہی ہے۔ شیو نے کھڑکی کا پردہ اس کے آدھے حصے پر اس طرح کھینچ دیا ہے کہ سورج کی کرنیں مینا کی آنکھوں پر نہ پڑیں‘ ٹی وی آن ہے‘ مینا اکتاہٹ کے مارے جماہیاں لے رہی ہے۔ وہ اس ہفتے کے دوران تیسری بی گریڈ جاسوسی فلم دیکھ رہی ہے۔ شیو نے اس کا دل بہلانے کیلئے جو کچھ کیا ہے‘ وہ ایک ٹرے میں سجا‘ اس کی عین گود میں موجود ہے...... چائے کا کپ‘ چاکلیٹ بسکٹ‘ جن کی وہ بے پناہ شوقین ہے اور مزیدار‘ چٹ پٹی مونگ پھلیاں۔

ابھی ابھی جاسوس کو پتہ چلا ہے کہ تصوراتی باربی ڈول والی شکل کی‘ اس کی خوبصورت محبوبہ نے اسے ڈبل کراس کیا ہے۔ لگتا ہے اس صورتحال سے فلم میں تیزی آ جائے گی۔ فیصلہ کن تعاقب اور مار دھاڑ سے بھرپور مناظر بس کچھ لمحوں کی بات ہیں۔ عین اسی وقت مینا کے بستر پر موجود ٹیلیفون کی چبھتی ہوئی گھنٹی بج اٹھتی ہے۔ شیو رسیور اٹھا لیتا ہے جبکہ مینا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی کی آواز کم کرتی ہے۔ جاسوس‘ ایک عالم سکوت میں‘ اپنی ناگزیر فتح کی جانب...... دشمنوں سے دو دو ہاتھ کرتا...... بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔

فون پر کوئی نوجوان ”پروفیسر سر“ کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ شیو اس سے واقف نہیں۔ وہ شخص ”کرنٹ“ نامی اخبار کے رپورٹر کی حیثیت سے اپنا تعارف کراتا ہے۔

MashalBooks.org

''پروفیسر؟ پروفیسر شیومورتی؟ کیا آپ تصدیق کر سکتے ہیں کہ آپ چھٹی پر ہیں؟''

''ہاں!'' شیو کہتا ہے ''لیکن آپ کے اخبار کو اس سے کیا دلچسپی؟''

''سر! پروفیسر! میں آپ سے انٹرویو کرنا چاہتا ہوں' آپ کے ایک متنازعہ مضمون کے بارے میں''

''کونسا مضمون؟ معافی چاہتا ہوں' میں سمجھا نہیں۔''

''سر' کیا آپ کہہ رہے ہیں' نو کمنٹس؟'' کیا اس کے متعلق آپ اپنا نقطہ نظر نہیں بتانا چاہتے؟''

''کیوں نہیں بتانا چاہتے! لیکن آخر پتہ تو چلے کہ قصہ ہے کیا؟'' شیو بے چینی سے سانس لیتا ہے۔ ''آپ کو یقین ہے کہ آپ نے صحیح آدمی کو فون کیا ہے؟ میں سنٹرل یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں پڑھاتا ہوں۔ مجھے تو یاد ہی نہیں کہ میں نے آخری آرٹیکل اخبار یا رسالے میں کب لکھا تھا۔''

''سر! (اس کے لہجے میں بے اعتباری اور استہزاء کا عنصر آ گیا ہے) میں آپ کے آرٹیکل کی بات کر رہا ہوں...... ممکن ہے آپ اسے نصابی کتاب یا کورس یا کچھ اور کہتے ہوں...... کسی شاعر کے بارے میں ہے...... ایک منٹ کو ٹھہریں سر! یہ میرے سامنے موجود ہے۔ اوہ ہاں! اب وہ اپنے نوٹس پڑھنے لگتا ہے۔ ''بارھویں صدی کے ایک شاعر اور سماج سدھارک باسون (Bason) کے بارے میں ہے یہ آرٹیکل۔ اور اب آپ نے خود تصدیق کر دی ہے کہ آپ چھٹی پر ہیں۔ کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ آپ اس آرٹیکل کے خلاف احتجاج کی لہر کی وجہ سے چھٹی پر چلے گئے' سر!''

شیو خاموشی سے اس ساری بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ اسے بے سروپا لگتا ہے۔

''سر' آپ لائن پر ہیں نا؟ آپ نے یونیورسٹی کے دباؤ پر رخصت لی ہے یا رضاکارانہ؟''

''میری چھٹی؟ سوری' میں اس وقت تک آپ سے کوئی بات نہیں کر سکتا جب تک میری سمجھ میں آ جاتا نہیں کہ یہ معاملہ آخر ہے کیا۔''

''ٹیلیفون پر' مختصر سی بات بھی نہیں' سر؟''

''نہیں''

''نو کمنٹس سر؟''

شیو ٹیلیفون بند کر دیتا ہے۔ مبینہ صحافی سے شیو کی گفتگو کے دوران' مینا نے چائے کی ٹرے ایک جانب رکھ دی ہے' اس کی اکتاہٹ اور سستی رفو چکر ہو چکی ہے۔ ''کیا بات ہے؟'' وہ بے چینی سے پوچھتی ہے'' یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''سمجھ میں نہیں آتا' کرنٹ نامی اخبار کا کوئی صحافی انٹرویو کرنا چاہ رہا ہے' اس اخبار کا نام سنا ہے؟''

''نہیں' لیکن وہ کس سلسلے میں انٹرویو کرنا چاہتا ہے۔''

''یہی تو حیرت کی بات ہے' اس شخص کا خیال ہے کہ میں نے کوئی مضمون لکھا تھا جس کے خلاف زبردست احتجاج ہوا ہے اور اس کی وجہ سے میں نے چھٹی لے لی ہے'' اس نے باسون کے بارے میں کچھ کہا تھا۔ میں نے زمانہ وسطیٰ کے بھارت کی سماجی' اصلاحی تحریکوں کے متعلق ایک ماڈل نصاب ضرور مرتب کیا تھا اس میں باسون کے بارے میں ایک سبق بھی شامل ہے...... اسے عموماً باسون یا بڑے بھائی باسو کا نام دیا جاتا ہے...... لیکن اس کے خلاف' بھلا کوئی کیوں احتجاج کرنے لگا؟''

ایک ہیجان انگیز سکوت' پھر مینا کہتی ہے'' کچھ سمجھنے کی کوشش کیجیے' آخر یہ ہے کیا؟ فرض کریں یہ سچ ہے تو کوئی اور کال بھی آ سکتی ہے۔ ممکن ہے آریا کچھ کر رہا ہو؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ چھٹی کے دوران' یہ سب کیا ہو رہا ہے؟''

شیو سوچنے لگتا ہے۔ اسے مینن یا ایتا کو فون کرنا چاہئے...... ممکن ہے یہ محض کسی پڑھے لکھے خبطی کی حرکت رہی ہو۔ لیکن اسے اس کے نام کا کیا پتہ؟ پھر اسے یہ کیسے معلوم کہ اس نے بی اے کارسپانڈنس سٹوڈنٹس کیلئے باسو پر بھی ایک باب لکھا ہے؟

ٹیلیفون پھر بج اٹھتا ہے۔ شیو مینا پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر ایک انجانی سی گھبراہٹ کے ساتھ ریسیور اٹھا لیتا ہے۔ دوسری جانب شعبے کا سربراہ ہے۔

''شیو؟'' عموماً اس نام سے اسے مخاطب نہیں کیا جاتا۔ اس لئے شیو فوراً سمجھ جاتا ہے کو کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔

''یس' ڈاکٹر شرما!'' وہ بمشکل کہہ پاتا ہے'' کیسے ہیں آپ؟''

''میں ٹھیک ہوں' شیو' دھیان سے سنو' پتہ نہیں تمہیں اس بارے میں معلوم بھی ہے کہ نہیں لیکن تمہارے زمانہ قدیم کی بھارتی تاریخ کے اسباق میں' کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔''

''جی ہاں! مجھے بھی ایک مشتبہ ٹیلیفون کال ملی ہے' شاید کوئی صحافی تھا۔ وہ یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ میں رخصت پر کیوں ہوں' معاملہ کیا ہے؟''

''باسو کی سماج سدھار تحریکوں پر تمہارا سبق کسی طرح پریس کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔''

''لیکن ڈاکٹر شرما!'' شیو نے دخل اندازی کرنا چاہی۔ ''ہمارے تحریر کردہ اسباق خفیہ معلومات تو ہوتے نہیں' کوئی بھی انہیں دیکھ سکتا ہے' کسی بھی لائبریری میں یا ہمارے کسی بھی سنٹر میں۔''

''مجھے پتہ ہے لیکن اس دفعہ یہ معلومات غلط ہاتھوں میں چلی گئی ہیں۔ دکھ یہ ہے کہ تم نے بھی ابہام کو واضح کرنے کی کوشش نہیں کی' بظاہر' سبق میں صحیح توضیع کی خامی نظر آتی ہے...... بہرحال اس مضمون کے ذریعے ایک ہندو گروپ کی دل آزادی ہوئی ہے۔ تمہیں تو پتہ ہے کہ متنازعہ معاملات سے بچ بچا کر چلنا ہماری پالیسی ہے۔''

بینا مزید آگے جھک جاتی ہے۔ وہ پوری طرح متوجہ ہے حالانکہ وہ صرف ایک جانب کی گفتگو سن سکتی ہے۔ سربراہ کے سانس لینے کا وقفہ' شیو اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرتا ہے۔

''ڈین کو اور مجھے' اس سبق کے بارے میں طعن و تشنیع سے بھرا ایک خط موصول ہوا ہے۔ میں نے ڈین کو بتا دیا ہے کہ چونکہ بی اے پروگرام کے انچارج تم تھے اس لئے میں نے وہ سبق دیکھا ہی نہیں۔ ''اتہاس سرکھشا منچ'' (تاریخ بچاؤ مورچہ) نامی اس گروپ کا الزام ہے کہ تم نے تاریخ اور تاریخی کرداروں کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔''

''تاریخ کو مسخ کر دیا؟'' شیو کے منہ سے ایک احمقانہ سی گونج برآمد ہوتی ہے۔

سربراہ اس کے دخل در معقولات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ ''لگتا ہے تم نے کچھ اس طرح کا نتیجہ اخذ کیا ہو گا کہ باسون کا شہر کلیان کوئی مثالی ہندو ریاست نہیں تھا۔ شاید تم نے ذات پات کے مسئلے پر زیادہ زور دیا ہو اور برہمنوں اور مندروں کے پجاریوں کے بارے میں لکھتے ہوئے تمہارا تعصب زیادہ ہی ابھر آیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ باسون کے بارے میں تم یہ واضح نہ کر سکے ہو کہ وہ ایک غیر معمولی انسان تھا۔ بہت سے لوگ تو اسے دیوتا مانتے ہیں۔ تمہیں پتہ تو ہے۔''

''اور میری چھٹی؟ اس کا اس سارے معاملے سے کیا تعلق ہے؟'' شیو پوچھتا ہے۔ وہ انجانے میں خود کو بلاوجہ کی یا وہ گوئی کی دلدل میں دھنستا محسوس کرتا ہے۔

''ہاں' اس بارے میں بھی ہمیں طے کرنا ہوگا۔ افواہ یہی ہے کہ تم یہ سبق تحریر کرنے کی وجہ سے جس الجھن میں پھنس گئے ہو' اس سے بچنے کیلئے تم نے رخصت لی ہے۔''

''ڈاکٹر شرما! مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ میں کسی مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ ابھی پانچ منٹ پہلے آپ خود بھی یہی کہہ رہے تھے۔''

''بہر حال' شیو! اس سے پہلے کہ یہ کسی تنازع کی شکل اختیار کر لے' ہمیں بڑی احتیاط سے اسے حل کرنا ہے۔ ایک بھرپور معذرت یا غیر ارادی سہو کا اظہار سب سے بہتر رہے گا...... اسے کوئی بھی مناسب نام دے سکتے ہیں تا کہ شعبے کیلئے یا تمہارے اپنے لئے مزید پریشانی نہ ہو اور ساتھ ہی اپنے تمام مراکز کو بھی ہدایت کر دی جائے کہ وہ اس کتابچے کا استعمال بند کر دیں۔ ممکن ہے' ہمیں یہ کتابچہ' اس سبق کے بغیر دوبارہ چھپوانا پڑے۔ مجھے کل صبح ساڑھے گیارہ بجے ڈین سے مل کر' انہیں رپورٹ دینی ہے۔ اس سے پہلے پہلے مجھ سے مل لو۔ ذرا ٹھہرو' ایک بات اور یاد آ گئی...... بہتر یہی ہوگا کہ ہم ڈین کے کمرے ہی میں مل لیں۔ اگر اس سبق کی کوئی کاپی تمہارے پاس گھر پر موجود نہیں' تو اس وقت تک تلاش کر لو۔ ساتھ ہی لے آنا۔''

شیو اس بری طرح حواس باختہ ہو گیا ہے کہ شعبے کے سربراہ سے متفق ہونے کے سوا اور کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ اسے خیال آتا ہے کہ ابھی صبح کے وقت وہ ایتا کے ماڈل سبق کا انتہائی محتاط جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صبح' اسے محسوس ہوتا ہے' جیسے عرصہ دراز کی بات ہو۔ اسے یقین نہیں آ رہا کہ وہ کثرت ازدواج کی لائن ڈرائنگ کی کہانی بینا کو سنانے کی سوچ رہا تھا۔

بینا اس کی پراگندہ خیال کا سلسلہ توڑتی ہے اور اپنے مخصوص انداز میں' معاملے کے اہم ترین پہلو پر جا پہنچتی ہے ''یہ آریا کا کیا دھرا ہے' ہے نا یہی بات؟''

''پتہ نہیں لیکن قدیم تاریخ کے نصاب کیلئے لکھا ہوا میرا سبق کسی شرارتی گروپ کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ جہاں تک میری سمجھ میں آ رہا ہے۔ انہیں اعتراض اس بات پر ہے کہ میں نے ہیروز کے مثبت کردار کو اہمیت نہیں دی جبکہ اس زمانے کے بانیوں کے منفی کردار کو زیادہ بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے۔ بہر صورت اس کا دعویٰ ہے کہ سبق میں تاریخ کو مسخ کیا گیا ہے

MashalBooks.org

(شیو برا سا منہ بنا کر نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے) لگتا ہے کہ ہندو راجواڑوں کی شان و شوکت کے بیان اور مدح سرائی میں مجھ سے کوتاہی ہوگئی اور پھر یہ بھی ہے کہ میں ہندومت میں ذات پات کی تقسیم کو زیادہ ہی اچھالتا ہوں۔'' شیو غصیلی نظروں سے ٹی وی کی خاموش سکرین کی جانب دیکھتا ہے۔ وہاں ایک دیہاتی لوک گیت کے پس منظر میں کوک کی دریافت کا اشتہار آ رہا ہے۔ وہ مینا سے ریموٹ لیتا ہے اور ٹی وی کو آف کر دیتا ہے۔'' یہ گروپ اتہاس سرکھشا منچ کہلاتا ہے۔ تاریخ کا تحفظ! تاریخ کے تحفظ کے بارے میں بھی بھلا کسی نے کبھی سنا ہوگا؟''

''تحفظ؟'' مینا استہزائیہ انداز میں دھراتی ہے''اس لفظ کا مطلب' ان کے نزدیک ''حملہ'' ہے'' شیو لمحہ بھر غور کرتا ہے۔ اسے یہ خاصی چبھتی ہوئی بات لگتی ہے' انتہائی بے ہودہ سی......لیکن حقیقت یہی ہے کہ چاہے لوگ ثقافت یا تاریخ کی بات کر رہے ہوں یا عورتوں کے حقوق کی' تحفظ کا لفظ گالی بن کر رہ گیا ہے۔ اپنی تمام ناشائستہ اور بے ہودہ حرکتوں کو چھپانے کا بہترین ذریعہ۔

لیکن مینا شیو سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ ''کل کیا کہو گے؟ تمہیں اس کی باقاعدہ منصوبہ بندی کرنا ہوگی۔ ظاہر ہے سبق میں موجود کسی بھی لفظ کو واپس لینا یا معذرت کرنا تمہارے لئے مشکل ہوگا۔'' شیو کو دل ڈوبتا محسوس ہوتا ہے''یہ واقعی کٹھن کام ہے؟'' جھگڑے' فساد' دھمکیاں اور دوسرے خطرات کا سوچ کر وہ تاریخ کی پیچیدہ نازک بیانیوں کے بارے میں اپنی فصاحت و بلاغت کے سارے سوتے خشک ہوتے محسوس کرتا ہے۔

ٹیلیفون کی گھنٹی پھر بجتی ہے۔ وہ بدحواسی میں ریسیور اٹھاتا ہے۔ اب کوئی بھی چیز اسے مزید حیرت زدہ نہیں کر سکتی۔ اس سے استعفیٰ طلب کرنے کیلئے ڈین کی ٹیلیفون کال بھی نہیں!''

لیکن دوسری جانب ریکھا ہے''شیو! تم نے تو پلٹ کر پوچھا تک نہیں' سب ٹھیک ٹھاک ہے نا؟''

''ہاں' سب ٹھیک ہے' میں آج رات کو تمہیں فون کرنے کا سوچ رہا تھا۔ میں بعد میں تم سے بات کروں گا۔''

مینا کی موجودگی میں' ریکھا سے بات کرنا اسے اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ پہلی دونوں کال

بھی اسے یہ یاد نہیں دلا سکیں۔ صرف بینا کے کمرے کا ٹیلیفون ہی کام کر رہا ہے۔

''ضرور کرنا' لیکن اب میں فون کر ہی بیٹھی ہوں تو یہ بتا دو کہ مالی باقاعدگی سے آ رہا ہے یا نہیں۔ میں باغیچے کے بارے میں خاصی پریشان ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ میری واپسی تک وہاں سارے پودے جل جائیں۔ تمہارے لئے میرے پاس ایک لسٹ ہے......شیو! سن رہے ہونا؟ ذرا پنسل اٹھا کر' یہ سب لکھ ڈالو!''

''اچھا! بولو!'' وہ اپنی جگہ سے ہلے بغیر' کہتا ہے۔ بانس' رات کی رانی' سورج مکھی کے نام اس کی سمجھ میں آتے ہیں۔ وہ سارے نام بولنے کے بعد کہتی ہے ''یہ سب کچھ لکھا لیا نا؟......شیو! تم نے تارہ اور اس کے نئے کام کے بارے میں پوچھا تک نہیں۔''

''وہ کیسی ہے؟'' وہ تھکے ماندے لیکن فرض شناس آدمی کی طرح سوال کرتا ہے۔

''وہ ٹھیک ہے' اسے ملازمت پسند آئی ہے۔ ذرا اپنی بیٹی کے آفس کا سائز دیکھنا کسی وقت!

''کیسے چل رہے ہیں تمہارے معاملات؟ آواز سے تو تم ٹھیک محسوس نہیں ہو رہے؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں...... واقعی' اوہ ہاں' سمیتی کی بیٹی' بینا کچھ دنوں کیلئے یہاں آئی ہوئی ہے۔ اس کی ٹانگ پر چوٹ لگی ہے' نہیں' زیادہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ کملا اس کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔''

شیو ریسیور رکھ کر' چور نظروں سے بینا کی جانب دیکھتا ہے کہ ان کی گفتگو پر اس کا ردعمل کیا ہے لیکن اس کال سے یا اس کے آخری حصے سے' بظاہر بینا کو کوئی دلچسپی دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے ٹیلیفون رکھتے ہی' وہ اس طرح بات شروع کرتی ہے جیسے درمیان میں کوئی مداخلت ہی نہیں ہوئی۔

''اب کیا ہونا چاہئے' ہم مخالفوں کے اس کھیل کو کیسے الٹا انہی پر مار سکتے ہیں؟''

کٹڑپنتھی' جنونی! بینا کی نسل ان لفظوں سے کتنی مانوس ہے۔ زندگی کی ایک سچائی کتنے آسان لفظوں میں اس کی زبان سے پھسل گئی ہے۔ پالتو چیز کیلئے عرفیت یا پالتو دشمن کیلئے ایک ہی بات' نفرت کا جانا پہچانا پودا' باغیچے کے کئی طرح کے پودوں میں سے ایک۔ آپ اس سے بچ بھی نہیں سکتے کیونکہ اس کی جڑیں آپ کے اپنے عقبی دالان میں ہیں۔ کٹڑپنتھی' بنیاد پرست' فسطائی' قدامت پسند' تحقیق وجستجو کا دشمن' دہشت گرد اور خالص بھارتی برانڈ فرقہ پرست...... دوسری برادریوں سے نفرت کرنے والے پیشہ ور لوگوں کا' بظاہر بے ضرر سا نام۔

مینا' اپنے ذہن میں لاتعداد منصوبے ترتیب دیتی' شیو کا انتظار کر رہی ہے۔ ظاہر ہے وہ یہ تو سوچ ہی نہیں سکتی کہ پرانے وقتوں کی طرح شیو نیزہ اور ڈھال اٹھائے میدان کارزار میں کود پڑے گا۔ نیا سبق' اپنے تحریر کیے جانے کا' اوپر کی منزل میں منتظر ہے۔ یہ سبق ایک شہر کمال کے سقوط کے بارے میں ہے۔ وجے نگر' ایک بار پھر تاراج ہونے جا رہا ہے' اس مرتبہ اس کی ادھ کھلی یادیں بھی شاید باقی نہ رہیں اور جہاں تک شیو کا تعلق ہے......اس دفعہ اس کی جان بچ گئی ریکھا کے باغیچے میں بیکار بیٹھے رہنے سے۔ اس پُر سرسبز ماحول بنانے کیلئے ریکھا کی' کبھی نہ ختم ہوتی جان توڑ کوششیں' درختوں کے تنوں پر چڑھے آرکڈ' گھنے پتوں سے بھری شاخوں سے مزین محرابیں' دہلی کی نامہربان پتھریلی زمین پر ہریالی کا فرحت بخش قالین......

بانس کا پودا اس کے قد کے برابر ہو گیا ہے۔ وہ یہ بات جانتا ہے۔ لنٹانا کی باڑ بھی تراشنے والی ہے۔ چیکو کی پنیری اور چنبلی کا ننھا پودا' ابھی تو اسے خاصے دہشت ناک نام والے پودے بھی لگانا ہیں' جونی پر' ہیلی کو نیا' فیکس پنجابینا۔

ریکھا چیزوں کے نام رکھنے کی ماہر ہے' شیو کی نظروں کو باغیچہ بھلا لگتا ہے لیکن ہریالی تو بس ہریالی ہی ہوتی ہے۔ شروع میں' جب وہ اس گھر میں آ کر بسے تھے تو اس کا عقبی لان کسی جنگل کا سماں پیش کرتا تھا۔ گھاس پھوس اور بے رنگ جھاڑیاں' کسی حملہ آور فوج کی طرح ہر سمت سے پیش قدمی کرتی ہوئی۔ اس وقت ریکھا کی یاسیت دیدنی تھی مگر شیو نے اس کی ہمت بندھائی اور اس نے باغیچے کی ترتیب و تزئین کا چیلنج قبول کر لیا۔ اس نے ریکھا کے چہرے پر اس وقت وہ فاتحانہ چمک دیکھی جو وہ تصور میں صرف دہلی کے فاتح بادشاہوں کے جگمگاتے چہروں پر ہی دیکھتا تھا۔ روشنی کی وہ شعاع' جو دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ ہی نہیں لگاتی بلکہ اس کے خوابوں کو بھی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ وہ ہوس ناک نگاہیں جو اپنی زد میں آنے والی ہر شے کو اپنے قبضہ میں کر لینے کی خواہاں ہوتی ہیں اور پھر ماحول اور زندگی کو ایک نئی ترتیب دیتی ہیں۔

ریکھا نے دہاڑی دار مزدوروں کی مدد سے' وہ سارا جھاڑ جھنکار صاف کرا دیا۔ زمین کی اوپری سطح کو کھدوا کر ہموار کرایا۔ اس میں نم اور خوشبودار' زرخیز دریائی مٹی کی تہہ بچھوائی۔ پہلا لان وہ لان ہی نہیں رہا' اس میں پیش قدمی کرتی وحشی فوج قصہ پارینہ بن کر رہ گئی۔ کیاریوں کے ساتھ ساتھ تار کا حصار' اسے کسی فرمانبردار گائے کی صورت عطا کر رہا تھا۔ اب فاتح کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ اس کی محبت اور پیار سے دیکھ بھال کرے۔ خالی جگہ پر اپنی مرضی کی

تر وتازہ چیزیں اگائے۔ ایسی چیزیں جنہیں وہ اپنی چاہت کے نام دے سکے۔ ایسی چیزیں جو اپنی بقا کیلئے صرف اس کی محتاج ہوں۔

ریکھا کی طرح مینا بھی چیزوں کو بڑے اعتماد سے اپنی پسند کا مناسب نام دے دیتی ہے' فرقہ پرست' بنیاد پرست۔ ان جنگ جو خواتین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کن شہروں کو وہ نیست ونابود کرنا چاہتی ہیں اور کن شہروں کو وہ زندگی بخشنا چاہتی ہیں۔

شیو کی اپنی حرکتوں میں کچھ کچھ باغیانہ پن جھلکتا ہے۔ خفیہ قسم کی بغاوتیں' وہ ریکھا سے کوئی بھی بات چھپانے کا عادی نہیں۔ کبھی کبھی وہ سوچتا ہے کہ شاید اینتا سین اسی لئے اسے اچھی لگتی ہے۔ اس کے ساتھ گزرنے والے تنہائی کے حسین لمحات اپنی جگہ۔ اس کی صاف ستھری زندگی میں بس ایک ہی کمینگی یا خباثت کا سیاہ خانہ ہے' جہاں کسی شے کا کوئی نام نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز قرینے سے واپس اپنی جگہ رکھی جاتی ہے۔ ریکھا کی نگاہوں سے اوجھل' تاہم وہ کسی بھی طرح ریکھا کو پریشان کرنا یا الجھانا پسند نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آج خود پر بیتی کیفیت کے بارے میں اسے ایک لفظ بھی نہیں بتا سکا۔ ساری فکر اور پریشانی اپنے آپ تک ہی محدود رکھی۔ یہ اور بات کہ اس گفتگو کے وقت مینا' اسی کمرے میں موجود تھی۔ اس نے اس کی باتیں سنیں اور ساری صورتحال سمجھ گئی۔ وہ خود کو اس کے کسی بھی فوری فیصلے کے نتیجے میں' خاصا بے چین محسوس کر رہا تھا۔

سب سے پہلا کام شیو کو یہ کرنا ہے کہ وہ پرسکون رہے۔ اگر اس نے ریکھا کو اعتماد میں لیا ہوتا تو وہ یہی کہتی کہ پوری صورتحال کا جائزہ لو' ہیجانی کیفیت میں کوئی یک طرفہ سوچ خود پر مسلط نہ کرو اگر فیصلہ کرنا ممکن نہیں تو بیڈ میں جا لیٹو اور سونے کی کوشش کرو اور صبح اٹھو تو پتھر دل بن جاؤ۔

لیکن شیو کو پتہ ہے کہ نیند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا موڈ خراب ہونے لگتا ہے جیسے ریکھا نے واقعی اسے سمجھایا ہو۔ میں تمہاری طرح نو بجے سے پانچ بجے تک کام نہیں کرتا۔ وہ سوچ رہا ہے' رات کو دیر سویر بھی ہو سکتی ہے لیکن میرا تو دن ہی ابھی پورا نہیں ہوا۔

کتابچہ شیو کی میز پر پڑا ہے۔ نصاب کا کتابچہ' جس میں وہ ''شرانگیز'' سبق شامل ہے۔ اس میں جو کچھ بھی اس نے لکھا تھا' اسے یاد کرنے کیلئے دوبارہ پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں' یہ ان چند اسباق میں سے ہے جو قسمت کی ستم ظریفی' اس نے اپنے تدریسی کیریئر کے

دوران......اپنے حقیقی شوق اور تاریخی استعجاب کے ہاتھوں مجبور ہو کر......لکھا تھا۔

شیو خود کلامی کرتا ہے' اس کتاب کو ایک طرف رکھو اور اپنے نئے سبق پر پورا دھیان دو...... وجے نگر کے عظیم راجواڑے کا زوال۔ وہ وجے نگر پر لکھے ہوئے اپنے نوٹس کا پلندہ سامنے رکھتا ہے۔ وہ مضمون کی شروعات کرنے کی جبری کوشش کرتا ہے' کہیں سے بھی' کسی بھی طرح۔ وہ سادے کاغذ پر لکھتا ہے: وجے نگر (یعنی شہر فتح) زمانہ قدیم میں ایک حیرت انگیز شہر تھا۔ وجے نگر کی امیر کبیر سلطنت کا دارالحکومت' شہر کیا تھا؟ اپنی تزئین اور ترتیب میں ہندو طاقت کا لازوال نمونہ تھا لیکن 1565ء میں اس کی شان وشوکت گہنا گئی' اسے تباہ و برباد کر کے کھنڈرات میں بدل دیا گیا۔

شیو بار بار اپنے لکھے ہوئے کو پڑھتا ہے' وہ اگلے فقرے کیلئے کوئی مناسب حوالہ ڈھونڈ رہا ہے۔ پھر وہ اپنا قلم نیچے رکھ دیتا ہے۔ اس کی نگاہیں کچھ لمحے کو نقشے پر شمال اور جنوب کی جانب بیک وقت بھٹکتی دکھائی دیتی ہیں۔

تین سو کلومیٹر دور' وجے نگر کے شمال میں' تقریباً تین سو سال پہلے جب شہر فتح (وجے نگر) کا عروج و زوال ہوا تھا' یہیں فتح و کامرانی اور تباہی و بربادی کی ایک اور داستان لکھی گئی تھی۔ دونوں صورتوں میں ہونے والی دہشت گردی اور خون ریزی ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو جاتے ہیں۔ وقت اور حالات کی تبدیلی کے باوجود انسانی دکھوں اور مصائب میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا لیکن عظمت رفتہ...... اس کا مفہوم اور اس کا منبع وجے نگر کی راجدھانی اور بارہویں صدی کے شہر کلیان کے خزانے سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

کلیان کا خزانہ باسونامی ایک شخص تھا۔ وہ کوئی عام وزیر خزانہ نہیں تھا' اس کا جوش و جذبہ' اس کا محیر العقل ذہن اور اس کے تصورات' ایک عام سرکاری افسر کی سطح سے کہیں بلند تھے۔ اس کے دماغ میں ہر وقت سوالات کی فوج کھڑی رہتی۔ ہر روایتی شے کو وہ انتہائی باریک بین اور تنقیدی نگاہ سے دیکھتا' اس کا جائزہ لیتا۔ صرف ان روایات کی پاسداری کرتا جو زندگی کیلئے ضروری ہوتیں۔ اس نے اپنے گرد سادھو سنتوں اور انقلابیوں کا ایک بے مثال گروہ جمع کر لیا تھا۔ انہوں نے باہم مل کر ایک انتہائی جرأت مندانہ اور تخلیقی تجربہ کیا: ایک ایسی برادری تشکیل دی جس میں ہر کوئی شامل تھا......عورتیں' نچلے طبقے کے مجبور و مقہور' غلاظت زدہ لوگ' شاعر' کمہار' سماج سدھارک' دھوبی' فلاسفر' طوائفیں' پڑھے لکھے برہمن' گھریلو خواتین' مزدور'

ملاح...... یہ سب کے سب لوگ کلیان کی شان وشوکت کا حصہ تھے۔ایک جیسا حصہ کیونکہ سبھی ویرشیو(Veerashaiva) یا شیو کے سپاہی تھے۔

ان جنگ جو سپاہیوں نے کام دکھایا۔انہوں نے برتن' آئینہ' مچھلی کے جال اور چمڑے کے سینڈل جیسی چیزیں بنائیں۔وہ گاہکوں کو کشتی میں بٹھا کر دریا کے پار لے جایا کرتے۔وہ اپنا ہر کام انتہائی لگن سے کرتے کیونکہ وہ اس کام کو کیلاش کی یاترا جانتے تھے' کیلاش' جہاں شیو کا بسیرا تھا' انہی جنگ جوؤں نے شاعری کی تو ایسی کہ نثر کو مات کر گئی' سچائی کے رنگا رنگ چہروں کی تلاش کی شاعری' یہ شاعری جوان کے نزدیک الہام کا درجہ رکھتی تھی' واچن کہلائی' جو کچھ بھی کہا گیا' کنتری زبان میں کہا گیا' سنسکرت کے ضخیم اور پیچیدہ الفاظ کا سہارا نہیں لیا گیا۔ واچن کا جنم' ان کا بولا اور گایا جانا سب کا سب عوامی زبان میں تھا' ایسے لفظوں میں جسے ہر کوئی سمجھ اور جان سکتا تھا' غریب اور نادار لوگوں اور گندی گلیوں میں بھی یہ الفاظ اجنبی نہیں تھے۔

باسو اور اس کے بہت سے پیروکار ذات پات کی تفریق کے نظام کے پیچھے پڑ گئے۔ ذات پات کا یہ آہنی سلسلہ ایسا تھا کہ اس نے پورے سماج کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔عام مرد اور عورت نامراد قیدی بن کر رہ گئے تھے۔ہزاروں عام مردوں اور عورتوں نے باسو کے شاندار خواب کی تعبیر کیلئے کام کیا۔یہ وہ لوگ تھے' جنہیں کلیان میں پہلے انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا' انہیں محض ان کے کام سے پہچانا جاتا تھا۔آئینہ ساز' مردہ جانوروں کی کھال اتارنے والا' بچوں کو جنم دینے والی۔لوگ اکٹھے ہو کر ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئے اور پھر یہ تحریک شدت سے بڑھتی چلی گئی۔ایک ایسی لہر بن گئی جس سے سارے سماجی رواج' مذہبی رسوم اور عمومی روایات کے بہہ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔راجہ بجل جو باسو کا بہت پرانا دوست تھا' سماج کے مضبوط ستونوں کے ہاتھوں شدید دباؤ کا شکار ہو گیا۔ظاہر ہے اس کی اور اس کے وزیر خزانہ کی ذاتی دوستی میں بھی بدمزگی پیدا ہو گئی۔

یہ تحریک اس وقت طوفانی شکل اختیار کر گئی' جب دو ویرشیو جوڑوں کے بچوں کی شادی کا سلسلہ ہونے لگا۔ہونے والی دلہن برہمن تھی اور دولہا لوہار کا بیٹا تھا۔یہ شادی تاریخی واقعے سے زیادہ افسانوی اور لوک کہانی لگتی ہے لیکن کلیان کے بحران کو گھمبیر کرنے میں اس کا کردار اتنا اہم ہے کہ بعد میں کوئی بھی اس واقعے کو نظرانداز نہیں کر پایا۔عام ذہنوں میں یہ شادی کہانی کا ناقابل فراموش کلائمیکس ہے۔

MashalBooks.org

(بہرحال تاریخی شواہد کے مطابق یہ عظیم الشان راجدھانی راجہ بجل کے آخری ایام میں پرتشدد ہنگامہ آرائی کے ہاتھوں نیست و نابود ہوگئی تھی۔)

کہانی کے مطابق' یہ شادی ہی اس سلطنت کی تباہی کا بنیادی سبب بنی۔ روایت پرست پہلے ہی غصے میں بھرے بیٹھے تھے۔ باسو نے دیوی' دیوتاؤں' اختیار' طاقت اور بعداز حیات کے معاملات میں ان کی اجارہ داری کو چیلنج کر رکھا تھا۔ یہ خوف بھی ان کے سر پر سوار ہوگیا کہ ایک مساوی سماج میں' سور' بھیڑ اور کتا تک شیو دیوتا کے پجاری بن جائیں گے۔ انہوں نے اس شادی کو قابل تعزیر قرار دے کر گویا تمام جانی پہچانی اور عمومی صورتحال کے خلاف اپنی حقیقی نفرت کا اظہار کر ڈالا۔ ذات پات پر مبنی سماج کے خلاف' نئے انقلابی تصورات کی خرابی اپنی جگہ لیکن لوہار اور برہمن' دونوں ایک ہی بستر میں؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کلیان کو (اس کی شاندار تجارت' اس کے جھلملاتے مندر اور بلند و بالا محلات سمیت) بموں کے ذریعے صفحۂ ہستی سے ہی مٹا دیا جائے۔

راجہ بجل کو بھی اس شادی کے خلاف مہم میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس نے دولہا' دلہن کے دونوں پتاؤں کو (نوجوان اچھوت دولہا سمیت) ایک خاص طریقے سے' موت کے گھاٹ اتارنے کی سزا سنائی۔ انہیں گھوڑوں کے پیچھے باندھ کر کلیان کی سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹا گیا اور بعد میں بچے کھچے بدن پر موجود سر قلم کر دیئے گئے۔

لیکن باسو کے پیروکار بھی شیو کے سپاہی یونہی مشہور نہیں تھے۔ انہوں نے خصوصاً نچلی ذات کے لوگوں نے' جنہوں نے ذات پات کا جوا گردن سے اتار پھینکا تھا۔ پوری شدت سے اس بے رحمانہ سزا کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ باسو کی عدم تشدد کی ساری اپیلیں رائیگاں گئیں۔ اس کی کرشماتی شخصیت بھی اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں کو اکٹھا رکھنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ شہر شعلوں کی نذر ہونے لگا' کبھی اچھوتوں کی بستیاں جلتی دکھائی دیں اور کبھی خزانے بھرے مندر آگ کی لپیٹ میں نظر آئے۔ باسو نے شہر چھوڑ دیا اور کدال سنگم کے نزدیک...... جہاں دریاؤں کے پاٹ ملتے تھے...... چلا گیا' جوانی میں اسی جگہ وہ گیان دھیان میں مصروف رہا تھا۔ راجہ بجل کو مبینہ طور پر باسو کے دو نوجوان چیلوں نے قتل کر دیا۔ بجل کی موت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد باسو بھی پراسرار حالات میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مشہور یہ ہے کہ دریاؤں کے پاٹوں کے درمیان کا تیز پانی اسے اپنی تند و تیز آغوش میں

بہالے گیا۔

ویرشیو کا نظریہ تو باقی رہا لیکن سماج میں تبدیلی لانے کا عظیم لمحہ ختم ہو گیا۔ آہستہ آہستہ صدیوں پرانے رسم و رواج پر تنقید بھی حرف غلط کی طرح مٹنے لگی تاہم باسو اور اس کے ساتھی تاریخ میں اپنا نام زندہ کر گئے۔ کیا خوبصورت تصور تھا: محنت' جدید خیالات' رومان پرور اور فکر انگیز شاعری' انقلاب اور تصوف کا حسین امتزاج ار سب سے اہم باسو کے اٹھائے ہوئے سوالات جو آٹھ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی مجسم حقیقت ہیں۔

دہلی میں' اپنے باغ کی پرفریبی خاموشی میں...... گزرتی صدی کے عین اختتام پر...... شیو باسو کی میراث کے بارے میں سوچتا ہے۔ ایک ایسی سوچ' جو اچانک اور غیر متوقع انداز میں اس کی وراثت میں آ گئی ہے۔ باسو کے خواب عرصہ دراز پہلے چکنا چور ہو گئے تھے' اب تو ان کا کوئی وجود بھی نہیں' لیکن نہیں وہ خواب' زندہ سلامت موجود ہے' مساوات اور جمہوریت کیلئے اس کی برپا کی ہوئی تحریک فراموش نہیں کی جا سکتی لیکن وہ تباہی و بربادی بھی تو ذہن سے محو نہیں ہو پاتی۔ ایک کو نظرانداز کر کے دوسرے پہلو کو اجاگر کرنے سے' تاریخی معنویت میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ شیو باسو کو' اس کے نظریات اور اس کے دور کو کس طرح واضح کرے؟ کیا وہ سب کچھ محض نفرت زدہ لفنگوں کا کیا دھرا ہے؟ یا مینا کی سوچ...... اور اس کے ستاروں کی حرکت...... کے مطابق یا ریکھا کی جبلت کے مطابق' یہ تحریک ایک محفوظ حیثیت کے حصول کی خاطر تھی؟

مینا نے ابھی تک اپنے کمرے کی لائٹ بند نہیں کی۔ وہ غالباً شیو کی منصوبہ بندی کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ مسلسل سوچ میں غلطاں ہے۔ شاید وہ مینا کو کچھ بتائے بغیر ہی' اپنے بیڈ روم میں چلا جائے۔ اسے سوچنا ہے کہ سربراہ اور ڈین کل صبح اس سے کسی قسم کے سوالات کریں گے اور ان کیلئے اس کے ممکنہ جوابات کیا ہوں گے۔ اپنے بیڈروم کی جانب' اوپر جاتے ہوئے' وہ ایک ٹھنڈی سانس لیتا ہے۔

اس کے اندر موجود آدمی چاہتا ہے کہ باسو کے حوصلے اور جرأت کے ساتھ' وہ سربراہ اور ڈین کی طبیعت اچھی طرح صاف کر دے۔ بعض دیوتا ہمیشہ لوگوں کے درمیان' ان کا جائزہ لینے کیلئے' موجود رہتے ہیں۔ آپ انہیں خود سے علیحدہ کرنا بھی چاہیں تو وہ آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گے اور بعض کتوں سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ وہ دیوتا جو لوگوں کی خیرات پر زندگی

بسر کرتے ہیں بھلا وہ کسی کو کیا دیں گے۔ او سنگم کے دیوتا!

لیکن باسو کی بہادری اور جوانمردی کی یاد ذہن میں تازہ کرتے ہوئے شیو کے اندر موجوذ ایک اور آدمی...... بی اے (تاریخ) کا انچارج' ریکھا کا زمانہ ساز اور جہاں دیدہ شوہر......خوف کے ہاتھوں دبکتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ باغیانہ خیالات کا حامل کوئی ایکٹوسٹ نہیں......وہ خود کو سمجھاتا ہے...... بلکہ تعلیم و تدریس کے شعبے کا آدمی ہے۔ وہ پروفیسر ہے' کسی اخبار کے دوانچی کالم کا ہیرو نہیں۔ باسو کا حامی اس کی کاٹ کیلئے سامنے آتا ہے' تم پروفیسر کس چیز کے ہو؟ اگر تم اپنے ہی لکھے کا دفاع نہیں کر سکتے۔ کیا دوسرے لوگ تمہیں بتائیں گے کہ تمہیں کیا سوچنا ہے؟ کیسے سوچنا ہے؟ شیو اس بظاہر شریفانہ لہجے کو بھی سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ تحمل اور میانہ روی اختیار کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ وہ اپنے پتاجی کی طرح انہیں قائل کرنے کی کوشش کرے گا۔ شیو! تمہیں پتہ ہے کہ عام آدمی ہیرو نہیں بن سکتا۔

شیو چادر اوڑھ کر آنکھیں سختی سے موند لیتا ہے۔ اسے یاد نہیں آتا کہ آخری بار اس نے اتنی شدید تنہائی کب محسوس کی تھی؟ ٹیلیفون کال آنے سے پہلے ماحول کتنا خوبصورت اور خوشگوار تھا۔ وہ اینیتا کا ماڈل سبق ایڈیٹ کر رہا تھا' بینا کے ساتھ دوپہر میں ٹی وی پروگرام دیکھنے کا پراسرار اور عجیب و غریب سا لطف بھی اسے یاد تھا۔ اب یہ سب گزرے ہوئے وقت کا حصہ ہے۔ اس کی حقیقی زندگی سے علیحدہ کوئی اور چیز' ایک ایسا خواب' جس سے شاید وہ بے خبر تھا مگر اب وہ بھی اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ صبح' جب وہ بیدار ہوگا' وہ چاہے یا نہ چاہے' اسے حقیقی زندگی کی تلخ و ترش صورتوں کا سامنا کرنا ہوگا۔

MashalBooks.org

5

سولہ ستمبر

صبح سویرے، آئینے کے سامنے، مختلف شعبوں کے سربراہوں اور ڈینز کی دنیا اور تاریخ کے نام نہاد وحشی محافظوں کا مقابلہ کرنے کے لئے، ایک سپاہی، اپنے ہتھیار زیب تن کر رہا ہے۔ مینا سامنے منتظر ہے کہ کب شیو اپنے جنگی ساز و سامان سے لیس، کسی افسانوی جنگ جو ہیرو کی شکل اختیار کرتا ہے۔

آئینے میں نظر آتی شکل کسی ہیرو کی نہیں۔ اس میں کوئی نوجوان مسلح جنگ جو بھی دکھائی نہیں دے رہا۔ باون سال کی عمر میں عموماً ہیرو پیدا نہیں ہوا کرتے۔ آئینے میں منعکس ہوتا چہرہ کچھ یوں ہے: درمیانہ قد، نرم لہجہ، نمک اور کالی مرچ جیسی گھلی ملی، گھنی مونچھیں، خودرو جڑی بوٹیوں کی طرح فربہی مائل پینٹ، شیو پینٹ پہنتے ہوئے ذرا ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔ وہ اس کے بٹن اور بیلٹ کہاں لگائے؟ پیٹ کے ابھار کے اوپر یا نیچے، نہ جانے کیوں، یہ سوچ روز ہی اس کے ذہن میں در آتی ہے۔ بہر حال وہ پتلون کو اچھی طرح اوپر کھینچ تان کر، پیٹ پر لٹکا لیتا ہے، اس مقام سے بھی اوپر، جہاں کبھی اس کی کمر کی حد ہوا کرتی تھی، کولہے ناقابل اعتبار ہیں، کیا پتہ کب پینٹ نیچے ڈھلک جائے۔

ڈین کا آفس کسی سرد اور آرام دہ غار کی مانند ہے۔ بھاری گہرے پردے...... مٹی کی

MashalBooks.org

تہیں چڑھ جانے کی وجہ سے اونٹ کے رنگ جیسا گہرا بھورا رنگ لئے...... یونیورسٹی گراؤنڈ کو نگاہ سے اوجھل کر دیتے ہیں۔ ڈین کا کمرہ اس کے مہذب اور شائستہ ہونے کا اظہار ہے۔ میز' کرسیاں' الماریاں' کتابوں کے شیلف' غرض ہر شے پر یونیورسٹی کا نشان سفید رنگ میں عیاں ہے' ڈین کی میز کے کونے میں لکھا ہےKGU-SS-32-1 جیسے وہ کسی مویشی خانہ یا جیل کا بڑاافسر ہے۔ جس میں ہر چیز اعداد کے دائرے میں قید اور متعین ہوتی ہے۔ ڈین کے فرنیچر پر اس طرح کے اعداد کی موجودگی ممکن ہے یونیورسٹی کے ضوابط کی مجبوری ہو تاہم اس کا کمرہ بالکل مختلف ہے۔ سال خوردہ دیوار پر موجود تصاویر کے نیچے مٹی کے رنگ کے فرش پر بچھی دری' قلم' سٹیپل اور پن کلپس ہولڈرز' لکڑی کے گملے میں خشک پھولوں کی ترتیب...... یہ سب اس امر کی چغلی کھا رہے ہیں کہ یونیورسٹی انتظامیہ میں مسلسل آگے بڑھنے والے روشن ستارہ ہونے کے باوجود وہ حقیقتاً ان بڑوں میں شامل نہیں۔

ڈین اور سربراہ چائے پیتے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ شیو کیلئے بھی ایک کپ رکھا ہے۔ اس کی بالائی سطح پر جم جانے والی پپڑی سے انداز ہو سکتا ہے کہ چائے رکھے اور اپنے شکار کا انتظار کرتے کتنی دیر ہو چکی ہے۔ چائے کے کپ سے ہی اسے پتہ چل رہا ہے کہ اسے کس کرسی پر بیٹھنا ہے۔ سربراہ اور ڈین یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ملزم کی کشتی کو ساحل پر کس جگہ لگانا ہے۔ سربراہ' ڈین کی کرسی کے سامنے' شیو کے برابر بیٹھا ہے۔ ڈین اپنے اور شیو کے درمیان فاصلے بڑھانے کیلئے اپنی کرسی کچھ اور دائیں جانب کھسکا لیتا ہے۔ ممکن ہے وہ اپنے پیر پھیلانے کی جگہ چاہتا ہو۔ ڈین کی نگاہیں آناً فاناً شیو کے سراپا کا جائزہ لیتی ہیں۔ وہ چہرے پر مسکراہٹ لائے بغیر' ظاہری ملائمت برقرار رکھتے ہوئے کہتا ہے ''آیئے پروفیسر مورتی! بیٹھیے' چائے؟''

شیو ممنونیت کے انداز میں چائے کا کپ اٹھا لیتا ہے۔ ڈین اپنی بات جاری رکھتا ہے۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ چھٹی کے دوران آپ کو بلایا گیا لیکن اس مسئلے کو بہرحال نمٹانا تھا' پروفیسر شرمانے بتا ہی دیا ہوگا کہ صورتحال خاصی خراب ہے۔''

شیو کے کسی ردعمل سے پہلے شعبے کا سربراہ اثبات میں اپنا سر ہلا دیتا ہے۔ وہ اس کے جوش خطابت سے مسحور دکھائی دیتا ہے۔

'' چلیئے ہم اس سبق کے بارے میں آپ کے بیان سے ہی ابتداء کرتے ہیں۔

میں نے بھی اسے پڑھ لیا ہے لیکن میری خواہش ہے کہ میں سکول بورڈ کے سامنے آپ کی رائے ایمانداری سے پیش کروں......اور ضروری ہو تو یونیورسٹی کی انتظامی کونسل کے سامنے بھی۔''

شیو ٹھنڈی برف چائے کا ایک گھونٹ لیتا ہے۔اس کا ذائقہ بھی اس کی شکل ہی کی طرح انتہائی بے ہودہ ہے۔ پھر وہ شعبہ کے سربراہ کو پوری طرح نظر انداز کرتے ہوئے ڈین کو اپنا جواب پیش کرتا ہے۔

''یہ سبق زمانہ وسطی کی بھارتی تاریخ کے پیپر کا حصہ ہے' جس کے تین کریڈٹ ہیں چونکہ زمانہ وسطی میرا شعبہ ہے۔ میں نے مناسب جانا کہ اس پر باہر کے کسی مضمون نگار کی خدمات حاصل نہ کی جائیں۔ باسو حالانکہ بہت سارے اوصاف اور بہت سی شخصیتوں کا امتزاج ہے......شاعر اور صوفی' وزیر خزانہ اور سیاسی رہنما' عوامی آدمی اور دھرم آتما......تاہم سبق بذات خود ایک صاف ستھرا بیان ہے۔

یہ باسو کی زندگی کا عکس دکھاتا ہے۔اس کے انقلابی نظریات اور ذات پات کی تقسیم اور پروہتوں کی حکمرانی کے خلاف اس کی جدوجہد کی قدم بہ قدم نشوونما ظاہر کرتا ہے۔ایک طرف دربار اور برہمنوں اور تاجروں کے مابین تلخیاں بڑھیں تو دوسری جانب نچلی ذات کے کاریگروں اور اچھوتوں کی بالائی طبقات کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔یہ لوگ باسو کی ویرشیو تحریک میں جا شامل ہوئے۔اپنی تلخیوں اور نفرتوں سے عبارت باسو کے ساتھیوں کے انتشار' خود اس کا کلیان سے خروج اور فوراً بعد اس کی موت پر اس سبق کا اختتام ہو جاتا ہے۔''

ڈین شیو کی باتیں خاصی دلچسپی سے سنتا ہے یا ممکن ہے یہ انداز اس کی فطرت کا خاصہ ہو تاہم سربراہ کا سر (ضبط کا دامن چھوٹ جانے کی وجہ سے) اب قطعی غیر متحرک ہو گیا ہے۔

''ہاں! ہم نے سبق پڑھ لیا ہے ڈاکٹر مورتی' مسئلہ اس کے مواد کا نہیں بلکہ اس سے پیدا شدہ عواقب ونتائج اور پیچیدگیوں کا ہے' جنہیں بین السطور سمجھا جا سکتا ہے' میں نے سبق کا بڑا محتاط جائزہ لیا ہے اور میں نے ان محاوروں اور جملوں کی باقاعدہ فہرست بنائی ہے جن سے غلط مطالب اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ اس طرح کی حماقتوں کو جواز فراہم کرنا یا ان کی وضاحت کرنا' ہمارے لئے مشکل ہو جائے گا۔''

وہ شیو کو درشت نظروں سے دیکھتا ہے۔ شیو کو یقین نہیں آتا۔ اس نے گزشتہ سالوں میں اپنے شعبے کے سربراہ کو ایک بالکل مختلف شخصیت کے طور پر دیکھا یا سوچا تھا۔ خود پسند مگر بزدل، شاید وہ اپنی بزدلی کو چھپانے کیلئے ہی خود پسند بنتا ہے۔ وہی شخص آج اپنی بزدلی کو ایک طرف رکھ کر اس کے خلاف کھل کر بول رہا ہے۔

''نمبر ایک، پسماندہ انداز فکر، نمبر دو، باسو کی زندگی کے متصادم پہلو، متضاد بیانات، نمبر تین، اس کی پیدائش کے بارے میں گھڑی گھڑائی کہاوتیں، نمبر چار پروہتوں کے ذریعے ہٹ دھرم انقلابی کہلانا، سماجی ڈھانچے، استحکام اور مذہب کیلئے خطرہ، خطرناک آدمی کہا گیا۔ پانچ، دھرم کا سکون باسو کیلئے ناکافی تھا۔ نمبر چھ، یہ افواہیں کہ باسو اپنے چیلوں کی دیکھ بھال کیلئے شاہی خزانے کی رقم استعمال کرتا رہا، نمبر سات، کلیان کے عظیم شہر میں سماجی تقسیم بہت گہری ہوگئی۔ ذات پات ایک غالب عامل کی شکل اختیار کر گئی، نمبر آٹھ، قدیم برہمنی دھرم اور عوامی مذہبی اصلاحات اور صوفی شعراء کے مابین کشمکش موجود تھی، نمبر نو، بساوا ایران کے رقاص اور شرابی صوفیوں سے ملا، وہ ان سے بھی متاثر ہوا ہوگا، نمبر دس، راجہ بجل کلیان کا راجہ برہمنوں کے دباؤ میں آکر نچلی ذات کے شودروں پر شدید مظالم کا مرتکب ہوا۔ باسو نے راجہ کو کئی ایسی کہانیاں سنائیں جن میں نچلی ذات کے لوگوں، خصوصاً اچھوتوں کو برہمنوں کے مقابلے میں برتر دکھایا گیا تھا۔''

شعبہ کا سربراہ سانس لینے کیلئے رکتا ہے۔ ڈین کافی دیر سے میز پر اپنا چہرہ ٹکائے اس کی باتیں سن رہا تھا، اب نظر اٹھا کر دیکھتا ہے۔

''لیکن یہ سب کچھ تاریخ کا حصہ ہے، اسے مختلف ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے'' شیو کہتا ہے ''یہ سب معلوم کرنے اور جاننے کی شدید خواہش ہے کہ ادبی مواد لوک کہاوتوں، مخطوطوں اور دوسرے ریکارڈ کی مدد سے باسو کی زندگی اور اس کے دور کے حقائق کو اکٹھا کر کے واضح شکل دی جارہی ہے۔ سبق کی کتابیات میں ان سب اہم ذرائع کو شامل کیا گیا ہے جنہیں کافی عرصے سے زمانہ وسطی کے تاریخ دان استعمال کرتے رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے'' ڈین کہتا ہے ''ہم یہ باتیں سمجھتے ہیں پروفیسر مورتی اور ہمیں اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ محض بدقسمتی کی بات ہے۔ پروفیسر شرما! کیا ہم اس اتہاس سرکھشا منچ کے مطالبات کا جائزہ لے سکتے ہیں؟''

سربراہ کے پاس غالباً ایک اور ورق ہے' اسے وہ مبہم بیانات کا نام دیتا ہے۔ اس کے نزدیک مبہم کا لفظ شاید وہ جادو ہے جو حقیقت کو خود بخود کذب و افترا میں بدل سکتا ہے۔ خاصی ہچکچاہٹ کے بعد وہ فہرست کے باقی ماندہ حصے کو ایک طرف رکھتا ہے اور ایک اور کاغذ نکالتا ہے۔

''منچ کے تین مطالبات ہیں۔ پہلا: ان کے جذبات مجروح کئے جانے پر معافی کے بارے میں ہے۔ وہ ڈاکٹر مورتی' شعبہ تاریخ اور یونیورسٹی کی طرف سے علیحدہ علیحدہ معذرت کے طلبگار ہیں۔ دوسرا: سبق کو نصاب سے نکال دیا جائے۔ اس کورس میں شامل طلبہ سے اس کا مواد واپس لیا جائے۔ اس کی کاپیاں سٹڈی مراکز اور لائبریریوں سے واپس منگوائی جائیں۔ تیسرا: یہ سبق دوبارہ تیار کیا جائے اور اسے چھپنے سے پہلے منچ کو دکھایا جائے۔''

ڈین غصے سے غراتا ہے ''ہم انہیں اپنا مواد کیوں دیں؟ کیوں ان سے منظور کرائیں؟ یہ بڑی بے ہودہ باتیں ہیں۔ انہیں بھی اس کا علم ہوگا۔ میرا خیال ہے وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ کہاں تک مار کر سکتے ہیں۔''

سربراہ کی خاموشی اس کے متفق ہونے کی علامت ہے لیکن شیو کو اب اس شخص پر بالکل اعتبار نہیں رہا۔ کسی کو مالی خولیا ہو تو بھی اسے بھگتنا تو پڑتا ہے۔ یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ کون ہمدرد اور نرم مزاج ہے اور کون محض مشکلات سے بچنے کی کوشش میں ہے۔ اکسٹھ سالہ سربراہ! اس کی ریٹائرمنٹ میں صرف ایک سال باقی ہے اگر اسے مشیر کی حیثیت سے اپنی ملازمت میں توسیع کی خواہش ہے تو وہ اپنی نوکری کا آخری سال کسی تنازع کی نذر ہونے سے بچانا چاہے گا۔

''میں معافی نہیں مانگوں گا'' اچانک شیو بول اٹھتا ہے ''میں دوسرے دو مطالبات کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف میرا مسئلہ نہیں'

سربراہ اس کی طرف اس طرح دیکھتا ہے جیسے وہ کوئی تکلیف دہ مکھی ہو جسے مار دینا چاہئے۔ شیو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس نے کٹھن فیصلہ کیا ہے۔ عین ممکن ہے وہ بعد میں معذرت بھی کر لے لیکن وہ بڑا پاگل ہوگا اگر وہ سربراہ کو یہ سوچنے کا موقع دے دے کہ اسے آسانی سے قابو کیا جا سکتا ہے۔

شیو کھنکار کر دوبارہ کہتا ہے ''کسی بھی تصور' کسی بھی انداز سے یہ سبق تاریخ کو مسخ نہیں

MashalBooks.org

کرتا۔ میں نہ تو معافی مانگوں گا اور نہ ہی یونیورسٹی سے باہر کسی ایسے گروپ کے آگے وضاحتیں کرنا چاہوں گا' جسے تاریخ کی ذرا بھی شد بدھ نہیں۔''

سربراہ فوراً شیو پر جوابی حملہ کرتا ہے''پتہ نہیں' آپ کیوں ہیرو بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر مورتی! ہم لوگ ادھیڑ عمر پروفیسرز ہیں' کوئی سنسنی پھیلانے والے لوگ نہیں ہیں'' سربراہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ کل رات بعینہ یہی بات شیو کے ذہن میں بھی آئی تھی۔ مادہ پرست سوچ' ڈاکٹر شرما کے چہرے پر بہت واضح ہوگئی لیکن وہ ڈین کی اٹھتی نگاہوں کا زاویہ بھی اچھی طرح سمجھتا ہے چنانچہ وہ فوراً ہی اپنا لہجہ بدل لیتا ہے''ہم یہاں علم کو ایک سٹینڈرڈ ایک معیار دیتے ہیں۔ صحیح تاریخی حقائق سے ہمارے لگاؤ اور تعلق کا اس سے کوئی تضاد نہیں۔''

پھر سربراہ ادھر ادھر کی ہانکنا بند کر کے معاملے کی طرف آتا ہے''اور پھر یہ بھی تو ہے کہ یہ سبق لکھا کس کیلئے گیا ہے؟ اس کے قاری بی اے کے طلبہ ہی تو ہیں۔''

وہ یہ نہیں کہتا کہ صرف کارسپانڈنس کے طلبہ حالانکہ یہ خیال اس کے ذہن میں ابھرتا ضرور ہے۔ پھر وہ بات پلٹتا ہے۔''جہاں تک تاریخی حقائق کا تعلق ہے تو اس سبق سے متعلق حقائق کیا ہیں؟ ایک: کلیان ایک خوشحال ریاست تھی چاہو تو کہہ دو' ہندو ماضی اور ورثے کا خوبصورت نمونہ۔ دو: باسو نے لوگوں کو اچھوتوں کو اوپر اٹھانے کی اہمیت کا درس دیا لیکن وہ ایک مذہب کا بانی تھا' کسی شورشرابے والے انقلاب کا خواہاں باغی ذہن نہیں تھا۔ سبق کو انہیں حقائق تک کیوں نہ محدود کیا جائے جو ہمارے طلبہ کی ضرورت ہیں: اہم تاریخی دن' سنتوں صوفیوں اور راجاؤں کی اہم کامیابیاں' بلاوجہ بحث و مباحثے اور تنازعات میں کیوں پڑا جائے...... چاہے یہ سب کچھ کتنا ہی دلکش اور تاریخی طور پر ضروری کیوں نہ ہو...... اگر طلبہ کو ان کی ضرورت نہیں یا وہ انہیں پسند نہیں کرتے؟ ہماری یونیورسٹی اس قسم کی ذاتی آراء یا خودنمائی برداشت نہیں کرسکتی۔ ہمارے طلبہ کا تعلق پورے بھارت سے ہے' ان کے اپنے اپنے پس منظر ہیں اس لئے بھی ہمیں غیر ذمہ دارانہ تنازعات سے پہلو بچانا چاہئے۔''

''لیکن ڈاکٹر شرما'' شیو' سربراہ کی خودنمائی کی بات سے جھلا سا گیا ہے''یہ ظاہر کرنا بڑا مشکل ہے کہ کلیان کے انتشار میں سماجی تبدیلی کی تحریک کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ حکمران برہمنوں اور نچلی ذات کے ویرشیو جانبازوں کے مفادات کے مابین بنیادی تقسیم موجود نہیں تھی یا باسو اس دور کا آدمی ہی نہیں تھا' اس کی اپنی حدود و قیود تھیں اسے تو اس

دور کے غاصبوں سے چھٹکارا پانے کیلئے حرکت میں آنا پڑا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ موجودہ پریشان کن صورتحال سے نپٹنا ضروری ہے' میں بھی اس پر متفکر ہوں مگر میں یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ تاریخی اسباق کے طریق کار میں کوئی خرابی ہے۔

ڈین' ان دونوں میں کسی سے بھی غیر متفق نہیں دکھائی دیتا تاہم اس کا چہرہ چغلی کھا رہا ہے کہ وہ معاملے کو کبھی بھی سربراہ کے انداز میں پیش نہ کرتا اور نہ ہی شیو کی اپروچ اپناتا' وہ ہچکچاتے ریفری کی طرح دونوں سے مخاطب ہوتا ہے''پروفیسر مورتی کا کہنا ہے اور یہ بڑا واضح ہے کہ وہ ذاتی معذرت کے خلاف ہیں۔ وقت یقیناً بہت کم ہے تاہم میرے خیال میں پروفیسر مورتی کے بارے میں قطعی جلد بازی نہیں کرنی چاہئے۔ میں دباؤ کا شکار نہیں کرنا چاہتا اس بارے میں کچھ دن اور غور وفکر کیوں نہیں کر لیتے؟''

شیو کے کھڑے ہوتے ہی' ڈین بھی اٹھتا ہے۔ وہ اس طرح ہاتھ ملاتے ہیں' جیسے شیو کسی لمبے سفر پر روانہ ہو رہا ہو' شیو سربراہ سے پہلے ہی کمرے سے نکل کر' اپنی کار کا رخ کرتا ہے۔ بے چینی اور اضطراب اس کے چہرے سے ظاہر ہیں' اپیتا بالکل صحیح کہتی ہے' شیو سوچتا ہے۔ میٹنگ کے بعد ذہنی اذیت نام کی بھی ایک چیز ہوتی ہے...... کیونکہ اکثر میٹنگیں مونولاگ سے آگے بڑھ کر گفتگو ہی نہیں بن پاتیں۔ پھر وہ ڈین کے کمرے میں بیٹھ کر بھلا کیا باتیں کرتے؟ تاریخ کیسے لکھی جائے؟ یا مینا اور اس کے دوستوں کے انداز میں' قدامت پرستوں کو کیسے للکارا جائے؟

کار میں بیٹھنے کے بعد' شیو گھر نہ جانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ وہ اگلی پارکنگ میں کار لے جاتا ہے' شعبے کی عمارت کے بالکل نزدیک' اس کا آج یہاں آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اب اسے اپنے کمرے میں جانا ٹھیک لگ رہا ہے۔ وہ اپنی میز پر بیٹھ کر ڈاک دیکھے گا اور اپنے حقوق کا صحیح استعمال کرے گا۔

اپنے کمرے کے قفل سے نبرد آزمائی کے دوران سب سے پہلے اس سے ٹکرانے والی کوئی اور نہیں سربراہ کی سیکرٹری ہے۔ مسز خان اسے دیکھ کر مسکراتی ہے ہمیشہ کی طرح چمکتی دمکتی اور حرارت انگیز۔

''اپنی ڈاک چیک کرنی ہے' مسٹر مورتی؟'' وہ پوچھتی ہے۔

MashalBooks.org

باہمی علیک سلیک اور تقریباً تین منٹ تک خوشگوار جملوں کے تبادلے کے باوجود' شیو کو یوں لگتا ہے جیسے وہ دونوں محض رسم دنیا نبھار ہے ہیں یا ممکن ہے یہ محض اسکے تخیل کی کارستانی ہو۔ حالیہ تنازع کا عکس دونوں کی آنکھوں کے جزیروں میں بسا ہوا ہو۔ دو مختلف جزیروں میں ایک جیسی گندگی کا انبار؟

چاہے یہ حقیقت رہی ہو یا افسانہ' شیو اسکو واپس جاتے دیکھ کر سکھ کا سانس لیتا ہے ایک نظر نہ آنے والا خفیف سا نشان شاید ہلکی سی شرم کا احساس جو دو شکاروں کے درمیان حجاب سا تان گیا۔ پھر بھی دونوں آئینے میں اپنا آپ دیکھنے کے بجائے دوسرے کے داغ پر نگاہ جما رہے تھے۔

شیو کمرے کا دروازہ بند کر کے کرسی پر بیٹھتا ہے اور اپنے اردگرد نگاہ دوڑاتا ہے۔ جانے پہچانے بک شیلف' ان پر جمی رنگارنگ جلدیں' عشروں پر محیط کتابوں کے بوجھ تلے ان کا درمیانی جھکاؤ' شیشے کی الماری' فائلنگ کیبنٹ کے جی یوڈی او ایچ ایس ایس 29 اور انہی طویل حروف کے ساتھ 30۔ نیلگوں دیواریں' جن کا رنگ گرد اور وقت کے ہاتھوں اڑتا چلا گیا مگر اسے سمندری رنگ اور فضا سے متنفر کر گیا۔ دیوار کے اوپری جانب' چھت کے بالکل قریب دو دھبے دکھائی دیتے ہیں۔ 8 کی شکل کے یہ دھبے شروع دن سے جب سے شیو اس یونیورسٹی میں آیا ہے۔ اسی طرح یہاں موجود ہیں۔ وہ ان دھبوں میں ان سالوں کے دوران نہ جانے کس کس کی تصویریں دیکھ چکا ہے۔ لگتا ہے جیسے یہ دھبے رورشیک (Rorschach) ٹسٹ (روشنائی کے دھبوں کے ذریعہ نفسیاتی ٹسٹ) کا کوئی انتہائی نجی تصور ابھار رہے ہوں۔ ان شکلوں نے اسکی قوت متخیلہ کو بڑی مہمیز دی ہے: کبھی چھاتی کے ابھار' کبھی سکڑتے اور پھیلتے پھیپھڑے اور کبھی کسی پرندے کے پر اور نہ جانے کیا کیا کچھ شیو کی نگاہیں' دو کھڑکیوں والی' برابر کی دیوا کی جانب گھومتی ہیں۔ اسے کولر کی ہلکی سی گونج میں کبوتروں کی غٹرغوں کی آوازیں' اس کھڑکی میں سے اکثر سنائی دیتی ہیں۔ ان کبوتروں سے اس کی ہمیشہ کی مخاصمت رہی ہے۔ لیکن کم بخت کبوتروں نے کولر کے ساتھ بنے اپنے گھونسلے میں رہنا نہیں چھوڑا۔ کولر کا اوپری حصہ ان کے لیے ایک طرح کا رن وے ہے جہاں سے اڑان لے کر' وہ آسمان کی بلندیوں میں غائب ہو جاتے ہیں۔

ایک سرد آہ شیو کے ہونٹوں پر آ جاتی ہے۔ یہ ہے وہ ہے جگہ' جو اس کی اپنی ہے اور وہ

یہیں رہنا چاہتا ہے۔اس حقیقت کا حیرت انگیز انکشاف بجلی کی رو کی طرح اس کے ذہن میں کوندتا ہے۔شاید یہ احساس اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی کھلی کھڑکی سے چھلانگ لگاتا ہے یقیناً یہی بات ہوگی۔اس تصوراتی مشین میں نظر آنے والا آخری منظر'فٹ پاتھ سے ٹکرانا اور اس کا ٹوٹ جانا' بجائے خود ایک پیغام ہے۔ ٹیلی گرافک زبان میں کوندتا ہوا پیغام: مجھے پتہ ہے میں نے شکوہ کیا مگر میرا یہ مطلب نہیں تھا اور جو کچھ میں کر بیٹھا ہوں' یہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا' بہرحال یہی میری جگہ ہے اور یہی میرا مقام۔

شیو دروازے پر دستک سنتا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرے' دروازہ کھلتا ہے اور اپیتا سین سامنے ہے' اس کے پیچھے مینن بھی دکھائی دیتا ہے۔مسز خان نے آناً فاناً ہر جگہ اطلاع کر دی ہے۔

''شیو'' اپیتا کا لہجہ خاصا التجا والا ہے' جیسے وہ کسی فوری مدد کی طالب ہو۔'' کیسے ہو؟ تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔''

میٹنگ کیسی رہی؟ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا'' مینن پوچھتا ہے۔ دونوں اندر آ کر بیٹھ جاتے ہیں اپیتا اپنے کرتے کی جیب سے سگریٹ نکالتی ہے۔

ہمدردی' تجسس' جوش وخروش۔اپیتا کی بے پناہ اکتاہٹ ایک دم غائب ہو جاتی ہے۔ مینن پراسرار مینن جو پوری میٹنگ کے دوران ایک لفظ منہ سے ادا کئے بغیر' محض درودیوار اور چھت پر اپنی نگاہیں جمائے' انہیں گھورتے ہوئے وقت گذار سکتا ہے اس وقت خاصی ہیجانی کیفیت میں ہے شیو خود کو سنبھالتا ہے: وہ ان کی ہمدردی کا اتنا باریک بینی سے جائزہ کیوں لینا چاہتا ہے؟ شاید یہ یقین کرنے کے لیے کہ اس میں کوئی کھوٹ تو نہیں۔اگر وہ ان کے کھوجی سوالات اور ان کے ہمدردانہ طرز عمل سے پہلو بچانے کی کوشش کرتا ہے تو پھر اور کون رہ جاتا ہے؟ کہاں سے لائے گا وہ اپنے لیے حمایت' ایک ایسے مقابلے کے لیے جس کے لیے ابھی وہ تیار بھی نہیں ہوا۔

شیو انہیں میٹنگ کے بارے میں مختصراً بتاتا ہے۔ میٹنگ کا دوبارہ جائزہ لیتے ہوئے' اسے میٹنگ میں اٹھائے گئے نکات یاد آتے ہیں' کتنے بے ہودہ اور فضول تھے وہ نکات! اگر اسے دریا دلی اور فیاضی ہی کرنی ہے تو وہ اس سے خاصی مختلف ہوگی۔اس بے ہودہ اور خطرناک صورت حال میں اسے اپنے دوستوں سے شیئر کرنا ہوگا۔ان بوڑھوں کے انداز

سے کہیں بہتر اور اچھے طریقے سے اسے اپنے لائحہ عمل پر ایتا اور مینن سے مشورہ کرنا چاہئے۔
ایکشن پلان، بڑے واضح انداز میں یہ محاورہ اس کے ذہن میں کوندتا ہے: طولانی اور گہری لہروں میں ابھرتا ہوا نرم و نازک چہرہ۔ شیو کی زبان، منہ کے اندرونی فرش پر تھرکتی ہے۔ وہ کسی کھٹی میٹھی اور رسیلی چیز کی تلاش میں ہے۔ املی کی کتار کی طرح، جسے وہ اپنے بچپن میں چاٹا کرتا تھا۔ اس ذائقے کے حوالے سے اس کے تصور میں ایک عریاں گندمی ٹانگ ابھرتی ہے۔ بالکل مینا کی طرح کی۔ پھر شیو ایتا کو اپنی نگاہ میں تولتا ہے جوان دونوں کے درمیان سگریٹ کے کش لیتی، دھویں کے مرغولے اڑا رہی ہے۔ لمحے بھر کو ایک اور ذائقہ ایک اور لمس اس کے تخیل میں آ گھستا ہے، ایتا کی نکوٹین بھری زبان کا۔ پھر بے وفائی کا احساس ذہن میں در آتا ہے تاہم ایک بے یقینی سی کیفیت کے ساتھ: کون کس سے بے وفائی کر رہا ہے۔
''میں آپ دونوں سے رابطہ رکھوں گا۔'' وہ چابیاں اٹھاتے ہوئے کہتا ہے۔ مینن، ڈین ہی کی طرح، شیو سے ہاتھ ملاتا ہے لیکن پھر اچانک وہ شیو کا کندھا تھپتھپاتا ہے۔ ان کے الوداعی کلمات میں ایک عجیب سی کیفیت ہے جیسے وہ دونوں کسی جنازے میں شریک ہو رہے ہوں۔ شیو کے اندر کہیں بے ساختہ ایک زوردار قہقہہ گونجنا چاہتا ہے۔ عجیب خبطی پن ہے۔ بلاوجہ اپنے اعضا کو الٹی سیدھی جگہ گھمائے جانا! ہر کوئی اتنا سنجیدہ کیوں ہو رہا ہے جیسے جنگ نا گزیر ہو چکی ہے؟ ایسے لچے لفنگوں کو اہمیت دے کر، یہ انہیں بے وجہ طاقت ور بنا رہے ہیں۔ ابھی کچھ عرصے پہلے تک شیو اور اس کے ساتھی ایسے تعصب پسند تصوراتی نمونوں کا کھل کر مذاق اڑایا کرتے تھے: امریکہ کے باسی دراصل ہندو تھے۔ حضرت عیسیٰ کشمیر کی ایک اونچی چوٹی پر تبلیغ وغیرہ کیا کرتے تھے۔ سینٹ پال کا چرچ درحقیقت خود سینٹ پال نے بنوایا تھا۔
ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا، خود ایتا چہرے پر مکارانہ مسکراہٹ سجائے پوچھا کرتی تھی: ''تم یہ کیلکولیٹر کیوں رکھتے ہو ڈاکٹر آریا؟ میرے خیال میں تو تم، وید کے حسابی قاعدوں کے ذریعے، زبانی ہی انہیں حل کر سکتے ہو گے۔''
گھر کی جانب ڈرائیو کرتے ہوئے شیو کو اچانک آریا یاد آ گیا۔ اسے اب احساس ہوا کہ ایتا یا مینن نے اور نہ ہی سربراہ نے اس کے بارے میں کچھ بتایا۔ مسز خان نے بھی کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔ آریا لگتا ہے، ہلکی ہوا میں تحلیل ہو گیا ہے۔ ہزار ہا ذرات کی صورت میں اور ان کے اردگرد پھیلی فضا میں، اپنی تمام تر خباثتوں اور کدورتوں سمیت اس کا تحلیل شدہ

وجود پھیلا ہوا ہے۔

گھر پہنچتے ہی مینا' اپنی بے ساکھیوں کے سہارے' اچھلتی کودتی آ کر دروازہ کھولتی ہے۔
''کملا کہاں ہے؟'' شیو پوچھتا ہے۔''اور ببلی؟''
لیکن مینا' اپنے اکیلے رہ جانے پر اس کی پریشانی سے محظوظ ہو رہی ہے۔'' یہیں کہیں ہوں گے' مجھے پتہ نہیں لیکن دیکھو' یہ کیا آیا ہے۔ دونوں ہی دستی آئے ہیں۔ ببلی نے وصول کئے تھے۔ بدقسمتی سے میں ان سے نہیں مل سکی۔
شیو' کرسی پر بیٹھنے میں مینا کی مدد کرتا ہے اور دونوں لفافے اس سے لے لیتا ہے۔ دونوں ہی کھلے ہوئے ہیں۔''مجھے معلوم تھا' تم برا نہیں مانو گے۔'' مینا کہتی ہے۔''میں تمہاری واپسی تک انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ انہیں پڑھو تو' لمبا والا خط پہلے دیکھنا۔''
طویل متن والا خط' دراصل ''کرنٹ'' کا پہلا صفحہ ہے۔ اس کے نچلے حصے میں موجود آرٹیکل پر سرخ پنسل سے نشانات لئے ہوئے ہیں۔
''استاد کو کون پڑھائے گا؟''
''پروفیسر کے تاریخ مسخ کرنے کے عمل کے خلاف احتجاج''
15 ستمبر نئی دہلی۔ کستوربا گاندھی سنٹرل یونیورسٹی میں تاریخ کے ایک سینئر پروفیسر پر زمانہ وسطی کی بھارتی تاریخ کے حقائق کو مسخ کرنے اور یونیورسٹی کے ایک سبق میں نظریاتی تعصب پھیلانے کا الزام عاید کیا گیا ہے۔
اتہاس سرکھشا منچ نامی ایک آزاد سماجی اور ثقافتی تنظیم نے بدھ کے روز دارالحکومت میں ایک بیان جاری کیا۔ اس کا عنوان ہے:''ہماری درخشندہ اور تابندہ بھارتی تاریخ کو بدلنے کی کوشش کا اختتام'' یہ بیان تنظیم کے ایک رہنما مسٹر انت ترپاٹھی کے دستخطوں سے جاری ہوا۔ ان کا کہنا ہے ہم اپنی تاریخ کو اس طرح آلودہ نہیں ہونے دیں گے۔ غیر ملکی نظریات اور طریق کار سے متاثر تاریخ دان آزادی کے پچاس سال گزر جانے کے باوجود اپنے خیالات اور تصورات میں تبدیلی نہیں لا سکے۔ وہ بدستور ہمیں ہمارے قابل فخر مندروں اور عظیم پروہتوں کی عظمت رفتہ سے بیگانہ رکھنا چاہتے ہیں یہ تاریخ دان کسی طرح بھی ان مسلمانوں سے مختلف نہیں' جنہوں نے ہماری سرزمین پر حملہ کیا تھا' سکول کا بچہ بچہ غزنوی سے غوری تک'

مسلمانوں کی ساری کہانی جانتا ہے۔ مسلمان حملہ آور ہندو تہذیب و تمدن کو ہمیشہ ہی تباہ کرنے کے در پے رہے ہیں۔ انہی کی طرح، یہ آج کے جدید حملہ آور بھی، مورخوں کے بھیس میں ہماری رسوم و روایات کے سسٹم اور ہماری طرز زندگی...... جو ہر زمانے کے گرم و سرد تھپیڑے جھیل کر بھی باقی ہے...... پر دوبارہ پوری قوت سے حملہ آور ہیں۔ لیکن اس بار ہم خود کو فتح ہونے اور غلام بننے نہیں دیں گے۔ ہم یقینی طورر پر یہ چاہیں گے کہ ہماری تاریخ عظیم ہندو ماضی کی اعلیٰ اور بہترین مثالوں کا صحیح عکس ہو۔''

منچ نے ریٹائرڈ پروفیسر شری اے اے اتری سمیت کئی مورخوں کا، اپنے دعوے کی حمایت میں حوالہ بھی دیا ہے کہ باسو برہموں کا اتنا زیادہ مخالف نہیں تھا۔'' کسی بھی دوسرے سنت کی طرح اس کی بھی خواہش تھی کہ ہر شخص صحیح اور متوازن زندگی گزارے۔ معزز پروفیسر نے پونا میں رپورٹرز کو بتایا کہ یہ کہنا کہ سنت باسوا اپنے تصورات کے چکنا چور ہونے کے بعد جلاوطنی میں موت کا شکار ہوا، تاریخ کو مسخ کرنے کی اتنی ہی بے ہودہ کوشش ہے جتنا یہ کہنا کہ اس نے ایرانی مسلمان صوفیوں سے یہ سبق لیا ہوگا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مفاد پرست قسم کے دانش ور ہی اس طرح کی باتیں کر سکتے ہیں۔ شاید وہ سمجھتے ہوں کہ اس طرح ہمیں ہمارے ماضی کے عظیم الشان ورثے سے محروم رکھا جا سکتا ہے۔

کے جی یو کے پروفیسر شیو مورتی احتجاج کا سلسلہ شروع ہوتے ہی چھٹی چلے گئے ہیں۔ انہیں یونیورسٹی نے رخصت پر بھیجا ہے یا وہ شعبے سے استعفیٰ دے دیں گے، انہوں نے کسی بھی بات کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اپنے مضمون کے سلسلے میں ہونے والے شور شرابے سے وہ قطعی بے خبر ہیں۔

معاشرے کے سامنے، ایک تاریخ دان کی ذمہ داری کے متعلق کئے جانے والے سوال پر ان کا جواب، محض خاموشی تھا۔

پروفیسر اے اے اترے نے اس ردعمل کو انتہائی گستاخانہ قرار دے کر مطعون کیا ہے۔

''کیا پاگل پن ہے؟ یہ اترے کوئی پیر فرتوت لگتا ہے، نہ جانے کس عالم سکرات سے نکال لائے ہیں اسے یہ لوگ؟'' کسی غضب ناک ردعمل کے انتظار میں، بینا شیو پر نگاہیں گاڑتے ہوئے کہتی ہے۔ شیو کے چہرے کے عضلات میں سختی آتی نہیں دکھائی دیتی۔ وہ اپنی بائیں آنکھ پھڑکتی محسوس کرتا ہے۔

''دوسرا بھی دیکھ ڈالو' مینا اسے اکساتی ہے۔ ''پہلا نفرت بھرا خط!''

وہ فرماں برداری سے خط پڑھنے لگتا ہے۔ ڈاکخانے کی مہر کے بغیر یہ خط ایک زرد پوسٹ کارڈ پر ٹائپ کیا گیا ہے۔ (اس طرح کا کارڈ دیکھے بھی عرصہ گزر گیا' اس وقت یہ کارڈ ہاتھ میں تھامے' اسے یوں لگ رہا ہے جیسے وہ پچھلے دور میں دوبارہ آ گیا ہو) لکھنے والے کا نام بھی غائب ہے۔

پیارے مورتی جی!

انتہائی دکھ کی بات ہے کہ آپ جیسے تعلیم یافتہ انسان جاہلانہ اور وطن دشمن کاموں میں خود کو پھنسا لیں۔ آپ کے خلوص کو' بحثیت استاذ شک کا فائدہ دیتے ہوئے' میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر آپ ہمارے ہندو بزرگوں کی بزدلی' ناکامیاں اور جلاوطنی میں مر جانے پر مشتمل بھارتی تاریخ دوبارہ لکھنا ہی چاہتے ہیں تو یہ کام آپ پاکستان جا کر کیوں نہیں کرتے۔ وہ آپ کو خوش آمدید کہیں گے' آپ کو بھرپور توجہ ملے گی۔ وہ چاہت اور تعریف ملے گی' جس کے آپ خواہاں ہیں۔

اپنے عظیم الشان مندروں اور ان کے پروہتوں کے لئے آپ کا حقارت آمیز انداز اور ہمارے بزرگوں کو عام سا آدمی قرار دینے کی آپ کی کوشش دیکھ کر میں صرف یہ نتیجہ نکال سکتا ہوں کہ آپ ہندومت کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کے درپے ہیں۔ آپ کیا کہنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ یہی کہ مسلمان عظیم ہیں؟ اس معاملے میں میں آپ سے تین سوال پوچھتا ہوں۔ پروفیسر جی! کیا آپ کی بیوی اور بیٹی ہیں؟ آپ کے کیا احساسات ہوں گے اگر وہ کسی مسلمان کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائیں؟ کیا پھر بھی آپ وہی تاریخ لکھیں گے؟

شیوا ان شہ پاروں کو دوبارہ انہی براؤن لفافوں میں رکھ دیتا ہے' جن میں وہ آئے تھے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ لفافوں پر اس کا نام اور پتہ بڑی صفائی سے ٹائپ کیا گیا ہے۔ زرد صحافت اور گم نام زہریلا خط' دونوں ایک ساتھ' ایک ہی دن۔ کیا یہ صرف شروعات ہے؟ کیا اس سے بری صورت بھی ہو سکتی ہے؟ اسے یہ سوچنے سے بھی نفرت ہے کہ کسی اجنبی' بے نام دل جلے اور تنگ نظر شخص کے قبضے میں اس کا پتہ ہو۔ اچانک ایک جھماکے کے ساتھ وہ تین لائنیں اس کے ذہن کے شفاف سکرین پر جھلملاتی ہیں جن کا تعلق اس کی ذاتی زندگی سے ہے۔ اس کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہونے لگتا ہے۔ اوہ! اس نے صبح سے' ڈین کے آفس میں ٹھنڈی برف چائے

پینے کے سوا نہ کچھ کھایا ہے اور نہ ہی پیا ہے۔ اسے جوس کے ایک بڑے اور ٹھنڈے گلاس کی شدید خواہش ہوتی ہے۔ سنگترے کی طرح کی کوئی چیز' جو اس کے منہ کا ذائقہ ٹھیک کر دے اور پھر ایک بہت ہی گہری نیند۔

لیکن ابھی تو اسے رپورٹ دینا ہے' ایک ہی دن میں دوسری بار...... ڈین کے آفس میں ہونے والی میٹنگ کے بارے میں' مینا ابھی خاصی کم عمر ہے۔ وہ ضبط نہیں کر سکی اور اپنے پاس موجود خبریں فوراً کھول بیٹھی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اخبار کی کٹنگ اور پوسٹ کارڈ سامنے رکھ دیئے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ڈین کا ذہن کس طرح کام کر رہا ہے اور یونیورسٹی کا فیصلہ کیا ہوگا اور اسکے لیے یہ زیادہ اہم ہے۔ شیو خود کو یاد دلاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ جذباتی ہو کر یہ سمجھ بیٹھے کہ دنیا بھر کے بے کار بنیاد پرستوں اور شرارتی لوگوں کے خلاف اکیلا وہی سینہ سپر ہے۔

مینا بغور اس کی بات سنتی ہے مگر میٹنگ کا کیا رنگ ڈھنگ رہا' اس کے بارے میں وہ پہلے ہی اپنی رائے قائم کر چکی ہے۔ ''تمہارا ہیڈ عام سا آدمی ہے۔'' وہ شیو سے کہتی ہے'' یہ آزاد خیال ہمیشہ باڑ توڑتے ہوئے دوسری غلط جگہ پر جا پڑتے ہیں۔''

لیکن آئندہ پیش آمد ممکنہ واقعات کی محض ہلکی سی جھلک نے' صبح کے وقت شیو کے ذہن پر چھائے غصے کو اتار پھینکا ہے۔ سربراہ بیچارہ تھکا ماندہ خود پسند بے وقوف ہے۔ شیو سوچتا ہے۔ اسے بھی اتنی آسانی سے موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ بہر حال اس وقت شیو سربراہ کے دفاع میں کہہ بھی کیا سکتا ہے؟۔

اور پھر صاف ستھرے اور حقیقت پسندانہ کھیل کی بات کرنے کا یہ کون سا وقت ہے جب ساری دنیا ہی کالے' گورے اور دوست' دشمن کی بے ہودہ تقسیم کی قائل ہو گئی ہے؟

''میں نے امر کو بلایا ہے۔'' وہ شیو کو بتاتی ہے۔ ''تمہیں امر یاد ہے نا؟ وہ پچھلے دنوں مجھے ملنے آیا تھا۔ وہ کئی شہری گروپوں کا سرگرم اور اہم رکن ہے۔ ہم نے کرنٹ کے آرٹیکل پر گفتگو بھی کی ہے اس کا کہنا ہے کہ ایک شہری فورم اس مسئلے کو اٹھا سکتا ہے۔ مجھے اسے رنگ کرنا ہوگا تاکہ اسکے یہاں آنے کے بارے میں کنفرم ہو سکے۔''

لیکن شیو ایک اور کال کے لیے زیادہ فکر مند ہے۔ ڈرائنگ روم میں موجود ٹیلی فون ابھی تک خراب ہے لیکن شیو ریکھا سے گفتگو کے لیے مزید انتظار نہیں کر سکتا۔ وہ فوراً دہلی اور سیاٹل

کے درمیان وقت کے فرق کا حساب لگاتا ہے۔ جس وقت مینا' باتھ روم میں کھڑی' اپنی پلاسٹر زدہ ٹانگ کو پلاسٹک سے ڈھانپ رہی ہے۔ وہ ٹیلیفون گھما دیتا ہے۔

ریکھا کے بولنے کی آواز...... پرسکون اور ہمیشہ کی طرح غیر متذبذب...... بھرپور اعتماد سے مالا مال ہے۔

''کیا سہانی صبح ہے یہاں؟'' وہ کہتی ہے'' تارہ مجھے سپیس نیڈل کی سیر کرانے کے لیے آج چھٹی لے رہی ہے۔''

''لیکن ابھی ابھی تو اس نے ملازمت شروع کی ہے۔ وہ چھٹی لے بھی سکتی ہے؟'' وہ لمحے بھر کو اپنی مشکلات بھول بھال کر' عجیب سی ہچکچاہٹ میں سوال کرتا ہے۔ معصوم ریکھا کو ان باتوں کی خبر تک نہیں۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں۔ اسے اپنے دکھوں کی پٹا سنا کر اس کا بھی سکھ چین کیوں غارت کرے؟ پھر وہ کہاں سے شروع کرے؟ اسے کیسے بتائے کہ تاریخ کے ایک سبق کے ہاتھوں اس کی اپنی زندگی۔ اور ریکھا کی بھی۔ بدل سکتی ہے؟

''ریکھا! میں نے تمہیں سمتی کی بیٹی کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ یہاں ہے۔ بتایا تھا نا؟ کملا نے خاصی مدد کی مگر پھر وہ بیمار پڑ گئی میں نے کچھ دن کی رخصت لے لی ہے تا کہ صورت حال کو سنبھالا جا سکے''

''تم کملا کی مدد کرو گے؟'' ریکھا ہنستی ہے۔'' تم گھر کے کام کاج میں کب سے مدد کے قابل ہو گئے؟''

''کام کی بات کس طرح کروں؟ مینا باتھ روم سے نکلنے ہی والی ہو گی۔ خود کو اور اپنی زبان کو کنٹرول کرتے ہوئے شیو کا لہجہ بدل جاتا ہے۔'' ریکھا' ایک مسئلہ اور کھڑا ہو گیا ہے!''

شیو کے لہجے میں تبدیلی ریکھا کو فوراً الرٹ کر دیتی ہے کہ'' یہ مینا یا ریکھا کا مسئلہ نہیں ''یونیورسٹی کا کوئی مسئلہ ہے' ہے نا ایسے ہی؟''

''ہاں'' وہ سکون کی سانس لیتے ہوئے کہتا ہے۔ لفظ اس کے ہونٹوں پر پھسلنے لگتے ہیں۔

''وسطی دور کی تاریخ کے سلسلے کا' میں نے باسو پر ایک سبق لکھا تھا۔ اس کی کچھ نظمیں میں نے تمہیں بھی سنائی تھیں۔ یاد ہے نا تمہیں؟ لیکن یہاں ایک جنونی گروپ ہے' اتہاس سرکھشا منچ نامی۔ اس کے ہتھے وہ سبق چڑھ گیا ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ اس مضمون سے ان کے جذبات مجروح ہوئے ہیں......''

ریکھا کچھ نہ سمجھنے کے باوجود چپ چاپ انتظار کرتی ہے۔

''وہ چاہتے ہیں کہ میں ان سے معذرت کروں اور یونیورسٹی اس سبق کو کورس سے خارج کر دے۔'' شیو بھی وقفہ لیتا ہے۔ مینا باتھ روم سے باہر آ چکی ہے اس کی بیسا کھیوں کی آواز اس کے بستر کی طرف جاتی سنائی دے رہی ہے۔ وہ بمشکل ایک کھوکھلا سا قہقہہ لگاتا ہے۔ ''دراصل آج مجھے نفرت بھری ڈاک موصول ہوئی ہے' یقین کرو گی؟''

فوری جواب میں ریکھا بھی مینا سے کسی طرح پیچھے نہیں رہی۔ ''کیا بے ہودگی ہے'' وہ ناک چڑھا کہ بولتی ہے'' مجھے تو یہ نری جہالت لگتی ہے اس نفرت زدہ ڈاک کو باہر پھینکو اور یونیورسٹی کے محافظوں سے شکایت کرو۔ میرا خیال ہے تم ہمیشہ کی طرح کچھ زیادہ ہی پریشان ہو رہے ہو۔''

''ممکن ہے یہی بات ہو'' شیو ریکھا کی بات کا یقین کرنا چاہتے ہوئے' ہچکچاہٹ میں کہتا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ نہائی دھوئی مینا بستر میں گھس چکی ہے' پوری طرح ہوشیار اور چاق و چوبند۔ ''لیکن مجھے آج سربراہ اور ڈین سے جا کر بھی ملنا پڑا۔''

ریکھا شعبے کے سربراہ سے پہلے مل چکی ہے۔ وہ اسے سنجیدگی سے لینے کو تیار نہیں ہے اور وہ اس کے بارے میں سوچ بھی تو کیسے؟ جبکہ وہ بے چارہ اتنا مسکین اور یتیم لگتا ہے کہ اس کی زبان سے ''ہیلو'' نکلتے بھی پانچ منٹ گزر جاتے ہیں۔ ''تمہارا ڈین کیا کہتا ہے؟'' وہ پوچھتی ہے۔

''کچھ خاص نہیں۔ سربراہ ہی بڑھ چڑھ کر سوال جواب کر رہا تھا۔ تم جانتی ہی ہو' وہ کس قسم کا آدمی ہے 1 لیکن میں نے ڈین کو صاف صاف بتا دیا ہے کہ میں معافی نہیں مانگوں گا۔ اب یہ سب یونیورسٹی کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں انتظار کرنا ہوگا۔ دیکھیں کیا بنے۔ وہ کوئی جھگڑا نہیں چاہتے۔''

''بے شک'' ریکھا ذرا خشک لہجے میں کہتی ہے۔ ''میرا نہیں خیال' کوئی بھی آدمی اسے پسند کرے گا۔''

شیو کو شبہ ہے کہ ریکھا بات سمجھ نہیں پائی یا شاید وہی اسے پوری طرح نہیں بتا پایا۔ یونیورسٹی میں چھا جانے والا آریائی ماحول۔ وہ کیا کیا وضاحتیں کرتا' لیکن فی الحال وہ سربراہ'

ڈین اور اس نا معلوم منچ کے بارے میں سر پر لدی پریشانی کو جھٹک دیتا ہے۔ تمام دن اسی چکر میں خوار ہوتا رہا: بے اعتمادی' غصہ' لطف اور خوف اس کے ذہن پر چھائے رہے۔ اب وہ اس تاریک باغیچے میں بیٹھا ہے۔ مچھروں کی کوائل اسکے پیروں میں جل رہی ہے۔ ہاتھوں میں وہسکی کا گلاس ہے۔ اگرچہ ابھی تک اس نے ریکھا کے کہے ہوئے کاموں کو شروع نہیں کرایا' پھر بھی یہ باغیچہ ایک مناسب پناہ گاہ ہے۔ اس کی پرسکون خاموشی میں وہ سامنے موجود مسئلہ کے بارے میں چاہے وقتی طور پر ہی سہی' سوچ بچار کر سکتا ہے: وہ بحیثیت ایک مورخ' باسو کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے؟ اور بحیثیت ایک انسان اپنی اس توضیح وتشریح سے خود کو سلامتی اور عافیت کے ساتھ نکال سکتا ہے؟

''جامد چیزیں اپنا وجود برقرار رکھیں گی'' باسو کا ہر لفظ ایک چیلنج تھا' اس کے لئے بھی اور اس کے اردگرد لوگوں کے لیے بھی...... ایک ہیرو کا اسلوب اور انداز' چاہے وہ ایک عمارت میں ہو' ایک شہر میں ہو یا خود آدمی کے اندر' آدمی میں موجود یہ چیز سلطنت کو تشکیل دیتی ہے۔ ہیرو ہے کون؟ ایک لیڈر؟ ہم میں کیا ایسی چیز ہے جو ہمیں بولنے اور دوسروں کو سننے پر مجبور کر دیتی ہے؟ وہ ملک کہاں ہے' جہاں ہیرو جنم لیتے ہیں؟ شیو کے پتا' ہر مشکل سوال کا جواب دینے والے' اسکے ذہن کے پردے پر نمودار ہوتے ہیں۔ شیو نے اپنے پتا کے بارے میں جو کچھ جانا' وہ اس کے ابتدائی تیرہ سالوں پر محیط تھا۔ اسے اپنی یادوں کو کھنگالنا پڑتا ہے۔ خالی جگھوں کو خود ہی پر کرنا ہوتا ہے' گستاخانہ سوالیہ نشانات کو مٹانا پڑتا ہے تب کہیں جا کر وہ اپنے پتا کی زندگی کا ایک موزوں سا اجمالی خاکہ تیار کر پاتا ہے۔

بعض باتوں کے بارے میں اس کے پتا اسے بتایا کرتے تھے...... یہ چیزیں اس کے تصور سے چپکی رہ گئیں اور اب بھی اسے گاہے بگاہے یاد آتی ہیں۔ انہی لفظوں کی مدد سے شیو اپنے پتا کی نجی دیو مالائی داستان کو از سرنو تشکیل دیتا ہے: آزادی' اقدار...... مشترکہ دیوتا۔ ''تمہیں سچائی کو زمین کی تہوں سے بھی نکال لانا چاہیے'' اس کے پتا کہا کرتے تھے۔'' اگر تم اپنے تحفظ کے لیے چپ ہو جاؤ۔ اگر تم زندگی میں عیش اور آرام کا راستہ اختیار کرلو تو سچائی کبھی تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی۔

شیو! ایک آدمی جو اس طرح کی زندگی گزارتا ہے' اسے موقع پرست کہتے ہیں۔ یہ لفظ میرے ساتھ دہراؤ تاکہ تمہیں یاد رہے .... موقع پرست! یادداشت' اس کا تاریخ سے

MashalBooks.org

تعلق۔ایک تاریخ دان کو اپنی پیٹھ پر یاداشت کا کتنا بوجھ اٹھانا چاہیے؟

حوصلے کی تمام تر ترغیب کے باوجود اس کے پتا کی زندگی...... نامکمل اور کسی معلوم اختتام کے بغیر...... ایک ایسے شخص کی لنڈوری مثال ہے جو بے پناہ یاداشت کا حامل تھا۔ یہ جان کر انہیں بہت خوشی ہوتی تھی کہ شیو کو وراثت میں ان کی اچھی یادداشت ملی ہے۔ ''تمہیں لازماً تاریخ پڑھنی چاہیے۔'' وہ شیو سے کہا کرتے۔ ''تمہیں ماضی کو' اس کی تمام تر اچھائیوں اور خباثتوں کے ساتھ اچھی طرح سمجھنا چاہیے اور ان کو مساوی وزن دے کر نتائج اخذ کرنا چاہئیں''

لیکن آپ ماضی پر قابو پا کر' اسے کیسے اپنا بنا سکتے ہیں؟ ماضی کو کون اپنا تا ہے؟

6

17 تا 24 ستمبر

صبح۔ایک روشن دن۔ ہلکا نیلا آسمان' معصومیت کی تصویر۔ مینا کی کھڑکی کا پردہ پیچھے ہٹا دیا گیا ہے تا کہ دن کی روشنی اندر آ سکے۔ مینا کا بستر سکڑی چادروں اور بکھرتے تکیوں سے اٹا' گھونسلہ دکھائی دیتا ہے۔ ببلی بھی اسی گھونسلے میں ہے۔اسکے چہرے پر خوشی کی لہریں بکھری ہیں۔ مینا نے اسے قوس وقزح کے سارے رنگوں کے مارکرز کا سیٹ دیا ہے۔اور اپنی پلاسٹر لگی ٹانگ پر پڑا اسکرٹ بھی ایک طرف کو ہٹا دیا ہے کہ وہ آسانی سے ببلی کے لیے ایک وسیع کینوس فراہم کر سکے۔

ببلی بڑی محنتی ہے۔اس کی زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی ہے۔مکمل توجہ کی وجہ سے شاید خاصی سخت بھی ہے۔ وہ ایک باغیچہ اگانے کوشش میں ہے۔ ٹانگ کی شکل کا باغیچہ۔ایک ایسا باغیچہ جس کا گھر کے عقبی باغیچے سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔

ببلی کے باغیچے میں تاحد نظر شوخ نیلے پھول اور بے تحاشا گلابی رنگ کے پتے بکھرے پڑے ہیں۔ زرد پروں والی تتلیاں ہوا میں لٹکی ہوئی ہیں جیسے اڑتے اڑتے اچانک رک گئی ہوں۔ان کے پروں پر انڈے کی شکل کی براؤن آنکھیں بھی نظر آتی ہیں۔ایک چمکتا دمکتا ارغوانی سورج مکھی کا پھول' مینا کے ٹوٹے ہوئے گھٹنے پر کھلا ہوا ہے۔

اس کی گھنی اور رسیلی پتیاں' اس کے زخم کو ٹھیک کرنے میں گویا جادوئی اثر دکھانے جا رہی

ہیں۔ مینا اس کے ابھرتے ہوئے باغیچے کو سرسبز و شاداب بنانے کی انچارج بنی ہوئی ہے۔ اس کے ہاتھ میں موجود کلر مارکر مختلف پودوں اور شاخوں کے درمیان گہرے سرسبز رنگ کی ٹہنیاں اور رگیں بنانے میں مصروف ہے۔ ببلی کی تیرتی تخلیقات کو باہم پیوست کرنے میں لگی ہے۔ اپنی ہی ران اور گھٹنے کے درمیان پھیلے لینڈ سکیپ پر۔

وہ شیو کو دیکھتی ہیں' نرم و نازک چہرے والی' بہشت کی یہ محافظ۔ لیکن شاید وہ یہ اندازہ نہیں لگا پاتیں کہ وہ محض رنگوں کے اس معصوم اور خوبصورت کھیل سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

''یہ لو' کوئی بھی رنگ لے لو'' مینا اسے دعوت دیتی ہے' وہ بستر پر پڑے مارکرز میں سے ڈارک براؤن رنگ کا مارکر' اس کی جانب اچھالتی ہے۔ وہ اسے پکڑ لیتا ہے۔

ران سے گھٹنے تک کا حصہ سارا کا سارا بھر چکا ہے۔ مینا کے سبز مارکر نے کوئی جگہ بھی خالی نہیں چھوڑی۔ ہر چیز اپنی جگہ خوشنما دکھائی دے رہی ہے۔ ببلی ٹانگ کے نچلے حصے میں لگی ہوئی ہے۔ ایک مکمل کھلتا ہوا پھول' اپنی بڑی بڑی دلفریب پتیوں سمیت وہاں ابھرتا جا رہا ہے۔

شیو' بستر کے کنارے کے بالکل قریب مینا کے پاؤں کے پاس ٹک جاتا ہے۔ ببلی نے تتلیاں تو خاصی بنا ڈالیں' لیکن شہد کی مکھی کوئی بھی نہیں بنائی۔ مینا کھسیانے انداز میں بتاتی ہے۔ ''چلیئے یہ کام آپ کر ڈالیں'' ببلی کے اس دیو ہیکل پھول کے لیے شہد کی مکھی بھی تو چاہیئے۔'' ببلی پھول کی نوک پلک سنوارتے ہوئے بے ساختہ ہنس پڑتی ہے۔

شیو اپنے قلم کا کور کھولتا ہے۔ اس کی نوک سے وارنش کی طرح کی بو آ رہی ہے۔ ہلکی سی مدہوش کن بو۔ وہ مینا کی ٹانگ پر جھک کر ایک خالی سفید جگہ تلاش کر لیتا ہے۔ جہاں سے وہ انکی جنت میں شہد کی ایک مکھی داخل کرے گا۔ وہ خاکہ کھینچتا ہے تو ایک بے نام کیڑے کی شکل نمودار ہوتی ہے جو ببلی کے پھول پر کسی چھتری کی طرح چھائی ہوئی ہے۔ ببلی اسے بتاتی ہے کہ مکھی کو کیسے مکمل کرنا ہے۔ زرد دھاریاں' بھرے بھرے زیرے۔ اس کے پر' چپکتی ٹانگیں اور لہراتا ہوا انٹینا۔

سکھ اور چین کا یہ مختصر سا وقفہ...... طوفان کی آمد سے قبل کا سکوت...... ان عقل مند بچوں کے خفیہ باغیچے میں گزر جاتا ہے۔ پھر وہی سراسیمگی کا سماں شروع ہونے لگتا ہے۔ اس چھوٹے سے کمرے سے باہر کی دنیا میں تہلکہ سا ہوتا ہے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھتی ہے۔

MashalBooks.org

شعبے سے مینن کا فون ہے۔

''شیو؟ تم نے سنا کیا ہو گیا ہے؟

''نہیں۔ لیکن ابھی تو کچھ ہی دن گزرے ہیں' مینن یونیورسٹی زیادہ تیزی تو نہیں دکھاتی۔''

''لیکن اس دفعہ اس نے تیزی دکھا دی ہے شیوا اینتا نے تمہیں بتایا نہیں؟ میں نے اس سے بات کی تھی اور وہ خاصی اپ سیٹ تھی۔''

''اب مجھے بتا دو' تا کہ ہم سب مل کر' اچھی طرح اپ سیٹ ہو جائیں۔' شیو کا وجود ابھی تک شہید کی مکھیوں پھولوں اور ایک ٹانگ والی لڑکی کے ساتھ کمرے میں ہی ہے۔ فضول ٹیلیفون اٹھانے والا تو محض اس کا سایہ ہے۔

مینن کی ہلکی سی ہنسی کی آواز...... پھر وہ کہتا ہے۔''یہ مذاق نہیں ہے میں تو ڈر گیا ہوں۔ مسز خان نے مجھے بتایا ہے کہ وائس چانسلر کے دفتر سے تمہارے بارے میں کوئی آفیشل لیٹر سربراہ کی طرف جاتے خود اس نے دیکھا ہے۔ تمہارے ماڈل سبق والا کتابچہ نظر ثانی کے لیے ماہرین کی کمیٹی کو بھیجا جا رہا ہے۔ ہر کام بڑی جلدی میں ہو رہا ہے۔ ان ماہرین کے نام تک کسی کو معلوم نہیں اور سربراہ اپنے تئیں یہ فیصلہ کئے بیٹھا ہے کہ اس معاملے کے نمٹنے سے پہلے ہی طلبہ سے اس مضمون کی کاپیاں واپس منگوالی جائیں۔''

لیکن یہ سب کچھ وہ خود سے کیسے کر رہا ہے؟ ڈین نے کچھ روز انتظار کرنے کو کہا تھا۔ اور سمجھ میں نہیں آتا مجھ سے مشورے کے بغیر یہ سب کیسے ہو سکتا ہے میں بہر حال بی اے کی تاریخ کا انچارج ہوں۔''

''شیو! یہ اس کا سب سے برا پہلو ہے لگتا ہے کہ سربراہ اور ڈین کو اوپر والے...... ہماری یونیورسٹی کے حکام نہیں بلکہ اصلی کرتا دھرتا...... یہ بتا چکے ہیں کہ تمہارا استعفیٰ ہی مسئلے کا اصل حل ہے تا کہ منچ کو مطمئن کیا جا سکے۔

''ان کے اگلے احتجاج سے پہلے پہلے؟''

''ہاں'' مینن غم زدہ لہجے میں اقرار کرتا ہے۔''یوں لگتا ہے جیسے آریا دور میں آنکھ کھل گئی ہو۔ جلد بازی میں کچھ نہ کر بیٹھنا شیو۔ کیا کل تم شعبے میں آ رہے ہو۔

''شاید۔ اور ہاں مینن' تمہارا بہت بہت شکریہ۔'' اچانک شیو کو محسوس ہوتا ہے کہ مینن کو یہ سب کتنا نفرت انگیز لگا ہو گا۔ وہ شخص جس کے منہ سے ضرورت سے زیادہ ایک لفظ نہیں نکل

پاتا، وہ مسز خان سے باتیں کر رہا ہے۔ ٹیلی فون کالز کر رہا ہے، داستانی کردار ادا کر رہا ہے۔

ایک گھنٹے بعد اسے ایک خط ملتا ہے، مینن کے اندازے کے عین مطابق

''وہ تمہیں استعفیٰ دینے پر مجبور نہیں کر سکتے۔'' مینا خط اپنی ران پر رکھے، حیرت سے کہتی ہے۔اس کی رنگا رنگ تصویری ٹانگ پر پڑا وہ کاغذ کا بے ہودہ ٹکڑا۔ دو مختلف دنیاؤں کی قربت شیو کو گراں گزرتی ہے۔

''نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے'' وہ اسے بتاتا ہے۔اسی لیے مجھے محض یہ کہا جا رہا ہے میں ''تعاون کروں''

''سربراہ نے یہ انداز اپنایا ہے تاکہ اس مکروہ تنازعے کو ختم کیا جا سکے۔''

''لیکن سبق کا واپس لیا جانا؟ وہ یہ کر سکتے ہیں؟''

''ہم پہلے بھی کئی مرتبہ ایسا کر چکے ہیں۔لیکن یہ ہمیشہ فیکلٹی کے فیصلوں کی وجہ سے ہوتا تھا۔کسی ہجوم کے دباؤ کی سنسر شپ کے تحت نہیں۔'' شیو غصے سے کہتا ہے۔''میرا خیال ہے مجھے قانونی مشورہ کر لینا چاہیے'' پھر وہ اپنی مونچھوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے، شک آمیز لہجے میں، کہتا ہے۔''پتہ نہیں اس کا کوئی فائدہ بھی ہوگا کہ نہیں، اسباق کا کاپی رائٹ تو یونیورسٹی کے پاس ہے''

شیو، اپنے سبق کو بری حالت میں، ایک کونے میں پڑا دیکھتا ہے۔کتابچے پر کتابچہ، الٹا سیدھا، ردی کے ڈھیر کی طرح پرنٹنگ سٹور میں پڑا ہے، غالباً اپنے ضائع کیے جانے کے انتظار میں اس پر وارننگ کی علامت لگی ہے جو اسے دوسری کتابوں سے بالکل علیحدہ قرنطینہ میں ڈالے ہوئے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے پٹرول اور آگ سے بھڑک اٹھنے والے کیمیکلز لانے لے جانے والی گاڑیوں پر لگا ہوتا ہے: خبردار، آتش انگیز مادہ، زمانہ وسطی کی تاریخ، معلوم مرکبات: فرحت انگیز لاعلمی 500 ملی گرام یا خالص جھوٹ 250 ملی گرام۔شیو کے کتابچے کے ساتھ ساتھ حقیقی اور فتنہ انگیز...... باسو کو بھی کنارے لگا دیا گیا ہے۔باسو کے وجود سے زندگی کو ہٹا کر ایک صاف ستھرا صوفی سنت گیت کار، ایک ایسا گائیک جو دنیا کو تیاگ چکا ہے، باقی رہنے دیا گیا ہے۔یہ بغیر دانت کا بے ضرر سا آدمی دیواروں پر لٹکایا جا سکتا ہے۔اس شخصیت میں نہ وہ طلب ہے، نہ چالاکی اور نہ ہی وہ خوف وخطرہ جس کی جھلک شیو نے تاریخ کے کھلے آئینے

اوراس کی شاعری میں بارہا دیکھی ہے۔ اگر آپ کسی کالے ناگ کی ٹوکری میں اپنا ہاتھ ڈالنے کی جرأت کریں گے تو کیا وہ آپ کو بخش دے گا؟

باسو اور ذات پات کے متعلق اس کے نظریات کا احترام کرتے ہوئے وقت کی ستم ظریفی نے شیو کا سانس لینا بھی دوبھر کر دیا ہے لیکن یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ منچ نے ہی پہلی دفعہ باسو اور اس کی یادوں کے ساتھ ایسا ہاتھ نہیں کیا۔ شیو نے باسو کے بارے میں لکھتے ہوئے اپنے طلبہ کو یہ بات واضح طور پر بتانے کی کوشش کی کہ اسے اپنی زندگی میں اور اس کے بعد بھی انتہائی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اسے اکثر اوقات ایک گستاخ اور سرکش کردار سمجھا گیا یا کوئی شیطانی روح۔ جادوٹونے کے کار پردازوں (اور ان کے کٹڑ چیلوں) نے مگر باسو کی زندگی پر دیو مالائی دھندلکوں کا غلاف چڑھا دیا ہے۔ ان کے مطابق اسے شیو دیوتا نے زمین پر بھیجا تھا۔ اس کے جنم کے بارے میں بھی کئی کہانیاں گھڑی گئیں۔ انتہائی کم عمری کی عقل وذہانت اور خودانحصاری کے قصے اور افسانے بنائے گئے۔ اپنی طبعی موت کے بعد نیم دیوتاؤں کے لیے دیوتا کی شکل اختیار کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ (نیم دیوتاؤں کا خاتمہ سیاسی قیدیوں کی طرح نہیں ہوتا۔ وہ اپنی زندگیاں شکست خوردگی اور پژمردہ جلاوطنی میں نہیں گنوایا کرتے) باسو کے بدترین مخالفوں اور اسے شیطانی روپ دینے والوں کے نزدیک وہ محض ایک ہٹ دھرم انقلابی (اور کسی خبیث روح سے کم نہیں) تھا۔ ایک ایسا شخص جو روایات کو پامال کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ایک خطرناک آدمی جو سماجی ڈھانچے استحکام اور ہندو دھرم کے لیے زبردست خطرہ تھا۔ معاملات اسی طرح چلتے رہے ہیں اور ہمیشہ اسی طرح چلتے رہیں گے۔

باسو کے کثیر جہتی اور متضاد پہلوؤں کا احاطہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے مختلف باہم ملتے دریاؤں کو علیحدہ علیحدہ کرنا، تاریخ اور دیو مالا میں امتیاز، افسانوی کہاوتوں اور تاریخ کی کتر بیونت کرنا۔ یہ فیصلہ کرنا کہ تاریخ کا کون سا حصہ افسانے کا زمین سے رشتہ مضبوط کرتا ہے اور دیو مالائی قصوں کا کون سا ٹکڑا غیر شفاف تاریخی اجزا پر روشنی ڈال کر ان کی صحیح پرکھ کرا سکتا ہے۔ ہر انفرادی جانچ پڑتال کے لیے دیو مالا اور تاریخ کو ایمانداری سے علیحدہ کرنا اور ان کے غلط ملط اجزا کو بڑی احتیاط سے الگ الگ کرنا اور پھر ان کی مرکب حقیقت کو سمجھنے کے لیے انہیں دوبارہ اکٹھا کر دینا بہت ضروری ہے۔ حقیقی سچائی کی تفہیم کے لیے...... ہمہ جہتی نزاعی صورتوں میں...........ایک سے زیادہ افراد کی شمولیت چاہیئے ہوتی ہے۔

لیکن فی الحال شیو کو کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی کہ وہ مینا کے کمرے میں موجود اہل عقل و دانش کے سامنے باسو پر لکھے اپنے مضمون سے یا تعمیر نو پر اپنی پراگندہ خیالی سے کسی اور جانب جست لگا سکے۔

شیو طویل قامت امر کو پہچانتا ہے۔ وہ دوستوں میں غیر متنازعہ لیڈر لگتا ہے۔ ایک اچھا دوست اور ایک سرگرم کارکن' بقول مینا' امر کی ہر چیز ہی کمال کی لگتی ہے۔ چہرے اور جسم کے واضح نقوش دونوں ہی جرأت مندی اور بہادری کے عکاس ہیں۔ دور سے دیکھنے سے لگتا ہے جیسے وہ کسی طاقت ور مضبوط چٹان کے ایک ہی پتھر سے تراشا ہوا مجسمہ ہو۔

امر اور اس کے دوست مینا کے بستر کے اردگرد بیٹھے' ترقی پسند تاریخ دانوں' اساتذہ' صحافیوں اور اراکین پارلیمنٹ کی' فہرستیں بنا رہے ہیں۔ کمرہ کسی کمپین آفس کی طرح دکھائی دینے لگا ہے۔ ٹیلی فون مسلسل گھوم رہا ہے کیونکہ ہر کوئی زیادہ سے زیادہ رابطوں کی کوشش میں ہے۔

''لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے'' امر شیو کو سمجھاتا ہے کہ شیو اپنے ان ناچاہے مددگاروں کو صورت حال پر بریف کرے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اس کی بہتر انداز میں معاونت کر سکیں۔ وہ کہنا چاہتا ہے کوئی فکر کی بات نہیں اور سبق کے بارے میں بھی کوئی نزاعی یا فروعی مسئلہ نہیں۔ لیکن اس کی زبان پر آئے جملے چائے کے متعلق ہوتے ہیں اور وہ اسی بہانے کچن میں چلا جاتا ہے۔ شکر ہے وہاں کملا موجود نہیں۔

''ہمیں اس وقت ایک زوردار پریس کانفرنس کرنا ہے'' شیو کی چائے کے ساتھ واپسی پر' امر اسے مخاطب کر کے کہتا ہے۔ ''ہمیں انتہائی تیزی سے کام کرنا ہوگا تاکہ انہیں ناکام بنایا جا سکے۔''

''میں اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ کرنا چاہوں گا'' شیو کہتا ہے ''مجھے کچھ سوچنے دو۔''

اگر وہ ایک دن کے لیے مینا یا امر بن سکتا تو ان ساری پیچیدگیوں کو محض ایک جملے میں بیان کر دیتا: وہ لوگ جو ذات پات کو بیچ میں لائے بغیر سانس بھی نہیں لیتے دراصل نصابی کتابوں میں ان کا کوئی تذکرہ ہی نہیں چاہتے۔ لیکن مینا کی ٹانگ پر چڑھے خول کاسٹ کی طرح' ایک خول اس پر بھی چڑھایا جا رہا ہے۔ ایک ایسا خول' جو اسے غیر متحرک کر دے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ اس سے محض اس کے تاریخ دان ہونے کا ثبوت مانگا جا رہا ہو۔ اکھاڑے کے

MashalBooks.org

دو مختلف کونوں سے کچھ اور ثبوت مانگے جا رہے ہیں۔ شیو کو منجمد کرنے کے لیے۔ اس کی حرکت قلب کو نہ ہونے کے برابر کر ڈالنے کے لیے۔ ایک طرف یہ ثبوت کہ آیا وہ محبِ وطن' ہندو اور بھارتی ہے اور دوسری جانب یہ کہ وہ وہی بات کہہ سکتا ہے یا نہیں جو ان کے نزدیک درست ہے اور...... کیا وہ اپنے آپ کو اکیسوی صدی کے باغی میں ڈھال سکتا ہے۔

یونیورسٹی نے وسطی دور کی تاریخ واپس لے لی

نئی دہلی: 19 ستمبر' ایک نزاعی صورت حال کی وجہ سے گاندھی سنٹرل یونیورسٹی (KGU) نے طلبہ سے وسطی دور کی بھارتی تاریخ پر سبق کے کتابچے واپس طلب کر لیے ہیں۔ اس کتابچے میں پروفیسر شیومورتی کا صوفی سنت شاعر باسو کی سماج سدھار تحریک پر ایک سبق بھی شامل ہے۔ اتہاس سرکھشا منچ نامی ایک تنظیم نے ان پر الزام عاید کیا ہے کہ اس سبق میں انہوں نے تاریخی کرداروں اور ذات پات کے نظام کو بری طرح مسخ کیا ہے۔ یونیورسٹی انتظامیہ نے اس حقیقت سے انکار کیا ہے کہ طلبہ سے مواد کی واپسی کا منچ کے مطالبات سے کوئی تعلق ہے۔ سوموار کو جاری کیے گئے ایک بیان میں یونیورسٹی نے دعویٰ کیا ہے کہ نصابی مواد کو عارضی طور پر روکا گیا ہے کیونکہ اسے نظر ثانی کے لیے ماہرین کی ایک کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یونیورسٹی اپنی فیکلٹی کے تمام اساتذہ کی مطبوعات کی مکمل ذمہ داری لیتی ہے اور ان میں شعبہ تاریخ کے سینئر رکن پروفیسر شیومورتی بھی شامل ہیں۔

انتہائی گہری سازش: منچ نیتا کا بیان

نئی دہلی: 20 ستمبر' اتہاس سرکھشا منچ کے نائب نیتا' مسٹر ائنت تری پاٹھی نے باسو پر لکھے ہوئے پروفیسر شیومورتی کے مضمون کو...... ہندو سنتوں کو بدنام کرنے کی بالخصوص اور ہندو تاریخ و ثقافت کو نقصان پہچانے کی بالعموم...... انتہائی گہری سازش کا حصہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے پروفیسر مورتی پر الزام عاید کیا ہے کہ وہ اپنے انداز میں بھارتی تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے ذات پات اور پروہتوں' مندروں پر حملوں جیسے متنازعہ واقعات کا سہارا لیتے ہیں۔ عرصے سے نام و نہاد سیکولر افراد کی جانب سے ہندو مت کو غلط رنگ دینے اور بدنام کیے جانے کی کوششیں جاری ہیں۔ ان لوگوں کا مقصد محض غیر ملکی فنڈز بٹورنا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا کو الیفائیڈ

سکالرز کی تحریروں کو تاریخ سے نابلد افراد جان سکتے ہیں؟ یا یہ سوال کیا گیا کہ کہیں اس کا مطلب آزاد خیال اساتذہ کی آواز اور خیالات پر پابندیاں لگانا تو نہیں۔تو انہوں نے اس پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔

ہندو جرأت وحوصلے کا احیاء کرنے کی کال

نئی دہلی:21 ستمبر' اتہاس سرکشا منچ کے مسٹرائت ترپاٹھی کے گذشتہ روز کے بیان کے بعد' منچ کے جونیئر نائب صدر نے ہندو جرأت وحوصلے کا احیاء کرنے کی کال دی ہے۔

بھارتی ساحلوں پر پہلے مسلمانوں اور بعد میں یورپی حملہ آوروں کے آنے کی وجہ سے پیدا شدہ بزدلی کو ہمیں ہر صورت ختم کرنا ہے۔ ہندو زمانہ قدیم میں بہادر ترین لوگ تھے لیکن غیر ملکی حملہ آوروں کی مسلسل فتوحات نے انہیں بزدل بنا دیا۔ہم ہندوؤں کو دوبارہ مضبوط اور حوصلہ مند بنانا چاہتے ہیں۔ایک کمزور اور ناتواں آدمی اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا۔ میں صرف جسمانی طاقت ہی کی بات نہیں کرتا ہمیں اپنی پرانی عسکری طاقت کو بھی حاصل کرنا ہوگا اگر ہندو قوم کو ایک عظیم قوم بننا ہے۔

ہمیں اخلاقی اور روحانی قوت پیدا کرنے کے لیے' اپنی نئی نسل کو جرأت وحوصلے اور شجاعت کی......سکول اور کالج' غرض ہر سطح پر...... تعلیم دینا ہوگی۔

ماڈل اور اسباق کا مواد......جو شیو کی زندگی کا عمومی جزو رہے ہیں......اب ان کی جگہ اخبارات نے لے لی ہے۔ وہ دو اخبارات کی جگہ اب پانچ لینے لگا ہے۔ وہ ان کی ایک ایک سطر پڑھنے پر مجبور ہے۔ جیسے وہ اسے پیش آمدہ واقعات سے پہلے ہی باخبر کر دیں گے۔''کرنٹ'' روزانہ کچھ نہ کچھ اسے بھیجتا رہتا ہے تاکہ اسے یاد رہے کہ وہ اسے بھولے نہیں ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ وہ آزردہ کر دینے والی خبریں......سرخ حاشیہ لگی...... بنا پڑھے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے مگر ہوتا یہ ہے کہ وہ اخبار کی ایک ایک سطر اس بری طرح پڑھتا ہے کہ اس کی چھپائی کی سیاہی تک چھوٹ کر اس کے ہاتھوں میں لگ جاتی ہے۔''کرنٹ'' کے سوا اور بھلا کون ایسی خبریں دے سکتا ہے:

''ہمارا باسو ایک عظیم انسان تھا جسے شیو دیوتا نے بذات خود لوگوں میں کام کرنے کے

لیے بھیجا تھا۔ اس کی کامیابی' اس کا مسئلہ ہی نہیں تھا چنانچہ اس کے جلاوطنی میں' تن تنہا' مارے جانے کا سوال کہاں سے پیدا ہو گیا؟ اس حقیقت کو نظرانداز کرنے والے شخص کو سخت سزا دی جانی چاہئے۔''

''میرا خیال ہے مجھے بھی یہ مشہور سبق پڑھ ہی لینا چاہیے'' مینا شرارتاً شیو کو متوجہ کرتی ہے۔ ''اسے تو پڑھنا ہی ہے لیکن فی الحال آپ مجھے اس کا خلاصہ بتا دیجیے تاکہ پتہ تو چلے کہ چلڈرن آف سینٹس کے منہ سے جھاگ کیوں نکل رہے ہیں؟''

کیا کوئی اکیلا' سیدھا سادہ تصور یا خاکہ ممکن ہے جو باسو کے بارے میں اس کے علم کا احاطہ کر سکے؟ شیو ایک مہربان درخت کو اپنے تخیل کی آنکھ سے دیکھتا ہے جس کے تنے کو پھلوں' شاخوں اور پتوں نے چھپا رکھا ہے۔ درخت کے وجود کو دیکھنا ناممکن ہے۔ اگر ان ساری رنگارنگ خوبصورت چیزوں کو درخت کے وجود سے کاٹ کر رکھ دیا جائے تو کیا منظر میں موجود اس ٹنڈ منڈ پیڑ کی خوب صورتی' شان اور زرخیزی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ لیکن جب درخت کے قریب جھاڑ جھنکار پیدا ہو جائے اور آکاش بیلیں اس کے وجود سے لپٹ کر اس کی نشوونما کو ختم کرنے کے درپے ہو جائیں تو کیا ہوتا ہے؟ درخت کمزور پڑنے لگتا ہے۔ موت قدم بقدم اس کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔ روحانی کرامات اور واقعات بھی دلکش سرسبز بیلوں کی طرح' تاریخی یا ادبی طور سے باسو کی زندگی کی دوبارہ ترتیب کا ایک ناگزیر اور فطری حصہ ہیں۔ لیکن...... شیو خود کو اس حسین تصور سے باہر کھینچتا ہے تاکہ منتظر مینا کی طرف متوجہ ہو سکے...... یہ سارے آریا اور ان کے تنگ نظر پہریدار اس آکاش بیل کو ہی اصل درخت سمجھ بیٹھتے تھے۔ وہ خوشنما بیلوں کے ذریعے خوبصورتی پیدا کرتے ہیں جب چاہیں' انہیں مٹا دیتے ہیں' انہیں زیادہ خوبصورت بنانے لگتے ہیں۔ ان شاخوں کو وہ طلسمی رنگ میں ڈوبے برش بنا ڈالتے ہیں' یہ طریقہ زیادہ محفوظ ہے۔

''تم باسو کو اس کی سنہری چمکتی شکل میں دیکھنا چاہتے ہو'' شیو مینا کو بتاتا ہے ''پتہ نہیں' یہ ممکن بھی ہے۔ ہمیں اپنے مسئلے پر توجہ مرکوز رکھنی چاہیے...... باسو جیسے آدمی کو یاد رکھنا مشکل کیوں ہے۔ شیو مینا کا سا نرم لہجہ اپنانا چاہتا ہے مگر اسے خود بھی اپنے الفاظ بھاری بھرکم اور فلسفیانہ لگتے ہیں۔'' اسے اس طرح بتاتا ہوں۔ ایک ایسے آدمی کے بارے میں سوچو جو چبھتے ہوئے سوالات کرتا ہے' وہ ذات پات میں رنگی زمین کو' جہاں تمہارا رہن سہن ہے' چیلنج کرتا

ہے۔خوش قسمتی سے وہ آدمی واپس نہیں آ سکتا اور جب آپ اس کی طرف سے بولتے ہیں تو وہ آپ کی تضحیک کرتا ہے۔ چنانچہ اسے ایک صوفی سنت شاعر کی شکل دے ڈالو یا اسے کسی بھی روحانی خانے میں بند کردو۔ کسی بھی لیڈر کو دیوتا بنادو' کسی بھی شخص کو بزرگ کا درجہ دے دو۔ اس طرح بڑے آرام سے اسے اچھوت بنایا جاسکتا ہے۔ پھر اس کے نظریات اور سیاست کو سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ پھر وہ نظریات آپ کو تنگ ہی نہیں کریں گے۔اس کی زندگی میں یہ سبق پنہاں ہے...... اس نے جو کچھ اس وقت دیکھا اور جو کچھ اب ہم پچھلے منظر نامے میں دیکھتے ہیں...... ان سب کو تروتازہ کرنے اور ان پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تاریخ کے سبق کی واپسی پر اساتذہ کا احتجاج

نئی دہلی:22 ستمبر' گاندھی یونیورسٹی کے پروفیسر شیومورتی کا وسطی دور کے سماج سدھارک باسو پر تحریر کردہ سبق واپس لیے جانے پر تعلیمی حلقوں میں شدید نکتہ چینی شروع ہوگئی ہے۔ یہ سبق بی اے تاریخ کے پروگرام کا حصہ ہے اور کارسپانڈنس یونیورسٹی پچھلے پانچ سال سے اسے وسطی دور کی بھارتی تاریخ کے پیپر کے حصے کے طور پر' اپنے طلبہ کے لیے استعمال کر رہی ہے۔سرکاری بیان کے مطابق اسے ماہرین کی کمیٹی سے نظرثانی کرانے کے لیے عارضی طور پر روکا گیا ہے۔اس میں' اس سبق کی وجہ سے اتہاس سرکھشا منچ کے احتجاج کا کوئی ذکر نہیں۔تاہم تعلیمی حلقے اس افواہ سے خاصے سراسیمہ ہیں کہ سبق پر نظرثانی کے انوکھے فیصلے کے پیچھے ''اوپر والوں کے احکام'' کارفرما ہیں۔

بدھ کے روز' اساتذہ کی ایک اچھی خاصی تعداد نے' جن میں نامور تاریخ دان امیت کمار مکھرجی' این اے پارتھا سارتھی اور عامر قریشی شامل ہیں...... اس صورت حال پر شدید تاسف کا اظہار کیا۔

انہوں نے کہا کہ یہ بالکل واضح ہے کہ یہ سب کچھ منچ کے مطالبات کی وجہ سے کیا گیا ہے۔اس طرح کے مطالبات دراصل اس منصوبہ بندی کا حصہ ہیں جس کے تحت ایک افسانوی اور مقامی ''سنہری ہندو تاریخ'' پیدا کرنا مقصود ہے تاکہ ایک زبان' ایک دھرم اور ایک قوم کے پروگرام کا جواز پیدا کیا جاسکے۔نام ونہاد

دانش ورانہ غل غپاڑے کے خلاف یونیورسٹی کی واضح قدم اٹھانے میں ناکامی باعث شرم ہے۔ اس طرح سیکولر تاریخ دانوں کے لئے مزید مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔

''میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ باسو پر میرا یہ چھوٹا سا سبق ایسی رزمیہ کی شکل اختیار کرلے گا۔'' شیو مینا سے کہتا ہے۔

''سبق؟ اکیلے سبق کے متعلق کون پریشان ہورہا ہے؟'' وہ کہتی ہے' اس کا منہ بگڑنے لگتا ہے لیکن وہ خود بھی سمجھتا ہے کہ وہ بیچارہ سبق دریاؤں کے سنگم میں کہیں غائب ہو چکا ہے۔ یہی حال ایک بار پھر باسو کا بھی ہے۔ اب معاملہ...... یا اصل وجہ...... مکڑی کے جال کی طرح پھیل گیا ہے۔ اس کا چپکتا ہوا لعاب نئے نئے دھاگوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اب مسئلہ ذات پات' مندروں یا کسی پیچیدہ تاریخی کردار کے اختلاف رائے کا نہیں رہا۔ اب معاملہ مسلمان حملہ آوروں' عیسائی مشنریوں' مادر وطن کے فرزندوں اور غیر ملکیوں کا بن چکا ہے۔ بات بڑھ کر اس مرحلے تک آن پہنچی ہے کہ نئے محبّ وطن لوگوں' ان کے سر پھرے اور قوم پرستانہ خوابوں کی تکمیل کے لیے ایک میدان کارزار جم گیا ہے

ان کے خوابیدہ عزائم جانی پہچانی تاریخی حقیقتوں کو استہزائی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے تصورات بھولی بسری یادوں اور کہاوتوں کے سہارے نئے افسانوی حقائق کو جنم دیتے ہیں۔ اپنے وجود کی دریافت سے بھی ہزار ہا برس قبل کے گھوڑوں والے جنگی رتھ' ایسے لازوال اشلوک' جن میں آج کی جدید ترین فزکس اور روشنی کی رفتار کے حساب کتاب سے متعلق اشارے کنائے مخفی نظر آئیں۔ یہ سب کے سب انتہائی قابل احترام اور قابل فخر سنہری ماضی کا حصہ ہیں۔ ایک ماضی جو کسی بھی ماضی سے زیادہ قدیم ہے تو پھر اسے کیوں نہ تہذیبوں کے گہوارے کا نام دیا جائے؟

شیو کے میدان کارزار میں بھی ایسے ہی شاندار لمحات دکھائی دیتے ہیں۔

وہ دروازے پر گھنٹی کی آواز سنتا ہے۔ چند منٹ بعد' کملا بھاگی بھاگی اوپر کی منزل میں آتی ہے۔ اس کا زرد فلوزدہ چہرہ خوشی سے تمتما رہا ہے۔ ''ٹی وی کے لوگ' صاحب'' وہ جوشیلی

سرگوشی میں اسے متوجہ کرتی ہے۔ ''وہ آپ کا انٹرویو لینے آئے ہیں۔''

''میں ابھی آتا ہوں۔'' وہ کہتا ہے۔ ''تم انہیں پینے پلانے کو کچھ دو۔ ان کی تواضع کرو۔''

''اچھا'' کملا کے لہجے میں واضح شکایت بھری ہے کہ کیا یہ بھی بتانے کی ضرورت ہے؟ ''اور صاحب' آپ کی قمیض' یہ ٹھیک نہیں' اس پر استری ٹھیک سے نہیں ہوئی ہے۔ میں آپ کو الماری میں سے ایک اور نکال دیتی ہوں۔'' کیمرے نے آخرکار کملا کو اس کی اہمیت کا احساس دلا دیا ہے۔ اگر ٹی وی والے اس سے ملنا چاہتے ہیں تو اسے بھی واقعتاً ایک صاحب ہی کی طرح ہونا چاہیے' سر بلند کر کے چلنے والا صاحب۔ بیچاری ببلی' سکول میں ہے۔ یہ مزید ارموقع ضائع ہو جانے پر اس کا دل تو ٹوٹ جائے گا۔

''میری قمیص صحیح ہے کملا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ یہاں بس پانچ منٹ ٹھہریں گے'' وہ برا سا منہ بناتی ہے جیسے کہہ رہی ہو: اگر تم اتنا شاندار موقع ضائع کرنا چاہتے ہو تو کوئی کیا کرے۔ پھر نہ کہنا' میں نے بتایا نہیں تھا۔ نیچے ڈرائینگ روم میں سارا ماحول ہی بدلا ہوا ہے۔ پردے گرے ہوئے ہیں۔ ایک کرسی پر سپاٹ لائٹ پڑ رہی ہے۔ لگتا ہے سارے کمرے کی روشنی' اسی ایک دودھیا روشنی میں مدغم ہوگئی ہے۔ فرش پر سانپ کی شکل کی موٹی تاریں اور کیبلز ادھر ادھر بکھری پڑی ہیں۔ شیو' محتاط طریقے سے ان پر قدم بڑھاتا' بیڑیوں' بجلی' کیمرے اور معاونوں سے بچتا بچاتا آتا ہے۔

ایک نوجوان عورت کرسی سے اٹھتی ہے اور اس سے ہاتھ ملاتی ہے۔ ''پروفیسر مورتی؟ میں پریا ہوں! 'میں نے ہی ٹیلی فون پر آپ سے مختصر سے انٹرویو کی بات کی تھی۔'' وہ شیو کو ایک کارڈ پکڑاتی ہے جسے وہ جیب میں ڈال لیتا ہے۔ وہ اس پر اور اپنے اردگرد جگمگاتے روشن کمرے پر ایک ہچکچاہٹ بھری نگاہ ڈالتا ہے۔

''کہاں بیٹھنا مناسب رہے گا؟ یہ بس ایک غیر رسمی سا انٹرویو ہے۔ اس کرسی کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

شیو' بغیر کسی حیل وحجت کے وہاں بیٹھ جاتا ہے۔ وہاں موجود افراد میں سے کوئی اس کی قمیص میں بھونرے کی شکل کا ایک مائیک لگا دیتا ہے۔

''میں آپ سے دو یا تین سوال پوچھوں گی۔ جس کو بعد میں ایڈٹ کر لیا جائے گا۔ مجھ

سے بات کیجیے۔ میں یہاں بیٹھوں گی...... کیمرے کے رخ سے الگ'' کیمرے کی آنکھ سے باہر' وہ اپنی نشست کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اگلا نصف گھنٹہ شیو کرسی پر منجمد رہتا ہے۔ کیمرہ مین اپنے لینز گھماتا رہتا ہے اور لڑکی شاٹ کے بارے میں اس سے بات کرتی رہتی ہے۔ لائٹ مین اور اس کا معاون اس کے چہرے پر تیز روشنی پھینکنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ ان کی گفتگو کے بے ربط سے جملے سنتا رہتا ہے: ''نہیں' وہ سایہ چھوڑ دو' سکرین کھولو جسجیت' پس منظر کو اچھی طرح دیکھو۔''

''سر! کیا ہم کرسی کو تھوڑا سا سرکا سکتے ہیں ذرا' کتابوں کے شیلف کے سامنے کو؟''

مائک مین تیزی سے' شیو کو مائک سنبھالنے میں مدد دینے کے لیے آگے بڑھتا ہے۔ اب شیو کتابوں کے شیلف کے سامنے موجود واقعی پروفیسر لگ رہا ہے۔ اپنے مناسب اور ضروری ہتھیاروں سے لیس انسان' یہ خیال آتے ہی اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آتی ہے' لڑکی' فوراً سمجھ جاتی ہے۔ ''اچھا لگ رہا ہے نا!'' پھر وہ کہتی ہے۔ ''جسجیت' وہ گملا یہاں لے آؤ'' اچھے خاصے بڑے لیکن بے آواز جوتے پہنے' جسجیت ...... ریکھا کے پودوں میں سے ایک...... گملا اٹھا کر کرسی کے قریب رکھ دیتا ہے۔ اچھا ٹچ ہے۔ علمی اسلحہ سے لدا پھندا آدمی' سرسبز جنگل کے درمیان ذرا خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرے گا۔

تمام روشنیاں آن ہیں۔ شیو کی گردن کے عقب میں ٹھنڈے پسینے کی لہریں پھوٹتی محسوس ہوتی ہیں۔ وہ رومال نکال کر اپنا چہرہ صاف کرتا ہے۔

''شروع کریں' سر؟''

''ہاں'' شیو اس وقت عجیب بے یقینی کی سی کیفیت میں ہے۔ کوئی کمرے میں چلتا پنکھا بند کر دیتا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے ساری دنیا کی روشنیوں کا رخ صرف اسی کی جانب ہو گیا ہے۔ اس کی اور اس کے بک شیلف کی جانب۔ لڑکی اس کے سامنے دوسری جانب بیٹھی ہے۔ وہ مسکراتی ہوئی' اس کی ہمت بندھاتی ہے اور کہتی ہے ''پروفیسر مورتی' ہم نیوز لائٹ میں آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ کیا آپ چند الفاظ میں اپنا تعارف کرائیں گے؟''

پچھلا آدھ گھنٹہ پسینے میں بری طرح شرابور رہنے اور حیرت سے یہ سوچنے کے بعد کہ باسو کی زندگی اس کے تصورات اور تاریخ کی بے بہا وسعتوں کو وہ پانچ منٹ میں کس طرح بیان کر پائے گا' یہ ابتداء شیو کو اور بھی حواس باختہ کر دیتی ہے۔

MashalBooks.org

''ہاں، کیوں نہیں، میں ایک تاریخ دان ہوں۔'' وہ ابتداء کرتا ہے۔(اس کے پتا پردوں کے پیچھے، سائے میں چھپے، اسے ہی دیکھ رہے ہیں۔ وہ انہیں غیر متحرک اور متوجہ محسوس کرتا ہے۔ ان کی نگاہیں اپنے بیٹے کے چہرے پر جمی ہیں)۔''میں کستوربا گاندھی یونیورسٹی میں تاریخ پڑھاتا ہوں۔ آپ کو پتہ ہی ہے کہ یہ ایک اوپن یونیورسٹی ہے۔ میں تاریخ کے بی اے پروگرام کا انچارج ہوں'' شیوتوقف کرتا ہے۔

لڑکی اسے اشارے سے حوصلہ دیتی ہے۔ وہ اپنے نوٹس دیکھ کر پوچھتی ہے۔''پروفیسر! تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے الزامات کے بارے میں آپ کا کیا ردعمل ہے؟''

''میں یہاں دو سوالوں کے جواب دینا چاہتا ہوں۔ ایک تو الزام کے بارے میں ہے۔ کون لوگ یہ الزام لگا رہے ہیں۔ اور کیا وہ مقبول عام تاریخی حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یا وہ تاریخی مفاہیم کی نوعیت اور اہمیت جانتے ہیں۔ اور پھر وہ کیوں سامنے لا رہے ہیں ایسے.....'' اور کچن میں گویا آتش فشاں پھٹ پڑا ہے۔ بھرتی ہوئی بھاپ کی تیز آواز میں شیو کے الفاظ دب جاتے ہیں۔

''کٹ'' سائے کی جانب سے کوئی آدمی غصے سے کہتا ہے۔

''جسجیت'' لڑکی آواز دیتی ہے۔ جسجیت کچن میں جاتا ہے اور سہمی ہوئی کملا کے ساتھ لوٹتا ہے۔ شیو کی نگاہ اس کی چمکدار، سرخ نائلون ساڑھی اور اسی رنگ کی مالا پر پڑتی ہے۔ وہ خاصی بنی ٹھنی ہوئی ہے۔''پریشر ککر تھا'' وہ وضاحت کرتی ہے۔''اب میں نے اسٹوو بند کر دیا ہے۔''

واپس روشنیوں اور کیمرے کی جانب۔ شیو کی ناک دکھنے لگتی ہے۔

''کیا آپ بات بیچ میں سے ہی شروع کر سکتے ہیں؟'' لڑکی پوچھتی ہے۔ وہ یہ بات بتانے کا حوصلہ خود میں نہیں پاتا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا، اسے یاد ہی نہیں رہا۔

''یاد رکھنے کی بات یہ ہے'' اس کے منہ سے نکلتا ہے۔''کہ تاریخ بھی، انسانی ذہن کی طرح، ایک پیچیدہ چیز ہے جس کی بہت سی لڑیاں ہوتی ہیں۔ ہماری اپنی تاریخ بھی انتہائی زرخیز اور گوناگوں قسم کی ہے۔ بلاشبہ ان ساری لڑیوں کو بار بار جانچتے رہنا چاہیے۔''

لڑکی کچھ نہیں سمجھ پاتی تاہم وہ بڑی ہوشیاری سے اپنا سر اثبات میں ہلاتی ہے۔

اچانک شیو کو یاد آ جاتا ہے اور وہ ان پوائنٹس کو مجتمع کرتا ہے جنہیں کہنے کا اس نے

پروگرام بنایا تھا۔ ''لیکن آج اچانک کیا آفت آپڑی ہے' ایک ایسے تاریخی کردار کے متعلق' جسے ہم نے ابھی تک انتہائی حفاظت سے اپنی نصابی کتابوں میں شامل کیا ہوا ہے' اور وہ بھی ایک غیر متوقع گوشے سے؟ میرے ذہن میں تو صرف ایک ہی جواب آتا ہے...... تاریخ کا خوف۔ ایک ایسا خوف جس کے ذریعہ ہماری تاریخ لوگوں کو یہ دیکھنے پر مجبور کردے گی کہ ہمارے حال کی طرح' ہمارے ماضی میں بھی...... مذہب اور روایات کے نام پر مسلط کردہ...... سماجی تقسیم پر تنقید کرنے والے ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ یہ خوف زدہ لوگ کہاں جائیں' کیا کریں؟ وہ تاریخی شخصیات کو صاف ستھرا کرتے ہیں اور تاریخ اور ترتیب نو کے کنایوں کو چھپانے کی......''

اب روشنی چلی جاتی ہے۔ اندھیرے میں کوئی' بیزاری میں' زور سے سانس لیتا ہے۔

ایک گھنٹے کے بعد' بالآخر کام مکمل ہوجاتا ہے یا شاید شیو کو ایسا لگتا ہے لیکن اسے بتایا جاتا ہے کہ اسے کچھ دیر اور اسی کرسی پر بیٹھے رہنا ہوگا تاکہ کچھ فلر شاٹس لیے جاسکیں۔ ''لیکن یہ اتنا کچھ صرف تین منٹ کے لیے'' وہ لڑکی سے پوچھتا ہے۔ وہ اتنی تروتازہ دکھائی دے رہی ہے جیسے کسی ایرکنڈیشنڈ سٹوڈیو میں موجود ہو۔

''ہم اسے ایڈٹ کریں گے'' وہ پریقین لہجے میں کہتی ہے۔ یہ وضاحت اگرچہ شیو کے سر کے اوپر سے گزر جاتی ہے پھر بھی وہ کچھ کہے بغیر' تھکے ماندے انداز میں کرسی سے پیٹھ ٹکا لیتا ہے۔

مینا اپنے کمرے سے نکل کر دروازے پر اپنی بے ساکھیوں سمیت کھڑی ہوتی ہے۔ وہ ادھر ادھر نگاہ دوڑاتی ہے۔ شیو' اس لڑکی سے' اس کا تعارف کراتا ہے۔

''ہائے'' دونوں ایک دوسرے کو حریفانہ انداز میں دیکھتے ہیں۔ مائک بند ہو چکا ہے مگر شیو ابھی تک خود کو تصنع اور احتیاط کے جال میں قید محسوس کر رہا ہے کیونکہ اسے کیمرے کے سامنے ''فطری انداز'' اختیار کرنے کو کہا گیا تھا۔ فطری انداز اپنانے کا مطلب (تاریخ کے ایک پروفیسر کے لیے) بظاہر یہ ہے کہ کوئی کتاب اس کی گود میں رکھی ہو اور وہ اسے پڑھنے کی کوشش میں اس کے صفحات الٹتا دکھائی دے رہا ہو۔ اور کبھی کبھی مینن کے جڑواں بچوں کی طرح گہری سوچ میں' چھت کو بھی تک رہا ہو۔ اگرچہ شیو کی نگاہیں مینا کی جانب نہیں پھر بھی وہ مینا کا بیساختہ قہقہہ اپنی جانب سفر کرتا محسوس کرسکتا ہے۔

MashalBooks.org

شیو کے دروازہ اور کھڑکیاں کھول دینے کے باوجود مینا کے کمرے میں' دھویں کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ اسے لگتا ہے جیسے وہ پہلے بھی اس کمرے میں آ چکا ہے: دھوئیں سے لبریز خاک آلود کمرہ' دائرے کی شکل میں بیٹھے لوگ اور وہ خود ان کے درمیان۔ یہ چند منتخب لوگ جو اپنی ہی طرح کی زبان بولتے ہیں اور ان کے فقروں کو مکمل کرنے کے لیے ایک دوسرے کو لقمہ دینا پڑتا ہے۔ ان کا یہ باہمی تعلق' اسی جانے پہچانے' گھل مل جانے والے انداز میں ان کا باہمی اعتماد اور گفتگو...... جو انہیں مجتمع رکھتا ہے......شیو کو اپنی پتاہ کی جمائی ہوئی پوجا پاٹ کی محفلوں کی یاد دلاتا ہے۔ وہ پوجا پاٹ کی یہ تھکا دینے والی بزم اس لیے سجایا کرتی تھیں تا کہ مقدر کی آسمانی طاقتوں سے گڑگڑا کر' اپنے مغوی شوہر کی رہائی کی التجا کر سکیں۔ امید' آس اور خواہش کی وہی فضا آج بھی اس کمرے میں دکھائی دے رہی ہے۔ ممکن ہے اس بار وہ ناکارہ اور فرسودہ ہتھیار اپنا کام دکھا جائیں۔

اسے خوش قسمتی ہی کہہ لیجے کہ مینا اور امر شیو کی قلابازیاں کھاتی یادوں کے موروثی تعلق کو نہیں دیکھ سکتے اور امر کے جنگ جو ساتھیوں کا جمگھٹ مینا کے کمرے میں محو گفتگو ہے۔ (امر کے الفاظ میں) ''وہ ایک تند و تیز دستی اشتہار تیار کرنے میں مصروف ہیں۔'' کملا اس وقت کچن میں چائے تیار کرنے میں لگی ہے اور شیو (ہمیشہ کی طرح' جیسے وہ پہلے اپنی ماں کے کمرے میں موجود ہوتا تھا) ان سب لوگوں کو کمپین تیار کرتے' خاموشی سے دیکھ رہا ہے۔

مینا نے آج غسل بھی نہیں کیا۔ وہ کل رات کی کھلی ڈھلی گرے ٹی شرٹ ہی پہنے ہوئے ہے۔ اس کے الجھے بالوں کی ایک لٹ کسی باغی کی طرح' اس کے چہرے پر پڑی ہے۔ ''جو کچھ ہم نے تیار کیا ہے' میں اسے پڑھ ڈالتی ہوں'' مینا کہہ رہی ہے۔ ''ملک کے بہت سے حصوں میں نام و نہاد تحفظ کا ریکٹ پہلے سے موجود ہے۔ دکانیں' ریستوران' ہوٹل' فیکٹریاں' ابھی ماضی قریب میں' ایسا تحفظ حاصل کرتی رہی ہیں...... قیمت کی خاطر تحفظ' تحفظ کے اس طرح کے واقعات کے ذریعے ہم ''محافظوں'' کی ترجیحی حکمت عملی سے بھی اچھی طرح مانوس ہو چکے ہیں۔ پہلے لوگوں کو یقین دلا دیں کہ وہ حملے کی زد میں ہیں' پھر انہیں تحفظ کی پیش کش کر دیں۔''

مینا بڑے اچھے لہجے میں پڑھتی ہے۔ پلاسٹر زدہ ٹانگ اور اس میں تازہ تازہ اکڑاہٹ

MashalBooks.org

کے باوجود اس دھواں دھار ماحول میں بھی اس کا چہرہ چمک رہا ہے، بالکل کسی معصوم فرشتے کی طرح۔ شیو کا دل اس کی جانب کھنچا چلا جا رہا ہے۔ وہ دل ہی دل میں عہد کرتا ہے کہ دوبارہ اپنے خیالات کو بکھرنے نہیں دے گا۔ وہ خود کو یاد دلاتا ہے کہ یہ میٹنگ اسی کے بارے میں ہے اور اسی کی دنیا داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ اس کی نگاہیں مینا پر جم جاتی ہیں۔ ''اتہاس سرکھشا منچ کے لیڈر کے الفاظ پر غور کریں۔ وہ ہمارے لیے ہماری تاریخ کے تحفظ کی بات کر رہا ہے:

......ایسی نصابی کتابیں جن میں ذات پات کی تقسیم پر ضرورت سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور ہندومت اور ہندو ثقافت کو صحیح اجاگر نہیں کیا گیا' پڑھنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔ بھارت کے ماضی سے متعلق تصورات کو خراب کرنے کی سازشوں کا جرأت اور حوصلے سے مقابلہ ہونا چاہیے۔ ہندومت کے گڑے مردے اکھاڑنے میں لوگوں کو بڑی آزادی محسوس ہوتی ہے لیکن وہ اسلام کے خلاف تنقید کا ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ تلواریں میان سے باہر نکل آئیں گی......'

''ایک ایسے شخص کے الفاظ پر غور کیجیے جو منچ کی نظریاتی اساس کی عکاسی کرتا ہے۔ ایسی باتیں کہنے والے گروہ کے بھلا کیا نظریات ہوں گے۔''

مادھو سدا شیو گول والکر کی نایاب کتاب "We or The Nationhood Defined" میں...... بھارت کے ماضی، حال اور مستقبل کو ہندو ریاست سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ''ہندوستان میں موجود غیر ملکی نسلیں لازماً ہندو ثقافت اور زبان اختیار کریں، ہندومت کا احترام کرنا سیکھیں اور ہندو نسل و ثقافت کی عظمت اور شان و شوکت کے سوا کسی اور نظریے کی بات ہی نہ کریں...... یا وہ مکمل طور پر ہندو قوم کے ماتحت کے طور پر اس ملک میں رہیں۔'' کہتے ہیں کہ بعد میں مصنف نے اس کتاب سے لاتعلقی ظاہر کر دی تھی اور وہ کتاب اب بازار میں ملتی بھی نہیں۔

مینا ادھر ادھر فاتحانہ نظر سے دیکھتی ہے۔ ''اچھا لگ رہا ہے۔ لگ رہا ہے نا؟'' ''امن کے مفاد میں اور تحفظ......'' ''ہمیں ایسی کچھ مثالیں چاہیے ہوں گی، جو ہم پچھلے کچھ سالوں سے مسلسل سنتے آئے ہیں۔'' امر فوراً ہی اپنی انگلیوں پر گننا شروع کر دیتا ہے: عیسائیوں کے خلاف کمپین، آسٹریلیا کے مشنری گراہم سٹینز اور اس کے دو بچوں کا قتل......''

''ہندو دیوی کو عریاں پینٹ کرنے پر آرٹسٹ ایم ایف حسین پر حملے'' مینا بیچ میں بول

پڑتی ہے۔اس کی آنکھیں دیویوں اور حملہ آوروں کے متعلق اس کے خیالات کی چغلی کھا رہی ہیں۔

''سیاسی طور پر غلط'' امتحانات لینے پر گوا کے اساتذہ کا منہ کالا کرنا اور آزادی کی جدوجہد پر ایک کتاب کا واپس لے لیا جانا۔''شیوؔ اپنے ساتھ انہیں بھی حیرت زدہ کر دیتا ہے'' بنارس میں ہندو بیواؤں کی حالت زار پر بنتی فلم کی شوٹنگ کی رخنہ اندازی''

''یہ فہرست تو کبھی بھی ختم نہیں ہو گی'' امر کہتا ہے''میرے خیال میں یہ کافی مثالیں ہیں۔ہم اسے آخری پچ کس طرح دیں گے؟''

''میں نے سوچا تھا کہ کچھ ٹی وی پر کی گئی تمہاری باتیں استعمال کروں گی۔'' مینا شیو کو بتاتی ہے۔''تاریخ کے کچھ ایسے واقعات جنہیں ابھی تک محفوظ یا خطرناک قرار نہیں دیا گیا۔ اور میرے خیال میں جرمن فاشسٹوں کا تذکرہ بھی غیر مناسب نہیں رہے گا۔ یہ بھی ذہن میں رکھنا ہو گا کہ گوالکر نے ان کی کتنی تعریف کی ہے۔جیوتی' وہ کاغذ ذرا مجھے دینا جو ہم نے ڈرافٹ کیا ہے۔''

وہ جیوتی سے کاغذ لے کر انہیں سنانے لگتی ہے۔

''اس موقع پر تاریخ کے حوالے سے ہمارے ذہن میں آنے والی ایک تصویر کسی نازی جرمن قصبے کی ہے جس میں براؤن شرٹس پہنے طوفانی حملہ آوروں کا طیش اور جنون صاف جھلکتا ہے۔ بہرحال ہم ابھی تک اس غیر انسانی ظلم و بربریت تک تو نہیں پہنچ پائے' جو نسلی تطہیر کی فضا میں رچی بسی تھی تاہم اس کا تعلق محسوس کرنا' ناممکن بھی نہیں۔ فاشزم اور ہمارے درمیان موجود ہندوتو کے بدنما چہروں کے مابین خیالات کی یکسانیت اور ثقافت کے ظالمانہ تشدد کا واضح تعلق موجود ہے۔''

مینا مسکراتے ہوئے شیو کی جانب دیکھتی ہے۔''کیا خیال ہے؟ کیا یہ مناسب لگتا ہے؟''

''شاندار'' شیو کہتا ہے۔وہ مینا کے پڑھے اپنے ہی ان لفظوں کو بآسانی پہچان نہیں سکا تھا۔اور اس میں باسو کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا گیا لیکن بہرحال شیو ان سب باتوں کو ہر لحاظ سے خاصا متحرک اور مرعوب کن محسوس کرتا ہے۔

''جناب! یہ تو محض دستی اشتہار ہے'' امر کہتا ہے۔''ہمیں ابھی اور بہت کچھ کرنا ہے۔''

''مینا اشتیاق انگیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگتی ہے۔''

"انہیں ایک فوج کی طرح سمجھیے" امر انہیں بتاتا ہے۔ بنیاد پرستوں کے تین دستے ہیں: سب سے آگے بغلول شوریدہ سر ہوتے ہیں۔ جن کی آنکھوں میں تعصب کی پٹیاں بندھی ہوتی ہیں اور ہاتھ میں نفرت کی تراشیدہ لاٹھیاں......" امر اپنے تصورات کو واضح کرنے کے لیے ذرا سا وقفہ لیتا ہے۔

"اور ان کے پیچھے افکار والا طبقہ ہوتا ہے۔ تاریخ دان' نظریہ دان' چند سیاست دان اور اشتہار باز وہ اس کھیل کو آگے بڑھاتے ہیں اور پھر دور کہیں پس منظر میں اقتدار کے ناخداؤں کا ٹولہ ان کی ڈوریاں ہلا رہا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ حکومت چلانا ان کا بنیادی حق ہے کیونکہ دیومالائی دیوتاؤں سے ان کا براہ راست رابطہ ہے۔

بنیاد پرستوں کا ایک اور آدمی بھی اس جنگ میں شامل ہے۔ ممکن ہے خود دیوتا بھی اس سے بے خبر رہے ہوں لیکن بات سیاٹل تک پہنچ چکی ہے۔ ریکھا دوبارہ فون پر موجود ہے لیکن اب اسے اپنا قیمتی باغیچہ' گھریلو معاملات یا مینا' کچھ بھی یاد نہیں آ رہا۔ اس کی دھیمی سرد آواز نسبتاً زیادہ پریشان لگتی ہے۔ "میں نے آن لائن نیوز پڑھی ہے۔" وہ کہتی ہے۔ "تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی یہ تو زیادہ گمبھیر معاملہ بن گیا ہے۔"

"خود مجھے بھی خبر نہیں ہوئی اور صورت حال اتنی الجھ گئی۔" شیو دفاعی انداز اختیار کرتا ہے۔ لیکن وہ ریکھا کی سراسیمگی اور بے یقینی پن......جس کا وہ خود بھی شکار رہا ہے......بھی محسوس کرتا ہے۔ "یہ اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا۔" وہ کہتا ہے "ہنگامہ' شور شرابا' انٹرویوز' اجنبی لوگوں کی نفرت کا احساس...... یہ سب کچھ عجیب اور نیا سا لگ رہا ہے......کم از کم مجھے۔" وہ عاجزانہ لہجے میں بات بڑھاتا ہے۔

ریکھا خاموشی سے اس کی بات سنتی ہے اور پھر فکر مند لہجے میں بولتی ہے۔ "مجھے واپس آ جانا چاہیے۔ میں ایک ہفتے اور یہاں نہیں ٹھہر سکتی' میں یہاں ٹکی رہی تو آئندہ کے واقعات کا سوچ سوچ کر' زیادہ پریشان ہو جاؤں گی۔ پتہ نہیں تم ان معاملات کو کس طرح ہینڈل کر رہے ہو؟"

لمحے بھر کو شیو ایک پرکشش تصور میں کھو جاتا ہے: ریکھا انچارج ہو گئی ہے اور باقی سب......سربراہ' ڈین' مینا اور امر بلکہ منچ اور زہر اگلنے والا "کرنٹ"......انتہائی منظم کلاس روم

MashalBooks.org

میں اپنی اپنی نشستوں پر بٹھا دیئے گئے ہیں۔ لیکن فوراً ہی شیو کو اس پرفریب تصور سے باہر آنا پڑتا ہے۔ ''ہمیں جلد بازی میں کچھ نہیں کرنا چاہیے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''میں بالکل ٹھیک ہوں اور کوئی خاص مسئلہ درپیش نہیں۔ بہت سارے لوگ' معزز اساتذہ میری حمایت کر رہے ہیں۔ اور رہا سبق' تو وہ بہرحال بعض نامعلوم ماہرین کے پینل کو نظر ثانی کے لیے بھیج دیا گیا ہے۔''

ریکھا ایک یاس آمیز آہ بھرتی ہے۔ ''کاش تم ایسی کسی چیز میں ملوث نہ ہوئے ہوتے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ محض کارسپانڈنس کورس اور کسی شاعر کے لیے یہ سب مصیبت برداشت کرنے لگے' کوئی بھی اسے یاد نہیں رکھتا۔ تمہاری اپنی فطرت سے بھی یہ سب کچھ لگا نہیں کھاتا۔''

''ارے بھئی! یہ فون بہت مہنگا پڑ رہا ہے۔'' شیو کہتا ہے۔ ''میں جب بھی ضرورت پڑی' تمہیں شعبے سے ای میل کر دیا کروں گا یا اپنے گھریلو کمپیوٹر کے لیے ایک پرانا موڈیم خرید لوں گا۔ ابھی سے اپنے ٹکٹ کے لیے پریشان نہ ہونا...... ممکن ہے یہ سب کچھ جھاگ کی طرح بیٹھ جائے۔ جس طرح اچانک یہ طوفان آیا تھا' اسی طرح ختم بھی جائے۔ ہوسکتا ہے ہم ایک معمولی سے مسئلے کو اپنے سر پر چڑھائے بیٹھے ہوں۔'' حالات ایسے ہو جائیں گے' لمحے بھر کو تو شیو بھی بے یقینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ اگر کچھ محسوس کر سکتا ہے تو صرف اتنا کہ واقعات کا ایک بہاؤ اسے حیرت زدہ کرنے بڑھا آ رہا ہے۔ اسے تیاری کی مہلت دیے بغیر' اپنی گرفت میں اسے لینا چاہتا ہے لیکن وہ تیاری کر بھی لے تو کیا۔ اسے تو دوسری جانب کے ارادوں کا سرے سے علم ہی نہیں۔ لے دے کے' اس کے ذہن میں یہی آتا ہے کہ وہ اپنے سبق کی طرف پلٹے' باسو پر لکھے اپنے نوٹس کو دوبارہ دیکھے اور خود کو انجان لوگوں کے' چاہے ان کا تعلق مخالف طرف سے ہو یا اپنی جانب سے تابڑتوڑ جانچ پڑتال کے مراحل کے لیے تیار کر سکے۔ شیو کے ذہن میں ریکھا کے کہے الفاظ گھوم رہے ہیں۔ شاعر کو کوئی یاد نہیں رکھتا۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے فرق ہی کیا پڑتا ہے۔ اس نے جو کچھ کہا اور کیا' وہ فنا ہو گیا اور بس لیکن تم اس دنیا میں زندہ سلامت موجود ہو۔ آج کا ایک حقیقی وجود۔

ریکھا قیاس آرائی کا استعمال یا اس کے حظ کو کبھی سمجھ ہی نہیں سکی۔ شروع شروع میں شیو نے اسے اپنے پتا کے بارے میں' ان پر گزرے انجان حادثات...... جس کے نتیجے میں وہ غائب ہو گئے...... کے متعلق کچھ بتانے کی کوشش کی تھی۔ ریکھا نے زبانی کلامی ہمدردی بھی

جتائی لیکن اس وقت اس کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا جب ساری جھاڑ پھونک کے باوجود اس کے پتا کی روح نے اس کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا یا زیادہ صحیح یہ کہ شیو نے اپنے پتا کی روح کو خود سے سے دور کرنے سے منع کر دیا۔ ''کیا ان کی موت کا رونا روتے رہتے ہو جبکہ تمہیں حقیقی صورت حال کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں؟'' اس نے شیو سے اس وقت انتہائی تند لہجے میں پوچھ ہی لیا جب وہ ان کے ''آخری دن'' کے حقائق اور فرضی واقعات کے ٹکڑوں کو مجتمع کرنے کے دردانگیز عمل سے گزر رہا تھا۔

لیکن یہ بھی عرصہ دراز کی بات ہے۔ برسوں بیت گئے ان کے درمیان اس کے پتا کے متعلق کوئی بات ہوئے۔ اس کے پتا کی پرچھائیں آج بھی موجود ہے ان کے درمیان ایک خفیہ ماضی کی طرح...... جو ہر آنے والے دن میں مزید بوجھل ہوتا جاتا ہے۔ اور اب باسو ایک اور پراسراریت۔ ریکھا کی خواہش ہو گی کہ اس غیر متعلقہ ماضی کا رستہ بھی آرام سے بند کر دیا جائے۔ بے شک باسو ماضی کا کردار ہے لیکن اس کے سوالات آج آٹھ سو سال بعد بھی قطعاً غیر متعلق نظر نہیں آتے۔ باسو کوئی کاغذی کردار نہیں جو زندگی بھر رسیلے اور سندر گیت صرف پیار کے حوالے سے گاتا رہا ہو یا صرف بعد از موت کیفیات سے متعلق رہا ہو۔ ایک مختصر سے عرصے غالباً ایک نسل کا دورانیہ کے لیے باسو نے ایک نیا طبقہ ضرور پیدا کر ڈالا ایک ایسے جذبے اور رویئے کو جنم دیا جس نے لوگوں کو نئے تجربات کرنے پر اکسایا۔

اس آدمی کے ساتھ بالآخر ہوا کیا؟ شیو اپنے مطالعے کی حتی الامکان وسعت کے باوجود باسو کے انجام کی گتھی سلجھا نہیں پاتا۔ اس معمے کو جاننے کی کوشش میں وہ بار بار ماضی کے جھروکوں میں جھانکتا ہے: وہ مقام جہاں سے باسو شہر چھوڑتا ہے زوال کی گھڑی کدال سنگم کو اس کی واپسی...... دریاؤں کا سنگم جہاں سے اس نے اپنی عملی زندگی شروع کی تھی۔

باسو کی موت کی گونج ہمیشہ شیو کے ذہن میں بسی رہے گی ایک ایسے خاص پیغام کی طرح جسے واضح کرنا ہے۔ یہ اور بات کہ اسے خود پتہ نہیں کہ اس کے لیے کرنا کیا ہوگا۔

ہم میں سے ہر شخص اپنے اندر ایک تاریخ، تصورات کی انسائیکلو پیڈیا اپنی مرضی سے تشکیل شدہ لینڈ سکیپ لیے پھرتا ہے۔ ایک ایسی ڈکشنری جو ماضی کے مختلف ادوار کی زبانیں بولتی ہے جو مختلف زمانوں میں سرحدوں کے آر پار آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے۔ بعض سوانح عمریاں لکھنے والوں نے باسو کی تاریخ وفات...... یا موت کی قیاس آرائی...... جنوری 1168ء

دی ہے۔ لیکن شیو کے ذہن میں یہ تاریخ بڑے عیارانہ طریقے سے آگے کھسک جاتی ہے۔ 7جون1962ء جب اس کے پتا غائب ہوئے تھے' کے بجائے زمانہ وسطیٰ میں ان کے ملتے جلتے کردار کے غائب ہونے کے دن یعنی 7جون1168ء کی سمت۔

شیو کے پتا کی طرح باسو بھی غائب ہوا تھا۔ اسے مردہ فرض کرلیا گیا۔ اس کا انجام ہمیشہ پراسرار حالت اور قیاس آرائیوں کے پردے میں چھپا رہے گا۔ قیاس آرائیوں سے جنم لیتی روایات۔ محبت یا ایمان یا انقلاب کی افسانوی کہانیاں لیکن کیا ایسے سارے افسانوں اور روایات کے مقدر میں تشنگی ہی لکھی ہے؟

شیو کو صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے اپنا گھر' اپنا خاندان اور اپنا شہر چھوڑ دیا۔ وہ تھکا ہارا' اپنے پرانے اور اتحادی راجہ بجل سے اور شاید اپنے ساتھیوں سے بھی' مایوس ہو کر دریاؤں کے سنگم پر واپس چلا گیا۔ ایک شخص' اپنے انجام کے قریب' ماضی پر نگاہ دوڑاتا ہوا' گزرے حالات کو یاد کرتا' ان کا جائزہ لیتا اور ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ کیا غلطیاں اور خرابیاں ہوئیں۔ پرانے سوالات کے نئے جوابات کے حصول میں اپنی ناکامی کے اسباب جاننا چاہتا ہے۔ 7جون1168ء...... ایک پورا دن...... گزری ہوئی زندگی کے ہر پل کو' شاید وہ جانچنے کی خواہش میں ہے۔ دریا کے کنارے کھڑا' تن تنہا آدمی' ماضی کے سارے خاکے (کیا لیا' کیا دیا' نفع' نقصان) پانی کی تیز لہروں کی طرح اس کے سامنے سے گزرتے ہیں۔

اس وقت' ہمیشہ سے زیادہ شیو کو' اس کے آخری دن سے متعلق کہانی...... اس کی اپنی زندگی کی کنجی...... مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ظاہر ہے یہ قیاس آرائیوں پر مبنی' ریزہ ریزہ بکھری داستان ہوگی لیکن باسو کی روح...... یا اس کے پتا کی پرچھائیں...... اس کے پیچھے موجود اسے کچھ کرنے پر اکسا رہی ہے۔

شیو کا تصور بیان کردہ باتوں اور نصابوں کی حدود سے آگے سفر کرتا ہے۔ یہ سلسلہ غالباً آدھے دن کے بعد شروع ہوتا ہے: دریا پر بکھرتی سورج کی سنہری امید افزا کرنوں کے ساتھ ساتھ۔ پس منظر میں ایک مندر ہے' اجلا اجلا' سفید رنگ کا مندر' چاندی کے سگنل کی طرح جگمگاتا ہوا لیکن فی الحال' مندر اہم نہیں۔ شیو فریم میں سے اس آدمی کو' اپنے نزدیک لا کر دیکھتا ہے جو دریا کے کنارے تنہا کھڑا ہے۔

شیو نے باسو کی عموماً وہ تصویریں دیکھی ہیں' جو کیلنڈر آرٹ کے انداز میں تھیں لیکن یہ تصورات بہت دھندلے ہیں' ذہن سے محو ہو جانے والے' ان تصاویر کے بالکل برعکس' جو اس نے اپنے پتا کی دیکھی ہیں۔ شیو کا باسو دریا کے سامنے کھڑا آدمی' باسٹھ سال کا ہے مگر اس کے گہرے گندمی چہرے پر ایک بھی جھری نہیں۔ گھنے بال ہیں' دور سے سیاہ لگتے ہیں' بے ترتیب لہراتی جھاڑی کی طرح۔ جھاڑی قریب سے دیکھیں تو اس میں چاندی کی طرح جھلملاتی لٹیں بھی ہیں' ایک خوبصورت پیچ۔ عموماً چہرہ داڑھی سے صاف ہوتا ہے مگر اس وقت اس کی تھوڑی پر خشخشی داڑھی بھی دکھائی دے رہی ہے۔ اس کے کائی زدہ بال جبڑے کے قریب اس کے چہرے کے تیز نقوش کو ملائم کر رہے ہیں۔ ایسا شخص جو سال ہا سال' دربار میں حاضری کے دوران شاندار ریشمی کپڑے پہنتا رہا ہو...... سادہ کپڑا' خاموش رنگ مگر پھر بھی وہ ریشم ہی ہوتا تھا)۔ اس وقت تقریباً برہنہ ہے۔ درمیانے سائز کا ایک عام سا سفید کپڑا' جس سے اس نے اپنا نچلا دھڑ ڈھانپ رکھا ہے۔ وہی موٹا بھدا سا کپڑا' جو اسی دریا کے کنارے' اس کی جوانی کے دنوں میں اس کی کل جمع پونجی ہوا کرتا تھا۔ کپڑا صاف ہے لیکن پانی سے تر۔ اس کے نچلے سرے پر ننھی بوندیں ٹپکتی بھی محسوس ہو رہی ہیں۔ اس کا جسم ذرا بھی پلپلا یا کمزور نہیں تاہم وہ کوئی طویل قامت یا شاندار ڈیل ڈول کا مالک ہرگز نہیں۔ اچھی شخصیت' مناسب خدوخال' صاف ستھرے متحرک اعضاء' سیدھی کمر' اس عمر میں بھی زمین پر مضبوط قدم جمائے سیدھا کھڑا ہے۔ قوی ہیکل نہ ہونے کے باوجود کسرتی جسم' درمیانہ قد' مناسب سا لباس پہنے ادھیڑ عمر آدمی اور ساتھ میں بڑی بڑی جنگجویانہ آنکھیں جہاں اس کی طاقت براجمان رہتی ہے' اس وقت دریا کے دو آئینے دکھائی دیتے ہیں۔

شیو اس دریا کو باسو کے طاقت ور دریا کو' سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کبھی نہ رکنے والا دریا ہے۔ مسلسل اور متحرک یہ دریا رات دن بہتا رہتا ہے۔ دریا بہنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے؟ دور سے یہ محض پانی کا جسم ہے۔ اپنی فطرت کے مطابق بنا سوچے سمجھے بہے جا رہا ہے' جیسا یہ دریا لگتا ہے' ویسا ہے نہیں۔ قریب سے دیکھیں تو دریا اصل میں دو دریا ہیں۔ دو دریا' اپنے الگ الگ رستوں پر بہہ رہے ہیں' ملتے ہیں' جدا ہو جاتے ہیں' ملتے ہیں اور پھر جدا...... یہ عمل اسی طرح چلتا رہتا ہے' یہاں تک وہ ایک سنگم پر آ ٹھہرتے ہیں۔

ایک دوسرے میں مکمل مدغم ہو جاتے ہیں' یہاں سے ایک مکمل طور پر تیسرا دریا

MashalBooks.org

ابھرتا ہے۔

شیو باسو کو دریا کے کنارے کھڑا دیکھتا ہے۔ وہ اسے محبت اور جنگی کیفیت کا ایک امتزاج جانتا ہے، ممکن ہے باسو دریا میں سچائی کا عکس دیکھ رہا ہو۔ سچائی، ایک بہت بڑا تصوراتی نقشہ جس کے لیے لوگ جنگیں کرتے ہیں، مارے جاتے ہیں، دراصل قلم کی نوک کے برابر ہے...... بہتی موجوں کے درمیان پانی کے قطرے میں موجود محض ایک ننھی سی کرن ۔اور یہ کون سا سچ ہے جسے باسو دریا میں دیکھ رہا ہے؟ یہ کہ متضاد اور متصادم موجیں اکھٹی رہ کر بھی اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہیں؟ پانی کی تند و تیز اور پرسکون لہریں مل جل کر سفر کر سکتی ہیں؟ یا یہ کہ سنہری کلس والے مندروں اور بقائے دوام کی خواہاں پتھریلی روایات اور تعصّبات کے دائرے سے باہر نکلنا ممکن ہے؟

MashalBooks.org

7

25 تا 28 ستمبر

کسی اور دن، کسی اور وقت باسوا اور اس کا دریا ہمہ شکل سچائی کی نوعیت اور اس کی باریکیوں کے متعلق تبادلہ خیال کر رہے ہیں۔ ستمبر 2000ء میں یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں، شیو کے کمرے میں بیٹھے ہوئے باسوا ایک اور سیارے پر بھی موجود ہو سکتا تھا۔ مریخ کا درویش شاعر۔

شیو شعبے میں سربراہ سے ملنے آیا ہے مگر اس کی خواہش صرف یہ ہے کہ وہ تنہا اپنے کمرے میں بیٹھا رہے۔ وہ اپنے شیلف سے کتابیں نکالنا، صحیح حوالے تلاش کرنا اور نئے سبق لکھنا چاہتا ہے۔ وہ پھر سے ایک سیدھا سادا ٹیچر بننا چاہتا ہے تاکہ اہم اور خاص خاص حقائق کی تلاش اور ان کی بامعنی ترتیب و تدوین کے عمل میں مشغول ہو جائے۔ وہ لمحہ بھر کے لیے تخلیقی تجربے یا کم از کم کسی ڈیزائن کی تخلیق دوبارہ اپنی گرفت میں لینا چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ خود کو اس کمرے میں مطمئن اور پرسکون محسوس کر سکتا ہے۔ اس احساس کے ساتھ کہ یہ کمرہ واقعی اس کا ہے اور اسے اس پر پورا حق ہے۔

اگرچہ وہ اپنے اسباق کے قارئین کے لیے، ایک بے چہرہ شخصیت ہے تاہم کلاس روم میں طلبہ کو براہ راست پڑھانے کے زمانے میں، شیو نے خود بھی ٹیچر کی موجودگی کی اہمیت محسوس کی تھی۔ بعد کے زمانے میں، کسی کو اپنی بات براہ راست سمجھانے کی شدید خواہش عموماً اس وقت اس کے سر پر سوار ہو جایا کرتی، جب وہ اور ریکھا شام کی سیر کے لیے گھر سے باہر

نکلتے۔ لیکن جلد ہی اس نے اس خواہش پر قابو پانا سیکھ لیا۔ ریکھا اسے اس کے اندر موجود پروفیسر کی روح کے حملے کا نام دیتی ہے۔ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ اس خواہش نے جنم اس وقت لیا، جب وہ اپنے تدریسی خریداروں کے لیے ذرائع کو مربوط کرنے کا کام کرنے لگا، جب اس کے پاس شانے سے شانہ ملا کر چلنے والے طلبہ نہیں رہے، طلبہ جو اس سے پیچیدہ اور مشکل سوالات کرتے، ان کا جواب دیتے ہوئے ایک حقیقی اور زندہ ٹیچر کی طرح اس کی شخصیت سامنے آتی۔

سربراہ سے ملاقات سے پہلے، شیو وقت گزاری کے لیے...... آنے والی ڈاک میں موجود...... کاغذات کے پلندے کو پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ میموز، نوٹس، عمومی اور بورنگ، کسی ایسی زبان میں لکھے ہوئے جنہیں پڑھا نہیں جا سکتا۔ ایک بدیسی زبان۔ وہ انہیں ایک طرف رکھ کر کھڑکی سے باہر دیکھتا ہے۔ مینن کی حالیہ گفتگو اس کے ذہن میں در آتی ہے۔ مینن ایک ایسا علمی کردار ہے جو خود کو فائلوں، ریکارڈز اور ضابطوں کی بھول بھلیوں میں زیادہ محفوظ سمجھتا ہے۔ اس نے آج شیو کو فون کر کے، اس کے ذہن کی پریشانی اور تفکرات کا بوجھ کچھ اور بڑھا دیا۔ ”شیو! تم خوش قسمت ہو کہ یہ سب کچھ یہاں دہلی میں ہو رہا ہے۔“ مینن نے کہا۔ ”تمہیں پتہ ہے کہ باقی ماندہ ملک میں ہونے والے واقعات کے متعلق ہمارے لوگوں کی یادداشت کتنی بری ہے۔“

شیو پرسکون انداز میں اس کا منتظر رہا۔ مینن اتنا رحم دل نہیں کہ فوراً ہی اپنی پیچیدگیوں کے دائرے سے باہر نکل آئے۔ ”کچھ اسی طرح کا تنازع 1994ء میں بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا، باسو کے بارے میں ایک ڈرامے پر۔ اور وہ ڈرامہ کنٹری زبان میں لکھا گیا تھا۔ تمہیں پتہ ہے اس کے متعلق کچھ؟“

اس فون کے آتے ہی، شیو کے ذہن میں موجود اس فائل کے پرت کھلنا شروع ہو گئے ہیں۔ (شیو کو بہت دکھ ہوا کہ اپنی مایہ ناز یادداشت کے باوجود، پچھلے دس دنوں کی ہنگامہ آرائی کے دوران، اسے یہ واقعہ کیوں یاد نہیں آیا۔) مینن جس ڈرامے کا ذکر کر رہا تھا، وہ 1986ء میں چھپا تھا۔ اسے ریاستی ایوارڈ ملا تھا اور کئی یونیورسٹیوں نے اسے اپنی نصابی کتابوں میں شامل کر لیا تھا۔ پھر آٹھ سال بعد، کرناٹک کا کوئی گروپ...... سرکھشا منچ کے کزنز یا اجداد...... گہری نیند سے اٹھا اور کتاب کے مختلف ممکنہ پہلوؤں کا جائزہ لینے لگا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ

ڈرامے میں باسو کو ایک بزدل شخص دکھایا گیا ہے کیونکہ انجام کار وہ خودکشی کر لیتا ہے۔ اس میں بعض درویش عورتوں کی پارسائی پر بہتان لگائے گئے ہیں اور بعض کرداروں کی زبان سے انتہائی نازیبا فقرے کہلائے گئے ہیں۔ گروپ نے مطالبہ کیا کہ اس ڈرامے کو یونیورسٹی کے نصاب میں سے نکال دیا جائے۔ کتاب پر پابندی لگوانے کے مختلف حربے استعمال کئے گئے۔ کتاب کی کاپیاں نذر آتش کی گئیں' ڈرامے کا بھی یہی حشر کیا گیا۔ اس کی حمایت اور مخالفت میں جلوس نکالے گئے۔ بسیں اور ریلیں تک جام کر دی گئیں۔ احتجاجی برت رکھے گئے۔ ایک شخص نے خود کو آگ لگانے کی کوشش کی۔ اور سب سے زیادہ اہم یہ کہ یہ مسئلہ انتخابی ایشو بن گیا۔ بالآخر' ''امن وامان کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے'' ایک سرکاری حکم کے ذریعے کتاب کو یونیورسٹی کے نصاب سے خارج کر دیا گیا۔

اب 2000ء میں' ادب کی تصوراتی سرزمین اور تاریخ کے دور افتادہ شہر کے درمیانی فاصلے تو سمٹ چکے ہیں لیکن اب بھی وہی ناکہ بندیاں ہیں۔ اسی سرزمین پر' وہی محاصرے کی حالت ہے' وقت کی تخصیص کے بغیر۔ افق' آسمان' تمام کھلی جگہیں چھوٹی ہو کر' قلم کی ایک نوک میں سما گئی ہیں۔ منچ اور اس کے حواری ہر جگہ' انہیں یہ ہی بتا رہے ہیں کہ عظیم آدمی کو یاد رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے' ان کا طریقہ' ماضی کو یاد کرنے کا بھی وہی ایک طریقہ ہے۔

شاید شیبو کو اتنی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ اگر وہ اپنی یادداشت کو ماند پڑنے نہ دیتا یا اسے زیادہ یاد ہی نہ ہوتا۔ اس کے پتا کا مثالی مؤرخ اس کے ذہن میں نہ ہوتا یا وہ عام سی باتوں پر زیادہ دھیان دیتا اور باریک پیچیدگیوں سے اپنا دامن بچائے رکھتا' سامنے آتے منفی پہلوؤں سے آنکھیں چرا لیتا لیکن کیا وہ اس نازک صورت حال سے نکل بھی سکے گا یا ساری عمر' ایک تنخواہ دار گواہ اور ڈاکوؤں' لٹیروں کے دباؤ میں کام کرتے مزدور کی طرح' تاسف اور آزردگی اس کا مقدر رہیں گے؟

شاید مینا بھی اس کی ذہنی پراگندگی سے آگاہ ہے...... وہ کارنر ہو گیا ہے اور غالباً کسی محفوظ پناہ گاہ کا متلاشی ہے...... مینا بار بار اس کے ذہن میں گھس آتی ہے۔ سامنے بستر پر بیٹھی مینا' اپنی پلاسٹر زدہ ٹانگ اپنے سامنے پھیلائے' شدید ٹینشن کے عالم میں' کسی صحت مند جانور کی طرح' کسی بھی لمحے اپنے شکار پر جھپٹنے کے لیے تیار۔ وہ اپنے دوستوں کے درمیان کسی گرو کی طرح بیٹھی ہے۔ امرا سے پمفلٹس' پوسٹر اور ایک متحدہ محاذ قسم کے جلوس کے بارے میں

مختلف تجاویز دے رہا ہے۔

وہ صرف چوبیس سال کی ہے۔ یہ عمر تو کھیلنے کھانے اور آنکھیں لڑانے کی ہوتی ہے۔ دل کی گہرائی میں چھپے ان جانے اور پراسرار جذبوں کو پہچاننے کا وقت ہوتا ہے اور وہ خود کو' اپنے ذہنی اور جسمانی جذبات اور ضرورتوں کو ایک جانب رکھ کر' ایک عمر رسیدہ مورخ کو جاہل اور بے ہودہ ہنگامہ آرائی سے بچانے کے منصوبے بنا رہی ہے۔ اس کی نگاہوں میں ایک شوق اور ولولہ ہے جو اس سے پہلے شیو نے کسی عورت کے چہرے پر کبھی نہیں پایا۔ مینا کی غزالی آنکھوں میں وہ جذبہ بھرا ہے جو کسی بھی خطرناک اور تشدد آمیز صورت حال سے ٹکرا سکتا ہے۔ کوئی ہنگامہ آرائی یا دہشت انگیزی اسے خوف زدہ نہیں کر سکتی۔ شیو اس کا جوش و جذبہ دیکھ کر حیرت زدہ ہے۔ وہ رومانی راستوں کی بجائے تعصب اور نفرت کے اس طوفان سے پیدا ہوتی مشکلات اور چٹانوں سے مقابلے کی پیش بندی کر رہے ہیں۔

مینا کی مختصر سی تاریخ عمل سے عبارت ہے! اور شیو کی طویل تاریخ ان کتابی واقعات اور کرداروں سے سامنا کرنے اور ان کی حفاظت میں گزری ہے جو ماضی کے پرانے گرد آلود مقبروں میں نہ جانے کب سے دفن تھے۔ لیکن طویل پرسکون برسوں کے بعد' اب ان کے محافظ کو باہر جانے کا دروازہ دکھایا جا رہا ہے۔

ان دنوں' جب شیو عملی زندگی میں قدم رکھنے والا تھا' صرف تین شعبے اہمیت اور شہرت کے حامل تھے۔ ڈاکٹر' انجنیئر' چارٹرڈ اکاونٹنٹ ...... کم از کم اس کے سرپرست انکل کا یہی خیال تھا۔ کچھ اور کرنا یا اس کا سوچنا بھی بے کار تھا۔ بزنس کی نسبت تعلیمی شعبے میں جانا اگرچہ زیادہ مشکل نہیں تھا تاہم اس شعبے کا چناؤ' واضح طور پر اپنی ناکامی اور بے عملی کے اعتراف اور ترقی کے بجائے تنزلی کی جانب سفر کے مترادف ہوتا۔

شیو کی بیٹی' تارا...... ہمیشہ کی ایک لاپرواطالبہ...... کو امریکہ میں کمپیوٹرز سے متعلق کسی قسم کا کام ملا ہے۔ اس کی تنخواہ نے جو شیو کے بجائے ریکھا کے جینز کی فتح کا واضح اشارہ ہے۔ شیو کے انکل کو یقین دلا دیا ہوگا کہ شیو کا وجود بے جواز نہیں۔ شیو تارا کے بارے میں حیران ہوتا ہے۔ وہ کتنی اچھی طرح اسے جانتا ہے؟ وہ مینا سے چھوٹی ہے مگر اس سے بالکل مختلف۔ تارا طالب علمی کا دور ختم ہونے کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی دنیا بہت' بہت ہی چھوٹی ہے مگر وہ اسے اچھی طرح جانتی ہے اور پہچانتی ہے۔ دہلی سے سیاٹل کا سفر...... کمپیوٹر کورسز اور امتحان

کے ذریعے' مطمئن زندگی کی ضامن ملازمت۔ بظاہر تارا' شیو کی بے یقینی' پر پیچ اور پیچیدہ راہوں سے مکمل طور پر بچ بچا کر' اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے' اس کی روحانی ناآسودگی اور اپنے نامکمل ہونے کی آزردگی بھی شاید تارا کے علم میں نہیں۔ تارا نے زندگی کے آغاز میں ہی شک وشبہ کو اپنے ذہن سے نکال پھینکا تھا۔ شیو کو وہ زمانہ اچھی طرح یاد ہے۔ وہ اس وقت سات آٹھ سال کی ہوگی۔ صاف ستھری فربہی مائل مگر ہوا کا رخ پہچاننے والی' ایک دن اس کے پاس سٹڈی میں آئی اور کہنے لگی ''میرے ٹیچرز اور دوست کہتے ہیں کہ دنیا کا کوئی خالق ہے۔ ساری دنیا یہی کہتی ہے' صرف آپ یہ نہیں مانتے۔ میں آپ کی بجائے دنیا کا یقین کرونگی۔'' یہی وہ سیدھا سا یقین ہے جس کے ہاتھوں تارا نے شیو کو ای میل بھیجا ہے: دہلی سے بہت سے دوستوں نے اور یہاں موجود ہم وطنوں نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر ڈالی ہے۔ مجھے خاصی پریشانی اور خفت کا سامنا ہے۔ آپ آخر کیوں ہمارے مندروں' پروہتوں اور اس طرح کے دوسرے مظاہر کے خلاف ہیں؟ امریکہ آنے کے بعد ہی ہمیں اپنی روایات کی اہمیت کا اصل احساس ہوا ہے۔ لیکچر سا لگ رہا ہوگا آپ کو...... ہے نا؟ اور شاید یہ آپ کو اچھا بھی لگ رہا ہو کیونکہ میں آپ کے لیکچرز سے ہمیشہ بھاگتی رہی ہوں! تارا کے پیغام کے آخر میں ایک لائن ہے جو آج کل اس کی ہر ای میل کے حاشیے کے طور پر استعمال ہونے لگی ہے۔ اس کے الفاظ تو وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں لیکن بنیادی تصور ایک ہی رہتا ہے: خوشی' امن اور پیار...... خدا کرے یہ نعمتیں آپ تک بھی اپنا راستہ بنا سکیں!'' اس ناقابل عمل مگر میٹھی سوچ کے عین نیچے یہ ہمہ موجود قسم کا سوال: کیا آپ بھی اسی طرح سوچتے ہیں؟

فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ شیو اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالتا ہے۔ شعبہ کے سربراہ سے اس کی میٹنگ میں پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔ وہ فون اٹھاتا ہے۔

''ڈاکٹر مورتی؟'' مسز خان پوچھتی ہیں۔ ''سربراہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

شیو فون کان سے لگائے دو متضاد ٹریکس کا شور سنتا رہتا ہے۔ فون پر شور ختم ہوتے ہی مسز خان کی طرح سربراہ کے مزاج پرسی کے کلمات اس کے کانوں میں پڑتے ہیں مگر لہجہ انتہائی نیم دلانہ ہے'' کیسے ہو ڈاکٹر مورتی؟''

شیو ابھی بھی بے یقینی میں ہے کہ اس کا جواب دیا جائے یا نہیں لیکن سربراہ انتظار کئے بغیر بولنے لگتا ہے!'' معذرت چاہتا ہوں۔ آج یہ میٹنگ نہیں ہو پائے گی۔ مجھے ایک انتہائی

اہم میٹنگ کے لیے فوراً ہی شہر کے دوسرے کنارے جانا ہے اور تمہیں پتہ ہی ہے کہ دفتری اوقات میں ٹریفک کتنی الجھی ہوتی ہے۔ میں نے سوچا جلدی جلدی تمہیں صورت حال بتا دوں۔ ذرا احتیاط سے سوچنا۔ شیو تم جانتے ہو کہ میری خواہش ہے کہ تم شعبے میں بدستور کام کرتے رہو۔ مجھے سبق واپس لینے کا افسوس ہے...... لیکن ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ کھیل کا حصہ ہے۔ خاموشی اس وقت سب سے بہتر رہے گی۔ طوفان کے گزر جانے کا انتظار کرؤ میں تمہیں بتاتا چلوں کہ میں اور ڈین تمہارے میڈیا کے ساتھ روابط پر خاصے ناخوش ہیں۔ بہر حال یہ تمہارا فیصلہ ہے لیکن اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو کہیں زیادہ محتاط رہتا۔''

سٹوڈیو سے بھیجی گئی کار انتہائی شاندار اور ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ طویل مسافت اور راستے کی ٹریفک کے پیش نظر' شیو خود کو اس سرد' پر سکوت اور متحرک جزیرے میں خاصا محفوظ اور پرسکون محسوس کر رہا ہے۔ یہ اور بات کہ وقت کاٹے نہیں کٹ رہا۔ دہلی کے گرد آلود اور جھلستے در و دیوار' گاڑی کی کھڑکی سے باہر' پس منظر میں متحرک ہونے کے باوجود بے طاقت لگتے ہیں۔ لگتا ہے جیسے کسی ٹی وی پروگرام کا حصہ ہیں' جو ذرا فاصلے سے سیاحوں کو کسی دور افتادہ سیارے کی سیر کرا رہا ہے۔ کھڑکی کے شیشے جیسی سکرین پر بھاگتے دوڑتے خاکوں کو دیکھتے ہوئے آپ ضرور خدا کا شکر ادا کرتے ہوں گے کہ میں ایسی کسی جگہ پر نہیں رہتا۔

گاڑی سٹوڈیو کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر رک جاتی ہے مگر وہ اس سے اترتے ہوئے ہچکچاتا ہے۔ وہ اگر گاڑی سے اتر گیا تو شہر کے انہی علاقوں سے' جہاں وہ پہلے کبھی نہیں گیا' کسی اور کے ساتھ سفر کی یہ گھڑی اور مقام اعراف اس کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ خود اپنے وجود تک واپسی کی طویل اور محفوظ مسافت اور اس سے پہلے آدھے سفر میں ہونے کا تصور چکنا چور نہ ہو جائے۔

سٹوڈیو کی عمارت میں شیو کی ملاقات جینیز اور ٹی شرٹ میں ملبوس ایک جوان خاتون سے ہوتی ہے۔ موبائل فون اس کے ہاتھ میں کسی بھدے سے گومڑے کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ شیو کو تیزی سے ایک ایسے کمرے میں لے جاتی ہے جو بظاہر کسی دندان ساز کا لگتا ہے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی لمحہ بھر کو ان لوگوں کی نظریں اوپر اٹھتی ہیں۔ ''میں چائے اور بسکٹ بھجواتی ہوں۔'' وہ خاتون یہ کہتے ہوئے غائب ہو جاتی ہے۔ وہاں بیٹھے لوگوں کی

MashalBooks.org

بھرپور نظریں شیو کا جائزہ لیتی ہوئی دوبارہ اپنے اپنے رسالوں پر جا ٹکتی ہیں۔

کچھ ہی دیر میں موبائل فون والی عورت واپس آ کر شیو کو بتاتی ہے: ''آپ میک اپ روم میں چلے جائیں، وہاں پہلے ہی ایک اور پینلسٹ بھی موجود ہیں۔'' (شیو اس کی بات کے انداز سے سمجھ جاتا ہے کہ وہ حکومت کے حامی، کسی بزعم خود بڑے آدمی کی طرف اشارہ کر رہی ہے) ''امید ہے میک اپ روم میں آپ ان کی موجودگی برداشت کر لیں گے۔''

بات کرتے ہوئے وہ ایک دروازہ کھول کر، اپنا سر اندر کرتے ہوئے کہتی ہے۔ ''سلطان! میں پروفیسر کو میک اپ کے لئے لے آئی ہوں۔'' سلطان کے رحم و کرم پر شیو کو چھوڑ کر وہ دروازہ باہر سے ہی بند کر دیتی ہے۔ یہ چھوٹا سا جگمگاتا ہوا کمرہ ہے۔ ایک جانب آئینے ہی آئینے ہیں۔ کمرہ ہر جانب سے نوکیلا لگتا ہے۔ غالباً یہ مثلث کی شکل کا ہے اور آئینوں اور روشنی کی وجہ سے یہ کونے کئی گنا بڑے لگ رہے ہیں...... حقیقی کونے اور عکسی کونے۔ آئینے کے سامنے بازو اور سر رکھنے کی آرام دہ جگہوں والی دو کرسیاں ہیں۔ وہ سیاسی آدمی ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ لحہ بھر کو اپنی گھنی بھنویں اٹھا کر وہ برابر کی کرسی پر موجود شیو کو دیکھتا ہے۔ محض لحہ بھر کو، لیکن یہ مختصر سا وقفہ اس کی بھنوؤں کو اس کے سر کے گھنے بالوں سے ملانے کے لیے کافی ہے۔ ان دونوں کے مابین جلد کا پل ٹوٹ جاتا ہے اور اس طرح بالوں کے دو براعظم آپس میں ملتے دکھائی دیتے ہیں۔

سلطان کے پاس اپنے کام کے لیے ضرورت سے زیادہ جگہ موجود ہے اور وہ اس میں باقاعدہ لہراتا اور تیرتا نظر آتا ہے۔ دبلا پتلا اتنا ہے کہ اس کی شکل قریب آئے تو اس کے نقوش تابعداری کے مارے بالکل ہی لیٹے لیٹے دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم اس کی خوش اخلاقی، اس کا میٹھا لہجہ اس کی واجبی صورت کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتے۔ ''ایک منٹ جناب، بس ایک منٹ میں آتا ہوں۔'' وہ شیو سے کہتا ہے۔ یا شاید شیو کے عکس سے (اس کمرے میں ساری گفتگو کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی اور اس کے پیچھے موجود میک اپ مین...... غالباً آئینوں میں موجود سارے عکسوں...... کے مابین ہوا کرتی ہے)۔

شیو، سلطان کے عکس، اس سیاسی آدمی کے کھردرے چہرے کے اردگرد، اپنے برش اور اسفنج سمیت منڈلاتا اور چکراتا دیکھتا رہتا ہے۔ سیاسی آدمی کا چہرہ خاصا بے ترتیب اور پھیکا گلابی سا ہو جاتا ہے۔ وہ ایک زوردار سانس کے ساتھ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے، شاید چھینک

روکنے کی کوشش میں۔

چند منٹ بعد، سلطان اپنا کام نمٹا لیتا ہے۔ وہ آدمی آنکھیں کھولتا ہے اور آئینے میں گلابی ماسک پر پلکیں جھپکاتا ہے۔ وہ اپنے چہرے پر بکھری لالی کا معائنہ کرتا ہے اور جماہی لیتا ہے۔ شیشے میں، شیو کو اس کی سوئی ہوئی موٹی تازی اور سست زبان دکھائی دیتی ہے۔ اس وقت اگرچہ وہ بے حس وحرکت پڑی ہے مگر شیو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ وقت پڑنے پر یہی سست اور کاہل زبان کتنی تیزی اور طراری دکھاتی گی۔ وہ بڑا آدمی اٹھتا ہے اور کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ سلطان ایک شرمیلی سی مسکراہٹ، چہرے پر سجائے شیو کے پاس آتا ہے۔ ''دیکھتا ہوں جناب'' میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں'' وہ کہتا ہے۔

آئینوں کے کمرے سے نجات پاتے ہی وہ موبائل والی خاتون دوبارہ شیو سے ٹکرا جاتی ہے۔ ''تیار ہیں جناب؟'' وہ پوچھتے ہوئے ایک اور کمرے کی طرف لے چلتی ہے۔ شاید عام لوگوں کو بیوقوف بنانے کے لیے، نکھرا چہرہ اور جھڑتے بالوں کو فن کا راز نہ کنگھی میں چھپائے، وہ اس کے پیچھے پیچھے کیمروں کی چکا چوند کا سامنا کرنے جا رہا ہے۔

وہ ایک دروازہ کھول کر آگے بڑھتی ہے جس پر no entry لکھا ہے۔ دروازے کے اوپر سرخ روشنی بھی جل بجھ رہی ہے تا کہ ایسے لوگ، جنہیں زیادہ وارننگ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ بھی سمجھ جائیں۔ ایک غار نما کمرے کا دروازہ کھلتے ہی ایئر کنڈیشنگ کا زبردست تھپیڑ ان کا خیر مقدم کرتا ہے۔ کمرے کی تمام روشنیاں ایک نیم دائرہ شکل کی میز کی سمت مرتکز ہیں۔

''پینل کے ساتھ سیدھی سادھی گفتگو ہوگی اس شو میں۔'' موبائل والی خاتون شیو کو بتاتی ہے۔ ''آپ کے علاوہ دو اور حضرات پینل میں ہیں اور ہاں، ایک موڈریٹر بھی...... پروگرام کا میزبان ان کی جانب آتا دکھائی دیتا ہے تو خاتون ایک طرف ہو جاتی ہے۔ شیو کو وہ سیاسی آدمی بھی پینل میں نظر آتا ہے۔ وہ شیو کو عجیب حریصانہ انداز میں دیکھ رہا ہے بالکل اس طرح، جیسے کوئی شکاری اپنی مرغوب غذا، چوہے کو دبوچنے کے لیے تیار بیٹھا ہو۔

خاصا وقت گزر جانے کے بعد...... شیو کا میک اپ کب کا تحلیل ہو چکا...... وہ مینا کو اس اہم سیاسی شخص کی جانب سے پیش کردہ باسو کی کہانی سنا رہا ہے۔ شیو حیران ہے کہ اس نے خاصی تیاری کی ہوئی تھی۔ لیکن بہرحال یہ تمام تیاری باسو کے مافوق الفطرت کردار، کہاوتوں اور کہانیوں سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ اس نے ایک شاطر سیاست دان کی طرح باسو کے روحانی

کرشموں سے عبارت کئی خوبصورت کہانیاں سنائیں۔

''ان کے خیال میں دراصل باسو شروع سے ہی انسان نہیں تھا۔'' شیو مینا کو بتاتا ہے۔ ''ہمیں آفاقی واقعات پر مشتمل ایک لمبی چوڑی کہانی ہضم کرنا پڑی جن کی بدولت شیو دیوتا کو باسو کی شکل میں اپنا سانڈ زمین پر اتارنا پڑا۔ اس نے زمین پر اپنا سانڈ اس لیے بھیجا کیونکہ (شیو اس کے الفاظ بعینہٖ دہراتا ہے) کیونکہ دنیا سے وفا اور محبت اٹھتے جا رہے تھے۔ پھر اس سیاسی آدمی نے سوال کر مارا: موت سے بچنے میں باسو کو بھلا کیا مشکل ہوتی؟ اس زمین پر اس کا مشن پورا ہو گیا اور وہ اپنے خاکی جسم سے چھٹکارا پا کر واپس شیو دیوتا کے پاس چلا گیا۔

اور باسو کے مفروضہ کرشموں میں سے ایک کے بارے میں عجیب وغریب مثال دی۔ کافی دیر یہ قیاس آرائی ہوتی رہی کہ اس کے بھتیجے کا باپ کون تھا۔'' تاہم اس نے بڑی محنت سے اس کی بھی مناسب سی توجیہ پیش کی۔'' شیو کہتا ہے۔ ''لگتا ہے کہ باسو نے اپنی پوجا کے دوران ایک چیونٹی کو اپنے منہ میں دانہ لیجاتے ہوئے دیکھا۔ باسو نے کسی وجہ سے وہ دانہ اس چیونٹی سے لے لیا اور اپنی بہن کو دے دیا' نتیجہ ایک بچے کی صورت میں سامنے آیا جو پتا کے بغیر پیدا ہوا۔''

مینا بے ساختہ ہنس پڑی۔

''کیا تم نے کبھی محسوس کیا۔'' یہ دیو مالائی توضیحات' آج کل کی سرکاری دستاویزات کے حاشیوں میں موجود چھوٹے پرنٹ سے کتنی ملتی جلتی ہیں؟ میرا مطلب ہے۔ ان پیچ در پیچ افسانوں میں تمہیں حکومتی اہل کاروں کی کارفرمائیاں بھی دکھائی تو دیتی ہوں گی۔ خطرات کو قابو کرنے کے لیے' ان کا جھکاؤ ہمیشہ پچھلی طرف کو ہوتا ہے۔

شیو انٹرویوز اور ٹیلی فون کالز کی تعداد اب یاد نہیں رکھ پا رہا۔ مینا اپنے گھٹنے کا درد بھلائے بیٹھی ہے۔ وہ اپنے بستر پر پاؤں پھیلائے' گود میں ٹیلی فون رکھے' گویا کسی جرنیل کی طرح میدان جنگ کی کاروائیوں کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ ابتدائی دنوں' ان کے مابین موجود' ایک بیہودہ سی خاموشی اب دور دور تک نہیں دکھائی دیتی۔ ان کے پاس بہت سی باتیں کرنے کو ہوتی ہیں۔ صاف ستھری' آسان یا دقیق معاملات کی۔ لیکن کبھی کبھی شیو خود پر اس کی آواز کے

MashalBooks.org

دروازے بند کر دیتا ہے۔ وہ بس اس کی جانب دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی آنکھوں کی جانب' اس کی نیم وا مگر فتنہ انگیز آنکھوں میں' جہاں وہ خود بستی ہے۔

پھر مینا ہی کی آواز اس کا...... دن دھاڑے کا...... خواب...... منتشر کر دیتی ہے۔ ''شیو!'' وہ تیز لہجے میں کہتی ہے۔ ''کیا خیال ہے تمہارا؟...... تم نے سنا بھی' میں نے کیا کہا؟''

وہ اپنا سر اثبات میں ہلاتا ہے مگر اس کا دل' ایک لایعنی اور غیر سنجیدہ مخلوق' اس کی زبان سے اپنا نام ادا ہوتے دیکھ کر' خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔ پہلی دفعہ اس نے اس کا نام لیا ہے۔ مینا نے اپنی عادت کے مطابق...... اس میں اس کی شعوری کوشش قطعاً شامل نہیں تھی...... بے تکلفی میں اس کا نام لے لیا۔

پیشہ ور نفرت پھیلانے والوں کا ایک اور خط ایڈیٹر کے نام۔

جناب! بڑا ہی کٹھن دور آ گیا ہے۔ ہمارے نام ونہاد تاریخ دان ہندومت اور اس کی معروف اہنسا حقیقی معنوں میں پیش کر رہے ہیں۔ پروفیسر مورتی نے تو عظیم بزرگ باسو کو محض ایک سیاست دان بنا کر رکھ دیا ہے جو ذات پات اور منقسم سماج کی نئے سرے سے تشکیل کرتا نظر آتا ہے۔ کچھ برس پہلے یہی حرکت منڈل نے بھی کی تھی۔ ممکن ہے کہ معزز پروفیسر کو حالیہ تاریخ کے بارے میں ریفریشر کورس کی حاجت ہو؟ پوپ جب بھارت آئے تھے تو انہوں نے عیسائیت اختیار کرنے والے گروہ کے لئے معافی مانگنے سے انکار کر دیا تھا پھر بھی ہم نے اپنی روایات کے مطابق ان کی بھرپور مہمان نوازی کی۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے' عربوں کے عروج میں یقیناً ان کا دخل رہا ہو گا کیونکہ وہ اسی کے جھنڈے تلے اکٹھے ہوئے تھے مگر عرب دنیا سے باہر کے لوگوں کے لئے تو یہ بلائے ناگہانی تھی۔ مسلمان گروہ جہاں بھی گئے' انہوں نے علاقے فتح کئے' لوگوں کو مارا اور ان کو تباہ کر ڈالا۔ سیاسی اقتدار کا دعوے دار کوئی بھی ہو سکتا ہے...... اس اسلامی نظریے کے تحت کوئی بھی شخص تلوار کے بل بوتے پر تخت وتاج کی وراثت کے قانون کی دھجیاں بکھیر سکتا ہے' اس سے سازشوں' دخل اندازیوں اور بغاوتوں کو شہ ملتی ہے۔ پتا بیٹے کے ہاتھوں' بھائی بھائی کے ذریعے قتل ہونے لگتے ہیں۔ حکمران کا فوجی جرنیل یا کوئی وزیر تختہ الٹ سکتا ہے اور سب سے اہم یہ کہ ملازم بلکہ غلام اپنے مالک کی قبر کھود ڈالتا ہے۔

ہمارے گمراہ تاریخ دان اور اسی طرح کے' مشکلات پیدا کرنے والے' دوسرے حضرات

ذات پات کے نظام کے لئے ہندومت پر تنقید کرتے ہیں اور ہمارے رشیوں کا کھوج لگانے میں ان کی بنیاد تک کھود ڈالتے ہیں۔ لیکن عیسائیت یا اسلام کے بارے میں' وہ خاموش رہتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ یہ اقلیتیں بھارت میں اسی صورت میں خود کو محفوظ رکھ سکتی ہیں کہ وہ ہمارے وطن اور ہماری ثقافت کے متعلق ہماری سوچ اپنائیں۔ پھر ہم بھی اپنے تینتیس کروڑ دیوی دیوتاؤں کے درمیان انکے دیوتاؤں کو بھی شامل کرلیں گے۔

آپ کا......

ایم ایم بے ہوشی (ناکام آکسن

1942ء)

مینا اخبار کو ایک طرف پھینک دیتی ہے جیسے یہ کوئی چھوت کی بیماری ہو۔؟''حیرت ہے' نہ جانے تمہارے پروفیسر ساتھی کیا کر رہے ہیں۔'' وہ شیو کو مخاطب کرتی ہے۔''مجھے پتہ ہے تمہارا خوفناک سربراہ تم سے دور رہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن باقی لوگ؟ کیا انہیں ان کے خلاف کوئی سٹینڈ لینے کے لئے قائل کیا جا سکتا ہے؟...... کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ باہر آئیں اور منچ کے' اپنے سربراہ کے اور کیا نام ہے اس کے خلاف بولیں شعبہ کا بنیاد پرست فنڈو؟''

''آریا'' شیو جواب دیتا ہے۔ لفظ آسانی سے اس کے منہ سے پھسل جاتا ہے۔ کتنا ہلکا پھلکا اور آسانی سا نام ہے۔ صرف دو جزو والا نام۔ نیچے فرش پر جلتے' جھلتے ایک بدصورت حقیقی وجود کی طرح جو دھویں کے مرغولوں کی طرح' اس سے الگ ہو کر اٹھتا اور ماحول کی فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ آریا کے ساتھ شعبے کے سارے افراد اس کے دماغ میں در آتے ہیں۔ ابھی تین ہفتے پہلے تک وہ بھی اسی گروہ کا باقاعدہ رکن تھا۔ ان کے معاملات' ان کی پریشانیاں' ان کے شعبے کی تلخ اور ٹھنڈی چائے...... ان سب میں اس کا برابر کا حصہ تھا۔ لیکن اب جبکہ اسے علیحدہ کر کے اور مسز خان کی طرح غیر ملکی جان کر' الگ تھلگ کر دیا گیا ہے تو اسے بھی ظاہر ہے سارا شعبہ ہی اجنبی سا محسوس ہو گا۔ ایک خفیہ سوسائٹی ہے جس کی اپنی ایک دلکش زبان ہے۔''میں نے حنین سے بات کی تھی' وہ بھی مجھے کچھ ایسی ہی ایک اور بات بتا رہا تھا......''

''آپ کو ان سب سے ملنا ہو گا۔'' مینا مداخلت کرتی ہے''آپ بحث مباحثے سے بچ نہیں سکتے۔ سربراہ کو مجبور کرنا ہو گا کہ وہ آپ سے ملے۔'' وہ ایک وقفہ دیتی ہے۔ اس کے

چہرے پر ایک حریصانہ سی چمک نمودار ہوئی ہے۔ شیو کو اس لمحے سٹوڈیو میں ملنے والا سیاسی آدمی یاد آ جاتا ہے۔ ''زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ آپ آریا کا بھی سامنا کریں۔ اسے نظر انداز کرنے سے' وہ آپ کے راستے سے نہیں ہٹے گا۔''

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ مینا فوراً ریسیور اٹھا لیتی ہے۔ ''ہاں' میں مینا ہوں۔'' ہاں' میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' ٹیلی فون پر دوسری جانب جو کوئی بھی ہے' بہت کچھ کہنا چاہ رہا ہے۔ مینا شیو کی جانب دیکھتی ہے۔ اس کی آنکھوں اور چہرے سے شرارت ٹپکتی نظر آتی ہے۔ ''نہیں' مجھے صحیح پتہ نہیں کہ پلاسٹر کب میری جان چھوڑے گا؟'' پھر وہ کہتی ہے'' شیو بھی یہیں ہیں۔ وہ تم سے بات کریں گے' ایک سکینڈ ٹھہرو۔''

وہ ماؤتھ پیس کو اپنے ہاتھ سے ڈھانپ کر' اذیت انگیز سرگوشی میں' بڑبڑاتی ہے: ''اوہ! کوئی اینا سین ہے۔ بہت میٹھی اور شائستہ۔ میری ٹانگ کے بارے میں خاصی پریشان ہے حالانکہ مجھے تو اس نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ اسے آپ سے کوئی ضروری بات کرنا ہے۔ خاص دوست ہے؟'' ٹیلی فون شیو کے ہاتھ میں دیتے ہوئے' اس کے چہرے پر مکارانہ سنجیدگی چھا جاتی ہے۔

شیو' اس لمحے اس بری طرح گھبرایا اور پریشان لگتا ہے جیسے کمرے میں مینا نہیں بلکہ ریکھا موجود ہے۔ اینا بڑے اچھے موڈ میں ہے۔ ''میں بہت خوش ہوں کہ وہ روبہ صحت ہے' تمہاری ساتھی' میرا مطلب ہے' مینا ہے نا اس کا نام؟ وہ بہت ہی نوجوان لگتی ہے لیکن شیو' میرے کال کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم آج کہیں مل بیٹھیں۔ بہت سی باتیں ہیں تمہیں بتانے کو۔ کیمپس سے باہر' کسی پرسکون جگہ پر ملا جائے۔''

''پتہ نہیں۔'' شیو بات شروع کرنا چاہتا ہے مگر اینا فوراً بات آگے بڑھاتی ہے۔ ''مینن بھی آئے گا۔ ہم دونوں آج فارغ ہیں۔ ہم موجودہ واقعات کے متعلق بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھنا ہے کہ میں اور مینن کس طرح تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔ تمہیں پتہ ہے نا کہ ہم تمہاری طرف ہیں شیو' یا نہیں معلوم؟''

شیو دوبارہ سڑک پر ہے۔ لیکن اس بار اس کے نیچے کسی نامعلوم اسٹوڈیو کی شاندار' آرام دہ اور محفوظ گاڑی نہیں بلکہ وہ اپنی گاڑی......سوزوکی......خود ہی چلا رہا ہے اور وہ بھی اس

عجیب سے احساس کے ساتھ' جیسے وہ گھر کے بڑوں کی اجازت کے بغیر' گاڑی چپکے سے لے کر نکل بھاگا ہو۔ مینا کو پتہ نہیں کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ اگر چہ مینن بھی وہاں موجود ہوگا پھر بھی شیو نے مینا کو اس ملاقات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ شاید وہ بتانے کی ہمت ہی نہیں کر سکا۔ اینا نے بتایا بھی نہیں کہ اس کے اور مینن کے ذہن میں کیا ہے اور وہ خود بھی اس کی کال مختصر رکھنا چاہتا تھا۔ بہر حال اسے یقین ہے کہ ان کا پلان محض یقین دہانی اور ہمدردی تک ہی محدود نہیں ہوگا۔ مینن کے ذہن میں ضرور شعبہ جاتی میٹنگ کے بارے میں کوئی نہ کوئی منصوبہ ہوگا۔

اگر وہ اس بات کو پوشیدہ نہ رکھتا' شیو سوچتا ہے' اگر وہ مینا کو بتا دیتا کہ وہ کیمپس سے باہر اپنے ساتھیوں سے ملنے جا رہا ہے تو وہ یقیناً خوش ہوتی۔ ''کوئی اچھا سا پلان بنانے؟'' اس نے یقیناً یہ سوال داغا ہوتا۔ اس کی گاڑی نے ہلکا سا جھٹکا لیا جیسے زور کا سانس لیا ہو۔ لمحے بھر کو وہ خود میں بچوں کا سا جوش ابھرتا محسوس کرتا ہے۔ اگر وہ خاموشی سے ایسی میٹنگ کرنے میں کامیاب ہو جائے یا سربراہ کے خلاف کوئی چھوٹی موٹی سازش کرا ڈالے تو یقیناً اپنی آئیندہ زندگی پر اس کا کنٹرول رہے گا۔ وہ ایکسلریٹر پر پیر کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے اور گاڑی آہستگی سے ایک چوراہے پر کھڑی ہو جاتی ہے۔

ٹریفک لائٹس کام نہیں کر رہیں۔ اس کے اردگرد کاریں' بسیں' رکشے' سکوٹر' سائیکل اور پیدل لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جستجو میں ہیں۔ کہیں دوسری طرف کی ٹریفک شروع ہوگئی تو وہ پیچھے رہ جائیں گے۔ سب پر یہی خوف سوار ہے۔ ہوا میں ہارنوں کا بے ہنگم شور گونجتا ہے۔ شیو انتظار کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ قانون کا پابند ہے وہ کوئی مشکل پیدا کرنا پسند نہیں کرتا۔

وہ انتظار کرتا ہے۔ گاڑی کے شیشے بند کر کے اردگرد کے شور سے بے نیاز' وہ اپنے آپ کو گویا کسی خاموش فلم کا تماشائی سمجھنے لگتا ہے۔ خاموشی میں ابتری......ایسی ابتری اور گڑبڑ کو زیادہ آسانی سے قابو کیا جا سکتا ہے۔ شہر معمول سے زیادہ بدنما اور غلیظ دکھائی دے رہا ہے' اپنے زخموں کی نمائش کرنے والے کسی تماشاگر کی طرح (یقیناً ان میں سے گندگی کے بہت سے ڈھیر ابھی نئے ہیں۔) سڑک کے دونوں جانب موجود بدصورت' چیچک زدہ عمارتیں' ناخوش اور ناراض تماشائیوں کی طرح' اپنی حالت زار پر ماتم کناں ہیں۔

MashalBooks.org

پھر شیو کی نگاہ ایک عورت اور اس کی ساتھی پر پڑتی ہے۔ نوجوان عورت حاملہ ہونے کی وجہ سے بری طرح پھیلی ہوئی ہے۔ بلاؤز اور سکرٹ کے درمیان اس کا جسم کھلا ہوا ہے۔ اس کی ساتھی عورت اس کی وجہ سے اچھی خاصی گھبراہٹ کا شکار ہے۔ وہ آگے بڑھتی، کھسکتی بے چین کاروں کو ڈاج دیتی ہوئی، اپنا راستہ بنانے کی کوشش میں ہیں۔ ان کے قریب آنے سے پہلے ہی، شیو ان کے چہرے پر پھیلی پریشانی اور تکلیف با آسانی پڑھ سکتا ہے۔ ایک مہینے پہلے بھی اس نے انہیں اتنی ہی فکر اور پریشانی کے عالم میں دیکھا تھا۔ ٹریفک لائٹس کے کھلنے کے انتظار میں ایک بار پھر اس کی نظر انہیں دونوں عورتوں پر پڑی۔ وہ ایک ایک کار کے پاس جا کر بھیک مانگ رہی تھیں۔ نوجوان عورت کے چہرے پر شدید درد کے آثار تھے اور وہ بمشکل چل رہی تھی۔ اس کے ہاتھ اپنے پیٹ کو اس بری طرح سنبھالنے کی کوشش میں تھے کہ ہمدردی اور دکھ کے مارے، خود شیو کو اپنے پیٹ میں بل اٹھتے محسوس ہونے لگے۔ لائٹ سبز ہوئی تو شیو نے جلدی سے اپنا بٹوہ کھول کر کچھ روپے بڑھیا کے ہاتھ میں تھما دیے اور معذرت خواہانہ انداز میں گاڑی آگے بڑھا دی۔

آج، ٹھیک ایک ماہ بعد، اسی جگہ پر، وہی دو عورتیں اپنے کام میں مشغول، دوبارہ اس کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ جوان عورت اب بھی حاملہ ہے۔ وہ گھسٹ رہی ہے جیسے کسی بھی لمحے، وہ یہیں اسی سڑک پر، بچے کو جنم دے ڈالے گی۔ وہ بائیں جانب سے اس کی گاڑی کے قریب آ پہنچی ہیں۔ شیو کو یقین نہیں آتا کہ وہ ایک بار پھر وہی منظر دیکھ رہا ہے۔ لیکن غصے اور نفرت کے مارے اس کے اعضاء میں تناؤ سا آنے لگتا ہے۔

بائیں طرف کی کار میں بیٹھا آدمی، آگے کی جانب بند راستے کو بے بسی سے دیکھ رہا ہے۔ آگے بس ہے اور وہ ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس کی حریصانہ نگاہیں اس عورت پر پڑتی ہیں، دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ اپنے بٹوے کی طرف بڑھتا ہے۔ شیو کار کا انجن بند کر کے اترنا چاہتا ہے اور ان عورتوں کی مکاری پر انہیں بری طرح لتاڑنا چاہتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ وہ عورت شیو کی گاڑی کی طرف مڑتی ہے۔ اس کی آنکھیں شیو کی نگاہوں سے ٹکراتی ہیں۔ ٹکراتی آنکھیں حقیقت حال کو جیسے ہی واضح کرتی ہیں، وہ دونوں عورتیں تیزی سے پیچھے کی جانب دوڑ پڑتی ہیں۔

گاڑیوں کے ہارن کی وحشیانہ آوازیں فضا کو تھرا دیتی ہیں۔ ٹریفک لائٹس روشن ہو جاتی

MashalBooks.org

ہیں۔ٹریفک کی تیز رفتاری کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ لوگ اپنا اپنا وقت بچانے کی فکر میں ہیں۔ایک کھڑکھڑاتا ہوا ٹرک تیزی سے شیو کے برابر میں سے گزرتا ہے' دھواں دھول اڑاتا ہوا' فضا کچھ دیر کے لئے مکمل غبار آلود ہو جاتی ہے۔

ایتا کے منتخب ریستوران میں دھیمی دھیمی روشنی ہے اور شاید اسی لئے ایر کنڈیشنر کی خنکی بھی کچھ زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ سڑک پر ملنے والی عورتوں سے ٹکراؤ کے بعد' شیو کی ساری کاہلی کافور ہو چکی ہے۔ اپنی پریشانیوں اور دکھ سے اسے کچھ دیر کو فراغت مل گئی ہے! اپنے وجود اور بقا کے لئے لوگ کیسی کیسی حکمت عملی تراشتے ہیں' اس کی ہلکی سی جھلک نے اسے خاصی تقویت دی۔

لیکن جب وہ ان پیشہ ور عورتوں کے بارے میں' ایتا اور مینن کو بتانے لگتا ہے......اسے اچھا نہیں لگا کہ وہ بیٹھتے ہی اپنے معاملات کا بکھیڑا پھیلا دے......تو ان کا ردعمل اسے خاصا حیران کن لگتا ہے۔ ''ہر منہ بسورتی کہانی پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔'' مینن قطعی انداز میں کہتا ہے۔ پھر ایک دم خاموش ہو جاتا ہے۔ جیسے کچھ زیادہ ہی کہہ بیٹھا ہو۔ پھر ایتا شور مچانے لگتی ہے۔ ''کیسے شیو؟ آخر تم اتنی آسانی سے کیسے بیوقوف بن جاتے ہو؟ یقین نہیں آتا کہ پچھلی دفعہ تم اسے پیسے دے بیٹھے تھے کتنے پیسے دیئے تھے اسے؟ تمہیں چاہیے تھا' آج انہیں پولیس کے حوالے کرتے۔''

جب تک گفتگو کا رخ اصل معاملے کی طرف نہیں آتا' وہ شدید بے چینی کا شکار رہتا ہے: شعبہ' سربراہ اور شیو کی ترجیحات۔ وہ یہ جان کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ ایتا اور مینن نے شعبے میں ایک غیر معمولی میٹنگ کا اہتمام تک کرالیا ہے۔ ایتا نے فون پر اسے اس کا اشارہ تک نہیں دیا تھا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ مینن اتنا مضبوط آدمی ہوگا۔'' ایتا خوش دلی سے بتاتی ہے۔ اس نئی دریافت پر اس کا لہجہ جذباتی دکھائی دیتا ہے۔ ''سربراہ کو پتہ نہیں چلا کہ اس کے ساتھ کیا ہاتھ ہو گیا۔'' وہ مسکراتے ہوئے مینن کی طرف دیکھتی ہے اور سگریٹ کے مرغولے اس کے چہرے پر اڑا دیتی ہے؟ ''صورت حال قابل دید تھی۔ ہاں نا؟ سوچو تو تم عرصے سے ایک شخص کو روزانہ دیکھ رہے ہو' پھر اچانک' جادو کی طرح' وہ شخص تمہیں حیران کر ڈالتا ہے۔''

مینن دانت نکالتے ہوئے ایتا کی جانب چکن کی ڈش بڑھاتا ہے۔ ایتا فرماں برداری

MashalBooks.org

سے سگریٹ بجھا کر اپنی پلیٹ میں چکن نکالنے لگتی ہے۔ مینن کی آواز شاید اتنی زیادہ جوشیلی نہ رہی ہو مگر شیو اس کے لہجے میں گہرا اطمینان محسوس کرتا ہے۔ ''میٹنگ ہو رہی ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''سربراہ سمجھ چکا ہوگا کہ فیکلٹی میٹنگ کو وہ غیر معینہ عرصے تک نہیں روک سکتا۔ آریا بھی یقیناً وہاں ہوگا اور وہ کوئی نہ کوئی شرارت بھی ضرور کرے گا۔'' مینن سانس لیتا ہے، لمبی سی سانس، جیسے وہ کوئی پوشیدہ راز افشا کرنا چاہ رہا ہے۔ ''لیکن آریا نے درحقیقت یہ میٹنگ کال کرنے میں، میری مدد کی ہے۔ تصور کر سکتے ہو یہ؟ مجھ سے زیادہ دباؤ اس نے سربراہ پر ڈالا۔ اس لیے ہمیں خوب سے خوب تر کی امید رکھنی چاہیے۔''

شیو کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ اکیلے پن کا عجیب سا احساس اس کے ساتھ ہے۔ کمرے کے ماحول میں کوئی تبدیلی دکھائی نہیں دے رہی۔ خاک آلود، لکڑی کے جالوں سے اٹا ہوا کمرہ، جلتی بجھتی ٹیوب لائٹ، خستہ حال سرمئی پردے۔ تمام فیکلٹی ارکان اسی ناگزیر کمرے میں جمع ہیں۔ مسز خان بھی ہاتھ میں قلم اور پیڈ لیے موجود ہیں۔ سب کچھ معمول کے مطابق ہے۔ شیو خود بخود اِبیتا کے برابر میں موجود خالی کرسی کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

لیکن ایک دفعہ بیٹھنے اور اردگرد نگاہ دوڑانے کے بعد اسے ایک ہلکی سی غلط فہمی کا احساس ہوتا ہے، جس پہلے وہ نظر انداز کر گیا تھا۔ وہی پرانی ترتیب ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ بے چینی سبھی چہروں سے عیاں ہے۔ بہر حال سب کچھ یقیناً معمول کے مطابق نہیں۔ شیو کو اب یوں لگتا ہے کہ جیسے سارے اراکین تناؤ اور پراگندگی کی کیفیت میں گرفتار اپنے اپنے انجانے اور ان لکھے کردار ادا کرنے کے منتظر ہیں۔ اسے یہ یاد دلانے کے لیے کہ یہ ایک غیر معمولی میٹنگ ہے اور اس میں وقت کے ضیاع اور فضولیات کی کوئی گنجائش نہیں، معمول کی چائے بھی غائب ہے۔ شیو کی نگاہ مسز خان سے ٹکراتی ہے۔ وہ جواباً ایک پھیکی، مختصر مسکراہٹ دے کر اپنا رخ بدل لیتی ہے۔

سربراہ سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوتا ہے۔ ''میں نہیں سمجھتا، آج کے منٹس کی ضرورت ہوگی۔'' وہ سنسر کرنے والے انداز میں مسز خان کے پیڈ پر نظر ڈالتا ہے۔ ''یہ ایک غیر رسمی میٹنگ ہے، ڈاکٹر مورتی کے ساتھ۔'' شیو محسوس کرتا ہے کہ وہ خبیث آف دی ریکارڈ ہی معاملہ طے کرنا چاہتا ہے، خود کو پیچیدگیوں سے بچانے کے لیے۔

لیکن آریا فوراً ہی سربراہ کو گھیر لیتا ہے۔ ''پتہ نہیں، آپ یہ کیوں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ

کوئی مسئلہ نہیں۔ میری تجویز ہے۔(اس کی چبھتی نگاہیں مسز خان کے خوف زدہ چہرے پر پڑتی ہیں) کہ آج یہاں بولا جانے والا ہر لفظ اور ڈاکٹر مورتی کی پیش کردہ ہر وضاحت ریکارڈ کی جانی چاہیے۔'' شیو بدمزگی کے عالم میں اس کی طرف دیکھتا ہے۔اس کا پھولا ہوا چہرا غماز ہے کہ وہ شیو کی پریشانی کا حقیقی لطف اٹھاتا رہا ہے۔ شیو کی نگاہیں مینن کی جانب اٹھتی ہیں۔نظروں کا تبادلہ بات واضح کر دیتا ہے۔آریا غیر متوقع ہی سہی لیکن بہر حال ہے تو ان کا ساتھی ہی اور پھر وہ یقیناً یہاں منچ کے نئے شکار کی کمزوریوں سے آگاہی چاہتا ہوگا تاکہ بعد میں اپنے سرتال کے لوگوں میں گاتا پھرے۔

''ٹھیک ہے۔'' سربراہ بے بسی کے عالم میں کہتا ہے۔''منٹس لیتی رہیں مسز خان لیکن ٹائپ کرنے کے بعد ایک بار مجھے دکھا لیجیے گا۔ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ کیا کچھ ریکارڈ میں لایا جائے۔'' سربراہ کے لیے اس طرح کی اذیت ناممکنات میں سے رہی ہے۔ ظاہر ہے اسے اپنے پورے کیریر میں آریا جیسے بے وقوفوں کا دھمکی آمیز لہجہ سننے کو کہاں ملا ہوگا۔ بہر حال وہ بمشکل خود پر قابو پا کر بات شروع کرتا ہے۔

''اب ہم مطلب کی بات پر آتے ہیں۔ ہمارا شعبہ اور یونیورسٹی موجودہ تنازعے کی سنگینی کو قابو سے باہر ہو جانے سے پہلے ہی رفع دفع کر دینا چاہتے ہیں۔'' وہ مسز خان کی طرف دیکھتا ہے جو کاغذ اور قلم لیے عقل اور دانش کا ہر موتی سنبھالنے کی کوشش میں ہیں ''آپ کو پتہ ہی ہے کہ سبق کو مناسب اور متوازن نظر ثانی کے لیے ماہرین کی ایک کمیٹی کے پاس بھیج دیا گیا ہے۔اس اثنا میں بہتر ہوگا کہ ڈاکٹر مورتی ......۔''

''لیکن کیا ہمیں معلوم ہے کہ یہ ماہرین ہیں کون؟'' ایتا بے خوفی سے پوچھتی ہے۔ شیو اس کی طرف ممنون نظروں سے دیکھتا ہے اور خود چھلانگ لگا دیتا ہے۔''اگر منچ اس کمیٹی سے مطمئن ہے تو غالب امکانات یہ ہیں کہ کمیٹی میں ایک بھی ایسا تاریخ دان نہیں ہوگا جسے سنجیدگی سے لیا جا سکے۔اور پھر ہم یہ کس قسم کی مثال قائم کرنے جا رہے ہیں۔ سبق کے ساتھ میرے استعفیٰ کے لیے تجویز کے ساتھ۔''

ظاہر ہے سربراہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شیو شروع ہی میں بہت بحث میں کود پڑے گا اور وہ بھی اتنی بے باکی کے ساتھ۔ وہی تو شیو کو شعبہ میں لایا تھا' ایک محتاط اور قابل اعتماد ٹیم کارکن سمجھ کر۔ لیکن اس بار بھی سربراہ سے پہلے آریا بول پڑتا ہے۔

’’منچ عوامی جذبات کا عکاس ہے۔تاریخ ہو یا کچھ اور‘ اسے عوامی جذبات کا احترام کرنا چاہیے۔ برس ہا برس بائیں بازو اور سوڈوسیکولر تاریخ دانوں نے ایسی کمیٹیوں میں اپنے گماشتے بٹھائے رکھے۔اب ان کی اجارہ داری ختم ہو چکی ہے چنانچہ وہ بلاوجہ شور شرابا کر رہے ہیں۔‘‘

’’میں نے کبھی بھی مارکسٹ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ڈاکٹر آریا۔‘‘ شیو کہتا ہے۔ سربراہ بھی فوراً لقمہ دیتا ہے۔ ’’میں یقین دلاتا ہوں کہ ڈاکٹر مورتی کمیونسٹ نہیں ہیں۔ ہمارے چھوٹے موٹے اختلافات اپنی جگہ۔‘‘ وہ شیو کو مکمل صحت کا سرٹیفکیٹ دینے میں بہر حال ہچکچا رہا ہے تاہم آریا سے پیچھا چھڑانا اتنا آسان بھی نہیں۔۔ایک صحیح سمت ہے اور ایک دوسری سمت...... چاہے یہ مسلمان ہوں‘ کمیونسٹ ہوں یا عیسائی۔اس کے لیے سب برابر ہیں‘ ایک جیسے اس کی بے چینی کا یہ عالم ہے کہ اس سے آرام سے بیٹھا بھی نہیں جا رہا۔لگتا ہے کسی بھی لمحے‘ وہ میٹنگ میں ہی غل غپاڑہ شروع کر دے گا۔

مینن انتہائی اطمینان سے بات کرتا ہے۔’’ڈاکٹر آریا‘ جذباتی ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ہم یہاں تاریخ کے ایک سبق پر گفتگو کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔اگر ہم یہاں میدان جنگ کی سی کیفیت پیدا کر دیں تو گفتگو کیا خاک کریں گے۔‘‘

آریا غضب آلود نظروں سے پہلے مینن کو دیکھتا ہے‘ پھر اس کی نگاہ سربراہ پر پڑتی ہے۔ سربراہ کی سرد مہری میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ وہ کسی سے نظریں ملائے بغیر صرف اتنا ہی کہہ دیتا ہے۔’’میں اسے ڈاکٹر آریا کی طرح پیش نہیں کر رہا لیکن میں ان کی اپ سیٹ کیفیت بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ہمیں چاہیے کہ ہم سبق سے متعلقہ پیچیدگیوں پر گفتگو کریں۔سوال یہ اٹھتا ہے کہ اگر ہماری نوجوان نسل کے دل میں رشتوں‘ اور بزرگوں کا احترام ہی باقی نہ رہے تو آخر ہم پیروی کس کی کریں گے؟ کس جانب دیکھیں گے؟‘‘

’’مائیکل جیکسن؟‘‘ اس کا ساتھی ڈاکٹر کشن لال...... جو اب تک کسی چوہے کی طرح دبکا بیٹھا رہا ہے...... گویا سوال کا فی البدیہہ جواب دیتا ہے۔’’میکڈونلڈ کلچر...... گائے کی چربی میں تلے ہوئے آلو؟‘‘

میٹنگ کسی متعین مقصد کی جانب نہیں بڑھ رہی۔ ظاہر ہے ایتا‘ مینن اور شیو چاہے کچھ بھی کہتے رہیں‘ نتیجہ وہی ہوگا۔ ڈھاک کے تین بات۔مسز خان کی صورت سے لگتا ہے کہ بس کسی بھی لمحے وہ بری طرح رو پڑے گی انہوں نے منٹس لکھنا چھوڑ دیے ہیں۔ان سے ضبط

MashalBooks.org

نہیں ہوتا تو وہ جلد واپس آنے کا کہہ کر کمرے سے باہر نکل جاتی ہیں۔ سربراہ کی اشتیاق بھری نگاہیں ان کا تعاقب کرتی دکھائی دیتی ہیں۔لیکن شیو کا دماغ خراب ہونے لگا ہے۔ وہ لال کو جیسے کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے

''حقیقی خطرہ یہ ہے کہ معاملات ثقافت کے خود ساختہ محافظوں یا دلالوں کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔اور اس کے بارے میں......؟'' اور وہ خود کو فرش سے اوپر اٹھتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ آریا اچانک اس پر ٹوٹ پڑا ہے اور اس کا کالر اس کے ہاتھ میں ہے۔ آریا کا گرم سانس شیو کو اپنے چہرے پر محسوس ہو رہا ہے۔

مینن بھی اچھل کر کھڑا ہوتا ہے۔ اس نے آریا کو کمر سے دبوچ لیا ہے اور پچھلی جانب گھسیٹ رہا ہے۔

''ڈاکٹر آریا'' سربراہ کی کہیں پیچھے سے آواز سنائی دیتی ہے۔ اسے پسینے چھوٹ رہے ہیں اور وہ اتنی بری طرح ہانپ رہا ہے جیسے اسے کسی بھی لمحے دل کا دورہ پڑنے والا ہے۔ ''پلیز۔ یاد رکھیں، ہم یونیورسٹی میں ہیں، کسی گلی کوچے میں نہیں۔''

آریا ہچکچاتے ہوئے شیو کو چھوڑ دیتا ہے اور خود کو مینن کی گرفت سے آزاد کراتا ہے۔ اینتا شیو کی طرف تیزی سے آتی ہے، یہ دیکھنے کہ وہ بالکل ٹھیک تو ہے۔

اچانک آریا کے ذہن میں آتا ہے کہ وہ خاصی اکٹویٹی دکھا چکا ہے اور اس کا آج مشن مکمل ہو گیا ہے۔ وہ دروازے کی سمت بڑھتا ہے، پھر مڑ کر رخصتی شاٹ مارتا ہے۔ ''کتابوں کا اس طرح دفاع کرنا ہو؟...... یہ کون ہیں؟...... تسلیمہ، ارشدی؟'' وہ کہتا ہے۔ ''اگر ایسا کوئی شخص ہو یا بنارس کی بیواؤں کی سو فیصد عریاں فلمیں بنانے کا خواہش مند کوئی آدمی ہو تو تمام سیکولر بنیاد پرست چیختے چلاتے سڑکوں پر آجائیں گے...... کوئی پابندی اور سنسر شپ نہیں ہونی چاہیے...... لیکن ہمارے تاریخ دانوں، مفکروں اور سرگرم کارکنوں کا رویہ بالکل ہی مختلف ہے، وہ ہمیں بولنے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔''

آریا کا تپا ہوا چہرہ شیو کو جتا رہا ہے کہ آمنا سامنا تو اب ہوگا۔ پھر دروازہ بند ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی میٹنگ درہم برہم ہو جاتی ہے۔

8

29 ستمبر تا 2 اکتوبر

اگلی صبح شیوؔ اپنے شعبے کے کمرے میں موجود ہے۔ دروازہ اندر سے بند ہے۔ وہ تو ٹیوب لائٹ اور پنکھا بھی بند کر دینا چاہتا ہے تا کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے کہ وہ کمرے میں ہے لیکن ایک تو وہ بزدلی کا احساس خود پر طاری نہیں کرنا چاہتا اور دوسرے اس میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ وہ کرسی سے اٹھ سکے۔ وہ خالی ذہن، ہاتھ پر ہاتھ دھرے، کولر پر براجمان کبوتروں کی غٹرغوں سنے جا رہا ہے۔ اس کا دل نہیں چاہ رہا کہ وہ اٹھ کر انہیں بھگانے کی کوشش کرے۔ وہ ان کی موجودگی فراموش کر کے، دوسری کھڑکی کی جانب سے، باہر کا نظارہ کرنے لگتا ہے۔ پارکنگ لائٹ کا خوبصورت اور خوشگوار منظر...... بوریت اور پراگندہ ذہنی کے عالم میں شیو کو یہ منظر ہمیشہ اپنائیت کا احساس دیتا ہے...... آج بھی اسی طرح دل ربا اور خوش انگیز ہے۔ اس کے باوفا اور غیر متبدل نقوش شیو کو یہ اعتماد بخشتے ہیں کہ کھڑکی سے باہر کی دنیا...... کم از کم ابھی تک...... شناسائی کی جانی پہچانی حدود میں ہے۔ وہ گاڑیاں گننے لگتا ہے۔ اس کی اپنی کار سمیت چار ماروتیاں، دو زین، ایک مضبوط مگر بری طرح مار کھائی ہوئی، ستم رسیدہ فیٹ اور ایک کنارے پر لگی ہوئی بڑی سی دیو ہیکل غیر ملکی کار، جس کا ماڈل شیو کی پہچان میں نہیں آ رہا، سورج کی کرنوں میں نہائی سجی بنی ہیں۔

شیو یہاں، لوگوں کی بھیڑ سے بچنے کے لیے، ایک دو پرسکون گھنٹے گزارنے آیا ہے تا کہ وہ تنہائی میں اپنے معاملات اور کوششوں کا غیر جذباتی جائزہ لے سکے۔ ٹیلی فون ریسیور

کریڈل سے نیچے پڑا ہے۔ اسے ریکھا کے یوگا انسٹرکٹر کی ہدایت یاد آتی ہیں: اپنے ذہن سے تمام خیال باہر نکال پھینکو‘ سوائے ایک خیال کے۔ اس ایک تصور کو شدت سے اپنی نگاہوں میں لاؤ‘ یہاں تک کہ وہ بڑا اور مضبوط ہوکر‘ پورے فریم پر چھا جائے۔ سربراہ‘ ڈین‘ امرا اور اس کے ہمراہی‘ یہاں تک کہ مزید مشکلات پیدا کرنے کی آریا کی دھمکی...... یہ سب خیالات بالآخر شیو کے ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ مگر مینا اپنی پلاسٹر زدہ ٹانگ سمیت اس کے تصور سے نہیں نکل پا رہی۔ وہ اس سے چھٹکارے کے لیے اپنے سر کو جھٹکا دیتا ہے اور اپنی نگاہ اپنے پتا پر مرتکز کر دیتا ہے۔

یہ اس کی پرانی عادت ہے۔ ہر دفعہ وہ خود سے سوال کرتا ہے۔ اس کے پتا‘ اس کے ذہن میں‘ ایک ناظر‘ ایک قاری‘ ایک ہم سوال کی حیثیت سے موجود ہوتے ہیں‘ خاموش مگر تنقیدی نظر رکھنے والے سامع کی طرح۔

شیو اس وقت خود سے (یا اپنے پتا سے) پوچھتا ہے۔ آدمی متعصب کیسے بنتا ہے؟ بنیاد پرست؟ اور کمیونسٹ کیسے جنم لیتے ہیں جبکہ عرصہ دراز تک یہ ایک ساتھ ہی رہ رہے ہوتے ہیں اور اچانک ہی ان کے مابین نفرتوں کے چشمے ابل پڑتے ہیں؟ جواباً‘ شیو کو خاصے فاصلے پر گڑگڑاہٹ کی سی آواز سنائی دیتی ہے۔ پھر پارکنگ میں لوگوں کے جمع ہونے کا شور اور ہنگامہ۔ خاصی دور سے بھی ہنگامہ آرائی کا احساس ہو رہا ہے۔ چیختی‘ چلاتی‘ چنگھاڑتی آوازیں کان میں پڑ رہی ہیں۔

شیو‘ جان بوجھ کر‘ بڑی احتیاط سے اٹھتا ہے‘ مبادا جلد بازی میں کوئی ہڈی اپنی جگہ سے نہ کھسک جائے۔ وہ خواب زدہ‘ خوف اور اضطراب کی ملی جلی کیفیت میں اٹھ کر کھڑکی کی طرف بڑھتا ہے۔ اس نے اتنے زیادہ طالب علم‘ پہلے کبھی اس کیمپس میں نہیں دیکھے۔ پھر ایک آدمی کی نظریں اس سے ٹکراتی ہیں۔ اس کی شکل سے شیو پہچان لیتا ہے کہ وہ طالب علم نہیں ہے۔ اسے یاد آتا ہے کہ دنیا میں سب سے آسان کام احتجاج کرنے والوں کو کرائے پر حاصل کرنا ہے۔ اجرت کیا ہوتی ہے؟ صرف ایک وقت کا کھانا‘ بھوکے ٹاؤٹ یہ بھی نہیں پوچھتے کہ وہ کس چیز کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں اور وہ تشدد اور گڑبڑ کرنے سے بھی ذرا نہیں گھبراتے۔

ہنگامہ خیز ہجوم...... شیو کے لیے‘ انتہائی ذاتی عداوت کا رنگ لیے...... اسے بے عزت

اور بے وقعت کرنا چاہتا ہے دروازے پر دستک ہوتی ہے اور فوراً ہی دروازہ کھل جاتا ہے۔ مینن ہے۔ اس کی صورت دکھائی دیتے ہی شو کا دل ممنونیت کے احساس سے بھر آتا ہے۔ مینن کو یقیناً معلوم ہوگا کہ وہ یہاں ہے' پھر بھی اس نے اسے تنہا چھوڑ رکھا تھا۔ شیو تہیہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ کبھی مینن کو مردم بیزار ہونے کا طعنہ نہیں دے گا۔

''شیو! تم وہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟ یہاں سے نکلو' ان لوگوں کے یہاں آنے سے پہلے پہلے' تمہیں پچھلے دروازے سے نکل جانا چاہئے۔''

وہ اڑان کے لئے تیار پرندوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنتے ہیں۔ کبوتر اڑ چکے ہیں۔ بالکل اچانک شیو کی خوف اور استعجاب کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے بدن میں زندگی محسوس کرنے لگتا ہے۔ مینن اور شیو تیزی سے کمرے سے باہر نکلتے ہیں اور سیڑھیاں پھلانگتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے پارکنگ میں پہنچنے تک' وہ جگہ ویران ہو چکی ہے۔

کار کے پاس' شیو مینن سے مخاطب ہوتا ہے۔ ''مجھے یہ سب کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ تم لوگوں نے سکیورٹی کے لوگوں کو کیوں نہیں بلایا' ان کے آنے تک میں احتجاج کرنیوالوں سے بات کرنے کی کوشش کرتا۔''

''سکیورٹی والوں کو پہلے ہی میں نے خبر کر دی تھی۔'' مینن کہتے ہوئے کار کی چابی شیو سے لے لیتا ہے۔ جب شیو' کار کا دروازہ کھولتے ہوئے مینن کی گھبراہٹ اور پریشانی محسوس کرتا ہے تو اس کی ہجوم سے گفتگو یا مقابلے کی خواہش فوراً ہی دم توڑ دیتی ہے اور وہ کار میں بیٹھ جاتا ہے۔ مینن زور سے دروازہ بند کر دیتا ہے۔

پارکنگ سے باہر نکلتے ہی' شیو جونہی ایکسلیٹر پر پاؤں دباتا ہے تو اس کی نظر عقبی شیشے کے ذریعے پیچھے رہ جانے والے منظر پر پڑتی ہے۔ مینن کی پشت فریم سے باہر نکلتے ہی' خالی پارکنگ کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ہنگامہ' توڑ پھوڑ کے نشانات شیشے کی کرچیوں کی برسات' اڑتی ہوئی کرسی' رنگ برنگے کاغذوں کی فضا میں اڑان۔ اگرچہ شیو خیریت سے گھر پہنچ چکا ہے تاہم یونیورسٹی میں اس کا کمرہ' اس کی کتابیں بے جلد اور بے رنگ کباڑ خانے کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ایک تاریک اور ویران جگہ' جہاں اب کوئی پناہ نہیں لے سکتا۔

اس کا کمرہ نومینز لینڈ میں دھکیل دیا گیا ہے۔ دوسری متنازعہ چیزوں کی طرح اس کے

دروازے پر بھی ایک تالا لگا ہوا ہے۔ تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے شاید یہ چھوٹا سا معمولی تالا ہی بہت ہے۔

شیوا اپنے ٹوٹے پھوٹے کمرے کو تصور میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کمرے میں ابھی واپس نہیں گیا۔ دراصل مینن کی زبانی اس نے سنا ہے کہ میز کرسی اور الماری بالکل ٹوٹ چکے ہیں۔ دیواروں کی شکل بگڑ چکی ہے۔ ہر سمت کتابوں کے صفحے پھٹے بکھرے پڑے ہیں۔ الماری اور فائلوں کے انبار الٹے سیدھے گرے پڑے ہیں۔ مڑے تڑے کاغذوں کا بے ہنگ ڈھیر۔ اس کی نیم پلیٹ اتنی چھوٹی کرچیوں میں تبدیل ہوئی فرش پر پڑی ہے کہ اس کا اٹھانا' اکٹھا کر کے جوڑنا کسی کھیل سے کم نہیں' اتنا صبر وتحمل اور شاندار تخیل کوئی کہاں سے لائے گا؟ اور کبوتر؟ شیو حیران ہوتا ہے۔ وہ سالہا سال سے ان شور مچاتے کبوتروں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہے۔ ان سے باقاعدہ جنگ کیا کرتا تھا وہ' مگر اس وقت کبوتروں کے بغیر' وہ کھڑکی اسے افسردہ کر رہی ہے۔ پتہ نہیں وہ واپس آئے بھی ہیں یا خوف زدہ ہو کر' ہمیشہ کے لئے اپنا گھونسلہ چھوڑ گئے ہیں؟

اب جبکہ آریا اور اس کے ہم نواؤں نے شیو کا شعبے میں داخلہ تقریباً ناممکن بنا دیا ہے' شیو اپنے ہی گھر میں کسی پناہ گزین کی طرح قید ہو کر رہ گیا ہے۔ اپنے ہی گھر میں' اسے جلاوطنی کا احساس ہوتا ہے۔ ناگزیر اور ہیجان انگیز ردعمل کا ایک سلسلہ چل پڑا ہے جو ختم ہی نہیں ہو پا رہا......فون کالز' ملاقاتیں' نئی نئی بنتی ہوئی کمیٹیاں (ہم ایک کمیٹی بنانے کی تجویز پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ایک کمیٹی تشکیل دے سکے......) دریں اثنا' شیو کے چھوڑے ہوئے کمرے کو پس منظر میں دھکیلا جا رہا ہے۔ وہ خود بھی اسے اپنے تصور میں لانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ دھندلا جاتا ہے......جیسے وہ تاریخ کا حصہ نہیں رہا ہو' کیا باقی ہے اور کیا کچھ پیش منظر میں ہے' یہ سب بعد کی باتیں ہیں......دشمن آئندہ کیا کرے گا؟ اور اس کے حق میں دلائل دینے والے فوجیوں کی بٹالین کہاں (اور کب) اکٹھی ہو کر آگے بڑھنا شروع کرے گی؟ وہ خود کو ایک ایسے وجود کی طرح محسوس کرتا ہے جس پر کسی کا قبضہ ہو گیا ہو' جیسے ملک بے قانون میں' قانون ثقل سے ناآشنا۔ جس کے ہاتھوں سے سٹیرنگ وہیل چھین لیا گیا ہو اور اسے مسلسل یہ خوف ہو کہ جس جہاز میں وہ سوار ہے' وہ کسی بھی وقت ڈوب سکتا ہے۔ ہر گھڑی' ہر لمحہ وہ خود کو ٹٹولتا ہے' نہ جانے کب گاڑی کے پہیے پھسل جائیں اور پھر کچھ بھی قابو میں نہ رہے۔ تمام دنیا' ساری زندگی' ہر

شے اتنی شدید دہشت کی لپیٹ میں آ جاتی ہے کہ ناگزیر ٹکراؤ اور پاش پاش ہو جانا زیادہ عافیت آمیز لگتا ہے۔

محبتوں کے' نفرتوں کے خطوط' کہی اور نہ کہی جانیوالی کہاوتیں۔سوالات' انٹرویوز' پسینہ' پاوڈراور تیز چبھتی روشنی والے بلب' سینکڑوں ادھرادھر کی اور باتیں......کاٹ کھانے اور کاٹے جانے والوں کی دنیا۔

پوشیدہ مفادات' ماضی کی ہندوانہ صورت گری' تاریخ بطور ہتھیار' تاریخ بطور پراپیگنڈہ' تاریخ بطور میدان کا راز' تاریخ بحیثیت نفرت کا بیج' ہجوم کے ہاتھوں میں تھمی تاریخ' سازشی نظریات دائیں اور بائیں بازو کی سازشیں' غیر ملکی سازشیں۔ ہزار ہا افراد پر مشتمل کاسٹ کا ڈرامہ اور آوازوں کا بہت بڑا جزیرہ' شیو کے دماغ میں قید' اسے خود بھی چکرا رہا ہے۔یہ سارے کردار کبھی غیر متحرک نہیں ہوتے۔کبھی میٹنگ' کہیں ریلی اور کہیں انٹرویو' ہر جگہ ان کی موجودگی لازمی ہے۔ان سب کو کوئی بہت ضروری بات کہنی ہے اور وہ بات' یہ ممکنہ طور پر زیادہ سے زیادہ الفاظ میں کہتے ہیں۔

مثلاً گرو کھوٹے ایک ہفتے میں تیسرے سیمینار سے خطاب کر رہے ہیں۔ان کا خطاب ہمیشہ عظیم اقتباسات کی انسائیکلوپیڈیا میں سے لی گئی کسی کہاوت کے گرد گھومتا ہے۔انتہائی پر اعتماد لہجے میں وہ کہتے ہیں: جیسا کہ تھامس پین نے اپنی کتاب دی ایج آف ریزن' میں کہا ہے: میرا اپنا ذہن ہی میرا چرچ ہے...... (مینا شیو کو کہنی مارتی ہے۔''تمہیں پتہ ہے بعض حلقوں میں اسے کس نام سے پہچانا جاتا ہے؟ نہیں پتہ؟ گرو QUTE

پروفیسر فراڈئٹ ایک معروف ماہر انڈالوجی۔ چھ ماہ پہلے جسے کوئی بھی نہیں جانتا تھا......اخبارات اور ویب سائٹ میں اپنا حصہ ڈالنے اور شہ سرخیاں جمانے کے لئے دہلی آئے ہیں:''ہندوستان کے معاملات پر' ایک بین الاقوامی ماہر کی حیثیت سے' مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ہندوستانی ثقافت ہمیشہ ہی روحانی رہی ہے اور اسے اپنے روحانی ورثہ کو بلند رکھنے کا عمل جاری رکھنا چاہیئے۔'' نوجوان سرگرم کارکن امر ایسے پمفلٹس تقسیم کر رہا ہے۔ جن میں بڑے بڑے لفظوں میں لکھا ہے:

''کیا ماضی صرف دست درازیوں کے لئے رہ گیا ہے؟''

جواب میں آریا کے کرائے کے طلبہ دیواروں پر پوسٹر لگاتے ہیں:''بدیسی خبط مردہ

باد حب الوطنی زندہ باد!'' بزرگ عالم فاضل تاریخ دان عامر قریشی کو سہارا دے کر سٹیج پر لایا جاتا ہے تاکہ وہ جوشیلی سرگوشیاں کرتے رہیں۔''شناخت یا پہچان کبھی مستقل نہیں ہوتی۔اپنی شناخت یا پہچان کے متعلق یہی خیالی خوف ماضی کو موجودہ سیاسی ضروریات کے جواز کے لئے استعمال کررہا ہوتا ہے۔''

منچ کا ترجمان منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے کہتا ہے۔''یہ باتیں بنانے والے تاریخ دان ہوتے کون ہیں جب انہیں اپنے ماضی کی ابتدائی چیز ہی معلوم نہیں؟ آدمی سب سے پہلے تبت میں پیدا ہوا تھا۔جو دراصل بھارت کا حصہ تھا۔سب جاندار پہلے آریا ہی تھے۔ یہاں سے ہی لوگ نکلے اور چہار جانب پھیل گئے۔ آج انسان کو دنیا پر قدم رکھے 179 ملین کروڑ انیس لاکھ انسٹھ ہزار اور چوراسی سال ہو چکے ہیں۔

گروکوٹے: لوگوں کے لئے یا ان کے مذہبی اعتقادات کے لئے کون بولتا ہے؟ سوفٹ (swift) پہلے ہی کہہ چکا ہے۔ ہمارے پاس مذہب کی کبھی کمی نہیں رہی، ایک دوسرے سے متنفر ہونے کے لئے......''

آریا:''بدیسی پیار میں گرفتار یہ لوگ کیا ہماری زمین کے باسی کہلا سکتے ہیں؟ ہم صرف ان لوگوں کو قبول کریں گے، جن کی وفاداری، ہماری صدیوں پر محیط روایات اور ہمارے ہیروز کے لئے ناقابل تقسیم اور ملاوٹ سے پاک ہوگی۔''

فراڈلی: سنسکرت نہ کوئی مردہ زبان ہے اور نہ ہی اشرافیہ کی زبان۔یہ ثقافتی یک جہتی کی علامت ہے اور ہماری قدیم دانائی کی وہ بنیاد ہے جو ہمیں ستاروں کی چال سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔علاوہ ازیں، کمپیوٹر سائنس دانوں کی متفقہ رائے کے مطابق سنسکرت سافٹ ویر کے لئے مثالی زبان ہے۔

قریشی: ان گمراہ، جھگڑالو اور تنگ نظر لوگوں کی عملی قوم پرستی اس جذبہ قومیت سے بالکل مختلف ہے جو آزادی کی جدوجہد میں کارفرما تھا۔قوم پرستی کا نیا برانڈ انسان دشمنی پر مبنی ہے۔ اور اس کی مثالیں، دیکھ لیجیے، پوری دنیا میں بکھری پڑی ہیں۔

منچ: جب ہم جوش و جذبات میں مغلوب لوگوں کو سڑکوں پر نکال لائیں گے تو ہزار پولیس والے بھی بے بس ہو کر رہ جائیں گے۔

امر: بڑی تصویر آؤٹ آف فیشن ہوگئی ہے۔اب تو ہر چیز کی تخصیص ہے۔ چھوٹی چھوٹی

تصاویر کا عجیب سا مخمصہ صرف ذات یا صنف یا پھر ماحول۔ شاید اس کے بعد چلنے والی تحریک کا مقصد صرف حیوانی شہوت کے حق تک ہی محدود ہو۔ بڑی تصویر کے چھوٹے چھوٹے حصوں کے لئے یہ ساری ذخیرہ اندوزی ہو رہی ہے۔ گرو کوٹ شاید شکریہ ادا کرنے کے لئے سٹیج پر آتے ہیں۔ ''اگر اجازت ہو تو میں آخری اقتباس......''

آریا: یہ سب لوگ ہندو فلسفے کے خلاف ہیں۔ ہمیں انہیں بولنے ہی نہیں دینا چاہئے۔ ''(کرائے کے طالب علم کرسیوں کو ٹھوکریں مارتے سٹیج کی جانب بھاگتے ہیں اور مائک پر قبضہ کر لیتے ہیں۔)'' وزراء' دائیں اور بائیں بازو کے لوگ' بینڈ ویگن والے' چمچے اور ٹاؤٹ' طالب علم لیڈرز' طلبہ' ترجمان مرد اور ترجمان خواتین' کرائے کے سوامی (اور ان کے ہمنوا کرائے کے امام)' تاریخ دان' سیاست دان' صحافی' انجینئر' ماہر لسانیات' کمپیوٹر ایکسپرٹ' آرکیالوجسٹس..................

اور اس مضطرب اور بدحواس دائرے کے عین درمیان...... طوفان کی آنکھ کے سامنے......شیوا اپنے چپچپاتے ہاتھوں اور ناتواں سے دل کے ساتھ نبرد آزما ہے۔ عفریت اس پر فرد جرم عاید کرنے کی تیاری میں ہے۔ کئی سروں' کئی چہروں اور کئی آوازوں والا عفریت' کیا بچاؤ کا کہیں کوئی راستہ نہیں؟ شیوا اپنی رخصت طویل کر ڈالے' استعفیٰ دے دے اور پھر منظر سے غائب ہو جائے۔ اس کے حامی' جن کا وہ بے حد ممنون ہے' اسے کہیں ٹکنے ہی نہیں دیتے اور دوسری جانب متعصب ترمیم پسند اسے خوف زدہ اور پریشان کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ تاریخ کو آخر ہو کیا گیا ہے؟ اس کے انکل تاریخ کو ایک بیکار' غیر موزوں مگر محفوظ مضمون کہا کرتے تھے لیکن اب یہی مضمون جیتا جاگتا' آتشیں وجود اور ٹائم بم کی طرح دھماکہ خیز بن چکا ہے۔

''ان ہنگامہ آرائیوں کا تاریخ سے کوئی تعلق نہیں۔ غنڈے لوگ ہیں' محض شہرت کمانا چاہتے ہیں۔''

امر کا دوست منظر کہتا ہے۔

''میں نہیں سمجھتا کہ معاملہ اتنا سیدھا سادا ہے۔'' امر کہتا ہے۔ ''ان لوگوں کو پتہ ہے کہ حال میں ماضی کے استعمال کی کیا اہمیت ہے!''

MashalBooks.org

''میں تو یہ سوچنا بھی پسند نہیں کرتا کہ یہ شیطان کرم فرما آئندہ تاریخ سے کیا برآمد کرنا چاہیں گے۔'' مینا کہتی ہے۔''ہم ایک مناسب سا اندازہ تو بہرحال لگا سکتے ہیں۔'' امر ذرا ترچھا ہو کر کہتا ہے۔''پھر وہ ذات پات اور گائے کا قضیہ اٹھائیں گے۔ پھر ہم ہر جانب آریاؤں کی نئی نئی شاخیں پھوٹتی دیکھیں گے۔''

''تمہارا مطلب ہے قدیم بھارتی کمپلیکس'' جیوتی دخل اندازی کرتی ہے۔''پھر وہ ہر اس شخص کو پکڑتے پھریں گے جو پہلے آریائی کے بھارت میں جنم لینے کا منکر ہوگا۔'' اس نے شیو کو اس طرح بتایا جیسے۔اس نے ابھی ابھی یہ دریافت کی ہو۔''یہ ذہنوں کی جنگ ہے۔''

شیو ان لوگوں کے خیالات کی ہم آہنگی پر خوش ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی ہوتا ہے۔''ہاں بالکل یہی بات ہے۔'' پھر دکھ بھرے لہجے میں کہتا ہے۔''اجتماعی یادداشت میں گڑ بڑ کر کے اچھی تاریخ نہیں لکھی جا سکتی البتہ قومی یادگاریں ضرور تعمیر کی جا سکتی ہیں۔''

''کبھی نہ ختم ہونے والے اس تمام سلسلے کو بھول جائیں۔'' مینا اعلان کرتی ہے۔''چند لفظوں میں سیدھی سی بات کی جا سکتی ہے۔ مینج......آپ کے خون کے پیاسے مینج......اگر انہیں نہ روکا گیا تو ان کی دست درازیاں ہر چیز کی شکل بگاڑ کر رکھ دیں گی۔''

شیو کے نام آنے والے روزانہ کے محبت ناموں سے مینا کی بات صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے آریا نے یہ محبت نامے لکھنے والوں کی پوری فوج کے لئے ٹیوٹوریل ایجنسی کھول دی ہے۔ محترم! اگر مسلمانوں میں بنیاد پرست ہو سکتے ہیں تو ہمارے ہاں کیوں نہیں ہو سکتے۔ان کی نسبت ہمارے ہاں بنیاد پرستی کہیں زیادہ رچی بسی ہے۔ چنانچہ ہمیں ان کی نسبت اپنی برتری کو پوری دنیا پر واضح کرنا چاہیے؟

لیکن بعض اوقات ایک یا دو مختلف آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ مثلاً''ایک افسردہ سوچ کچھ یوں ہے: پیارے پروفیسر! یہ بے کار کا شور وغوغا کیسا ہے؟ اس کا باسو سے کیا تعلق ہے؟''

تنازعے پر مچنے والا شور جتنا بڑھتا جا رہا ہے باسو اور اس کے حقیقت نگار دریا کی آوازیں مدھم پڑتی جاتی ہیں۔راتوں رات ماہر بن جانے والے اس کا نام ضرور استعمال کر رہے ہیں مگر بنیادی وجہ اب باسو نہیں رہا۔ حقیقتاً ساری بحث میں وہ کسی کو بھی یاد نہیں...... کسی کو بھی ماضی اور حال کے مابین حیران کن متوازی خطوط کا خیال نہیں آ رہا...... دلیلیں جوابی

دلیلیں محض تنقید، حملہ اور جوابی حملہ اور اصل مسئلہ بیچ سے غائب۔

شیو کو باسو کے محافظ کا کردار ادا کرنا ہے۔ اگرچہ باسو کے سبق کا ذکر روزانہ اخبارات اور ٹی وی پر باقاعدگی سے ہو رہا ہے لیکن شیو کو یوں لگتا ہے جیسے باسو کے ناقابل بیان اسرار تک صرف اسی کی رسائی ہے۔

اس صورت حال میں باسو کیا قدم اٹھاتا۔ لیکن اس سوال کے نتیجے میں اس کے ذہن میں بہت سے ٹوٹے پھوٹے اور بکھرے بکھرے خاکے سے ابھرتے ہیں، انہیں باہم جوڑنے سے پتہ چلتا ہے کہ اختلاف رائے سے متنفر لوگوں کے خلاف باسو نے کتنی شدید جدوجہد کی تھی، اپنے ہی خیالات کے منچ اور اس کے گروہ کے خلاف، باسو پہلی بار کب اپنے ہی منچ کے مقابل آیا تھا؟ ان نے کب مندر کی بنیادیں دیکھیں اور کب یہ فیصلہ کیا کہ محاذ آرائی ہی واحد راستہ ہے؟ ''دیکھو'' شیو باسو کی روح سے پوچھنا چاہتا ہے کہ ''وہ بتائے کیا یہ اسی طرح ہوتا ہے۔'' لیکن باسو اپنی ہی دنیا کے چیلوں چانٹوں میں پھنسا ہوا ہے۔ شیو کو خود ہی وہ رخ تلاش کرنے ہیں جن کی اسے اس وقت بری طرح ضرورت ہے۔ تاریخ کے ان بھولے ہوئے اسباق کو نکال کر لانا ہے تاکہ دوبارہ ایسی حماقتیں نہ ہو پائیں۔

دوبارہ 68ء کے زمانے کی طرف جاتے ہوئے...... ایک ایسے غیر محفوظ ماضی کی طرف، جس کے حال میں افشا ہونے کا پورا پورا خطرہ ہے......شیو ساتھ ساتھ دو خاکے سے دیکھتا ہے، جنہیں باہم جڑے رہنے کی دائمی سزا دی گئی ہے۔ اس میں بائیں جانب باسو اپنے منچ کے مدمقابل ہے۔ اپنے نظریات کا تحمل سے دفاع کر رہا ہے۔ نظریات اور سیاست کی پیچیدگیوں میں سے، اپنے ساتھی مردوں اور عورتوں کی بڑے اعتماد سے رہنمائی کر رہا ہے۔ دائیں جانب دوسرا خاکہ ہے جو بڑی سنگدلی سے پہلے خاکے سے چمٹا ہوا ہے: اس میں باسو کا شہر تاخت و تاراج ہو رہا ہے۔ لاقانونیت اور ہنگامہ آرائی کے ہاتھوں، ایک مختصر مگر عالی شان دور کے بعد زوال کی علامت بن رہا ہے۔

لیکن ہمیشہ کی طرح اس میں ذات (اور موجودہ زمانہ) کود پڑتے ہیں۔ اپنے جانے پہچانے شہر دہلی میں اور انتہائی جھلستے موسم میں، شیو دوبارہ ایک میٹنگ میں شریک ہے لیکن یہ اس میٹنگ کے بالکل برعکس ہے جس کا تجربہ وہ سربراہ کی ترتیب دی ہوئی افسر شاہی کی جنت

میں کر چکا ہے۔ یہ مینا کی طرح کی میٹنگ ہے۔ایسے بیس ہم خیال لوگوں کی جو اپنے مشترکہ اعتقادات پر' اپنی ساری زندگی میں' کم ہی متفق ہوئے ہوں گے۔ یہ میٹنگ یونیورسٹی کے احاطے سے باہر' ایک غیر جانبدار جگہ پر' انتہائی بیہودہ اور گندے کانفرنس روم میں ہو رہی ہے (جو گھنٹوں کے حساب سے کرایہ پر لیا گیا ہے)۔ یہ میٹنگ ایک اور اجلاس منعقد کرنے کی غرض سے بلائی گئی ہے۔شیو جیسے نو آموز شخص کو یہ معاملہ بڑا سیدھا سا لگتا ہے لیکن ایجنڈے پر موجود پہلا نکتہ.....عوامی' اجتماع کیا جائے یا جلوس نکالا جائے......تقریباً بیس منٹ تک زیر بحث رہتا ہے۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ متفقہ طور پر دونوں ہی کام کریں گے۔ پہلے جلوس (لیکن خاموش جلوس نہیں' جیسا کہ کسی بزدل نے تجویز کیا ہے) اور بعد میں یونیورسٹی گیٹ کے باہر ایک چھوٹا سا اجتماع۔

شیو کو اس عجیب سی شرمندگی سے......جو ایسے مواقع پر (جہاں وہ موضوع گفتگو ہو اور اس کے متعلق انشاء پرداز اور مسائل' اشتباہ جنم دینے والے جیسے الفاظ استعمال ہو رہے ہوں۔)اس پر طاری ہو جاتی ہے.....پیچھا چھڑا کر کہنا چاہئے''اپنی یہ چھوٹی چھوٹی دلیلیں بھول جاؤ' دشمن تمہارے سر پر آ کھڑا ہے۔اگر یہ سب کچھ مجھ جیسے ایک عام اور محتاط آدمی کے ساتھ ہو سکتا ہے تو اے نظریات والو! سوچو' تمہارا کیا ہوگا؟'' خوش قسمتی سے کوئی بھی شیو کی رائے جاننا نہیں چاہتا۔ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ایک علامت اور ایک زندہ وجود کے طور پر ان کے درمیان موجود ہے اور وہ اسی کے متعلق اپنے مختلف منصوبے بنا رہے ہیں۔

وہ ایک کھلے ڈلے دائرے میں بیٹھے ہیں۔ یونیورسٹی میٹنگس کے بالکل برعکس یہاں کوئی چائے وائے نہیں' سو وہ ٹھنڈے پانی کے گلاسوں سے کام چلا رہے ہیں۔ مینا وہاں نہیں ہے۔ وہ گھر میں رہنے پر اس شرط پر تیار ہوئی کہ شیو اسے اس کی مکمل تفصیل سے آگاہ کرے گا اور وہ اس کے بعد ہونے والی ''اصلی'' میٹنگ میں اسے لے کر جائے گا۔ لیکن امر اور اس کے بعض دوست اس میں موجود ہیں۔ وہ ایک طرف خاصے ایک دوسرے سے لگ کر بیٹھے ہیں۔ شیو جیسے ان کے پاس سرخ جھنڈا دیکھ رہا ہے۔ شاید اسی کی وجہ سے وہ اکٹھے ہیں۔ ایک نظر نہ آتا ہوا لیبل جس کا واضح مطلب ہے: سرگرم کارکن' کچھ اور سرگرم کارکن کمرے میں بکھرے ہوئے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو گروہوں کی شکل میں رہنا مناسب نہیں سمجھتے۔ ان کے اپنے نظریات اور تصورات ہیں۔ ان کا تصوراتی نشان یا علم کبھی گلابی ہوتا ہے اور کبھی سرخ۔ باقی لوگوں میں

نام کے دانش وریا متفکر شہری ہیں' آوارہ گرد لبرل ہیں' عارضی اتحادوں کی محتاط تلاش میں۔

سرگرم کارکنوں میں سے ایک (ہلکی گلابی قسم کا) چارج سنبھال لیتا ہے۔ وہ اپنی قمیص کی جیب سے موبائیل نکال کر' اس پر ایک نگاہ دوڑاتا ہے اور پھر بڑے اطمینان سے اسے آف کر دیتا ہے۔ اپنا گلا صاف کر کے کہتا ہے: ''یہ فیصلہ کرلو کہ کون کون تقریر کرے گا تا کہ صورت حال قابو میں رہے۔ پروفیسر مورتی ظاہر ہے کچھ نہ کچھ کہیں گے۔ پانچ سے سات منٹ' شیو؟'' (وہ شیو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ اس کے خیال میں شیو کو اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔) ''شیو کے علاوہ' میرا خیال ہے کہ ہم گرو کھوٹے اور پروفیسر قریشی سے بولنے کو کہیں گے۔''

''قریشی تو اٹلی میں ہیں۔'' ایک دانش ور دخل در معقولات کرتا ہے۔

''مجھے پتہ ہے'' ہلکا گلابی ذرا تیز لہجے میں جواب دیتا ہے۔ وہ ساڑھے بارہ بجے آج رات یہاں پہنچ رہے ہیں۔ کل ان کا ہمارے ساتھ لنچ ہے۔ مینا جھینگے بنائے گی۔ لیکن کل میں بھی سب سے پہلے ان کے پاس جاؤں گا۔''

وہ اپنا موبائیل ہاتھ میں لہراتا ہے تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس کی ہاٹ لائن ہمیشہ کھلی رہتی ہے۔

سب لوگ بیک وقت بولنے لگتے ہیں۔ ناموں کی فہرست طویل ہوتی جاتی ہے: ایک معروف گاندھی وادی' ایک مشہور' قانون دان' پچھلے ہفتے کے ریویو میں پروفیسر فراڈلی کا تیاپانچہ کرنے والے ایک ماہر انڈالوجی' ایک معروف ریٹائرڈ جج' جو ترانوے برس کے ہونے کے باوجود' انتہائی جارح متصور ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کو ڈانٹا ڈپٹنا ان کا من بھاتا کھاجا ہے۔ جس تیزی سے نام لئے جاتے ہیں اسی تیزی سے ناموں پر اعتراضات وارد ہونے لگتے ہیں۔ شیو سوچتا ہے اگر تمام مجوزہ مقررین کو موقع دیا گیا تو یہ اجلاس چوبیس گھنٹے سے پہلے ختم نہیں ہو پائے گا۔

گفتگو کے دوران سکوت کا ایک موقعہ مینا کی دوست جیوتی لپک لیتی ہے۔ وہ خوب صورت ناک نقشے والی ہے لیکن اس کا بولنا قیامت ہو جاتا ہے۔ اس کے لہجے کی کرختگی اور درشتی اس کے حسن اور لطافت کا سارا اثر لمحے بھر میں زائل کر دیتی ہے۔ ''سمجھ میں نہیں آتا کہ صرف مشہور' معروف لوگوں کو ہی کیوں بولنے کا موقع دیا جائے۔'' وہ کہتی ہے۔ ''طالب

علموں کے بارے میں کیا خیال ہے اور خواتین......وہ خواتین کے کسی گروپ کی بھی ہوں یا انفرادی اور آزاد حیثیت کی؟ تاریخ عرصہ دراز تک مردانہ مشق ستم کا نشانہ رہی ہے!''

کافی دیر سے چپ بیٹھا ایک معمر شہری بول اٹھتا ہے۔''کسی سیکولر سوامی کو تقریر کی دعوت دینے کے متعلق کیا خیال ہے مثال کے طور پر سوامی آنند؟ آخر کو یہ ایک وسیع تر محاذ ہے اور ہمیں ممکنہ حد تک اسے وسیع کرنا چاہیے۔'' وہ بولتے ہوئے' کونے میں بیٹھے کارکنوں کی طرف نگاہ ڈالنے میں خاصا محتاط ہے۔ لیکن ان سب کو معلوم ہے کہ وہ انہی کی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ جواب دینے کے انداز میں امر اپنی کرسی' اس شاہانہ انداز میں آگے کھینچتا ہے کہ شعبے کا سربراہ بھی عش عش کر اٹھے۔ وہ چند کاغذات اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے۔ تمام چہروں کا رخ اسی کی جانب ہو جاتا ہے۔''میرا خیال ہے کہ ہم سب اس پر متفق ہیں۔''(جی پی المعروف ہلکا گلابی بڑے آرام سے اپنے موبائل کو دیکھتا ہے۔)''پھر پروفیسر مورتی ہیں اور ان کے بعد پروفیسر مکرجی' نیوگاندھی فاؤنڈیشن کی مالا راؤ' کے این یو طلبہ یونین کی جیوتی اور پروفیسر قریشی' باقی مقررین کو ہم موقع پر ہی دعوت دے سکتے ہیں' اس کا انحصار ان کی اس جلسے میں موجودگی پر ہوگا۔ ہم میں سے بعض لوگ' کسی ہنگامی صورت حال میں' بولنے کے لئے تیار رہیں گے لیکن غالباً اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔(وہ لوگوں کی ممکنہ تسلی اور اطمینان لانے کیلئے مختصر سا وقفہ کرتا ہے۔ ہر کوئی خوش اور پرسکون ہے کہ میٹنگ ختم ہو رہی ہے اور باقی کا کام کارکن خود سنبھال لیں گے)۔

امر کہتا ہے۔''ہمیں جو جو کام کرنے ہیں۔ میرے پاس ان کی فہرست ہے یہ بات بالکل واضح ہونی چاہیے کہ کسے کیا کام کرنا ہے۔ پلے کارڈز بنانا ہیں...... میرے خیال میں کچھ کارڈز پچھلی ریلی کے بھی بچے ہوں گے۔ ہم انہیں دوبارہ استعمال کر سکتے ہیں۔ کیا نعرے لگانے ہیں؟ ان کی ایک فہرست ہے' اس میں کمی بیشی کرنا ہے۔ پمفلٹ بھی چھپوانے ہوں گے اور ہاں جلوس کے لئے پولیس کی اجازت بھی لینا ہوگی۔ ہمیں جلوس کے راستے کا بھی واضح پتہ ہونا چاہیے۔ اور میرے پاس اپنی تیار کردہ ایک عرض داشت بھی ہے......آپ میں سے کچھ لوگوں نے تجاویز دی تھیں جو اس میں شامل کر لی گئی ہیں۔ اگلے اڑتالیس گھنٹوں میں ہمیں دستخطوں کی مہم بھی چلانا ہوگی۔ ہلکا گلابی اور کئی دوسرے لوگ اپنی اپنی کا پیاں لینے کے لئے اٹھتے ہیں۔ امر خاص طور سے دانش وروں کی طرف دیکھتا ہے مگر وہ اپنے جوتوں پر نظر

گاڑے‘ کسی گہری سوچ میں گم ہیں۔

مینا بستر پر بیٹھی ہے۔ ٹیلیفون ساتھ پڑا ہے۔ ہاتھ میں مشہور لوگوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ شیو نے اس کی ضرورت کی ہر شے وہاں پہنچا دی تا کہ وہ بلا رکاوٹ ٹیلی فون کالز ملاتی رہے‘ چاکلیٹ بسکٹ‘ چپس کا بڑا سا پیکٹ اور کوک کی لیٹر والی بوتل۔ وہ ایک بسکٹ منہ میں رکھتی ہے اور بستر پڑی الا بلا چیزوں کے درمیان عرضداشت کی جانب غصیلی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ سرد آہ بھر کر کہتی ہے۔ ’’ان بڑے لوگوں نے تو تنگ کر مارا۔‘‘ چپس کی جانب‘ ہاتھ بڑھاتی ہے‘ شاید اس سے کچھ لمحاتی چین مل جائے۔ ’’میں نے اے سے او تک‘ ان سے بات کی ہے‘ ہر شخص کے اپنے نخرے ہیں‘ ہر کوئی‘ ایک عام سی عرض داشت پر دستخط کرنے کے لئے بھی اپنی ناز برداری چاہتا ہے۔ اور ان کی مصروفیت کا یہ عالم ہے کہ کسی نے بھی صرف ایک فون کرنے تک کی حامی نہیں بھری۔ اور ابھی تو مجھے پی سے زیڈ تک مزید لوگوں کو بھی ٹیلی فون کرنا ہیں۔ پی سے تو مجھے خصوصاً خار ہے۔ سب سے پہلے وہ پوچھے گی اور کون کون اس پر دستخط کر رہا ہے‘ کہیں اس کا نام ایرے غیرے لوگوں کے ساتھ نہ شامل ہو جائے۔‘‘

’’اسے میں فون کر لیتا ہوں۔‘‘ شیو فرض شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتا ہے‘ حالانکہ اس کی بے تکان گپ شپ اس کے بھی اوسان خطا کر دیتی ہے۔ چیونگم چباتے چباتے رک کر‘ ایک قاتل مسکراہٹ اس کی طرف ڈالتی ہے۔ ’’اسے بتا دینا کہ اس کا نام فہرست میں سب سے اوپر ہوگا۔‘‘ وہ مشورہ دیتی ہے۔ ’’وہ اخبارات میں خود کو دیکھنا چاہے گی۔‘‘ وہ ایک بار پھر اپنی فہرست میں کھو جاتی ہے۔ ’’مصیبت یہ ہے کہ جنگی حدیں بالکل غیر واضح ہیں۔‘‘ وہ بڑبڑاتی ہے۔ ’’ہمیں کتنے سارے محاذ بنانا ہیں...... وہ شیو کی خاموشی پر چڑ جاتی ہے‘ دوبارہ ٹیلی فون اٹھا لیتی ہے۔ اس کا جذبہ ایک بار پھر عود کر آتا ہے۔ ’’میں عظیم کیو سے بات کرتی ہوں۔ بوڑھا اور بور آدمی۔ پوری عرض داشت کا ایک ایک لفظ مجھ سے سننا چاہے گا لیکن دل کا اچھا آدمی ہے۔ میں اسے منا لوں گی کہ وہ جلوس میں اپنے ساتھ طلبہ کو بھی لائے۔‘‘

امر مینا سے کہتا ہے۔ ’’میں قریشی کے پاس سے تمہارے لئے ایک اچھا آرٹیکل لایا ہوں۔ اس نے ماضی کے نوسٹلجیا کے اس تصور کو، جسے وہ ماضی کو لازمی بنانے کا نام دیتا ہے‘ بری

طرح رگیدہ ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اس کا مطلب جدید دور سے پہلے کی تمام چیزوں کے گن گانا ہے۔ مینا آرٹیکل اس سے لے لیتی ہے، جلدی جلدی چند پیراگراف پڑھتی ہے، پھر اسے بھی عرض داشتوں، اشتہاروں اور پمفلٹوں کے اوپر ڈال دیتی ہے۔'' اس چٹکی باز شرما کا جدیدیت سے متعلق تنقیدی مضمون دیکھا ہے تم نے؟'' وہ پوچھتی ہے۔'' عجیب شکایت کی ہے اس نے۔وہ پیرس میں تھا تو اسے گائے دیکھنے کے لئے خاص طور سے کسی دیہاتی علاقے میں جانا پڑتا تھا لیکن ممبئی واپس آنے کے بعد، وہ آرام سے تاج محل کے سی لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے، جتنا مرضی گائیں دیکھنا چاہے سڑک پر دیکھ سکتا ہے۔''

امر اپنی ٹھوڑی کھجاتا ہے اور مینا کے بستر سے اپنی ٹانگیں کھینچ لیتا ہے۔لگتا ہے وہ آج کی رات جاگتے کاٹے گا۔'' یہ چیچ بھی تمہیں پریشان کر رہے ہیں؟'' مینا پوچھتی ہے۔ پھر وہ شیو کی طرف مڑ کر، غصے میں دانت پیستی ہے۔'' یہ تنظیم ہے آزاد خیال بائیں بازو کے......''

'' ایسے متحدہ محاذوں میں کل کل بہت ہوتی ہے، بڑی اذیت ہوتی ہے!'' امر کہتا ہے۔'' اب، ہمیں اندھے بہروں اور گونگوں تک کے ساتھ کام کرنا سیکھ لینا چاہیے۔کل کو یہ کہے گا کہ امام صاحب کو بھی اپنے محاذ میں شامل کر لو تو''

'' پھر تو ہم بنیاد پرستوں کے ایک گروپ کے خلاف، دوسرے بنیاد پرست گینگ کے ساتھ مارچ کریں گے۔'' مینا برہمی سے مداخلت کرتی ہے۔تاہم امر ابھی تک اپنے دکھوں کی پوٹ کھولنے پر تلا ہے۔

'' اور یہ سب باتیں کہ ہم سب ایک ہیں، ایک جیسے ہیں، حکومتی نعرہ بازی سے کوئی زیادہ مختلف نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ طبقے ہیں، ذاتیں ہیں، مذہبی برادریاں ہیں، صنف، زبان...... ہر چیز جدا جدا ہے۔لیکن آپ نے دیکھا ہوگا، چاہے حکومت ہو یا سینما، ہر شخص اسی رنگا رنگ کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ وطن سے محبت کے پرچارک، اپنے اپنے رنگ میں، تین مختلف طبع کے بھائیوں......امر، اکبر اور انتھونی......کی طرح، سب اچھا ہے کا منظر نامہ ترتیب دینے کے لئے، ڈرامہ بازی میں لگے ہوئے ہیں۔''

شیو خود کو ایسے ہی ڈرامے کا ایک حصہ محسوس کرتا ہے، جہاں اسے سڑک پر مارچ کرنے کے کردار میں غلط کاسٹ کر لیا گیا ہے۔ وگرنہ وہ ایک احتجاجی جلوس کا شریک تو کجا، شاید رک

MashalBooks.org

کراس کا تماشہ بھی دیکھنا نہ پسند کرتا۔ وہ چلے تو سڑک کے دونوں جانب کی ٹریفک رک گئی ہے۔ وہ جیپ میں موجود ایک شخص کو پریشانی کے عالم یں اپنے سر کھجاتے دیکھتا ہے' ظاہر ہے وہ تیزی سے اس جگہ سے باہر نہیں نکل سکتا۔ لیکن اکثر کاروں کے ڈرائیور' گاڑیوں سے باہر سر نکالے' ان کے ہاتھوں میں موجود پلے کارڈز کو دیکھ اور پڑھ رہے ہیں' اپنے وقت کے ضیاع یا نقصان کو فی الحال وہ بھلائے بیٹے ہیں۔ شیو حیران ہوتا ہے جب کچھ لوگ' امر کے ساتھیوں سے پمفلٹ چھین لیتے ہیں پھر بھی امر کے ساتھی بڑے جوش سے اردگرد' کھڑے لوگوں' گاڑیوں' بسوں اور سکوٹروں پر بیٹھے لوگوں میں دستی اشتہارات تقسیم کر رہے ہیں۔

شیو کی زندگی میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ اس سے ''نعرے بازی'' کی توقع کی جارہی ہے۔ لیکن اردگرد بے پناہ آوازیں ہیں۔ طرح طرح کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ بیک وقت' مختلف جہتیں۔ ایسے میں اس کے منہ سے اکا دکا لفظ ہی برآمد ہوسکتا ہے۔ مردہ باد اور شرم' شرم کے الفاظ اس کے کانوں میں پڑتے ہیں۔ پھر زندہ باد' ظاہر ہے اس کے بعد پھر مردہ باد۔ شیو کچھ کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح کوئی صحیح نعرہ اس کے منہ سے بھی نکل آئے لیکن ہر نعرے کے بعد' اسے ناکامی ہی ملتی ہے۔ اسی دوران بینا کی دوست جیوتی زوردار آواز میں نعرہ لگاتی ہے: ہٹلر کی تھی کس سے یاری؟ اس سوال کا جواب ایک زوردار نعرے میں آتا ہے: نکر دھاری' نکر دھاری۔ شیو کے ذہن میں آریا کے خاکی نیکر والے چیلے در آتے ہیں اور بڑی شدت سے اس کے دل میں بھی زوردار نعرہ مارنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ چند لمحے وہ اپنی عمومی دل گرفتہ آواز میں غل غپاڑہ بھی کرتا ہے پھر اسے یونیورسٹی گیٹ سامنے نظر آنے لگتا ہے' اچھا خاصا مجمع وہاں پہلے ہی جمع ہے۔ اس کی زبان پر آئے لفظ وہیں منجمد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

عوامی اجتماع: شیو بینا کو فٹ پاتھ پہ بیٹھے دیکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی باتصویر پلاسٹر لگی ٹانگ لمبی پھیلی ہوئی ہے' قریب ہی اس کی بیساکھی پڑی ہے۔ وہ کسی مقناطیسی اثر کے تحت' اس کی طرف بڑھتا ہے مگر وہ کے این یو کے طلبہ کے درمیان بری طرح گھری ہوئی ہے۔ وہ آنکھوں آنکھوں میں اسے اشارہ کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ مسلسل اور بے تکان بولے جارہی ہے' پوری طرح اپنے سامعین کی طرف متوجہ۔ امر شیو کا شانہ تھپتھپاتا ہے اور یونیورسٹی گیٹ کی سمت لے جاتا ہے' جہاں ٹی وی اور اخبارات کے کیمرے جلسے کے مناظر شوٹ کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ فلیش بلب کی جھلملاتی اور تیز روشنی رکتی ہے تو شیو

آنکھیں جھپکا کر' اوپر کو دیکھتا ہے۔

اردگرد کا منظر واضح ہوتا ہے۔ جتنے احتجاج کرنے والے ہیں' اتنے ہی کم وبیش پولیس والے ہیں۔ بعض پولیس والوں کے پاس واکی ٹاکی ہیں اور بعض کے ہاتھوں میں لاٹھیاں' وہ بھی ایسی بوسیدہ اور کمزور جیسے کرسی کی بید کو دوبارہ استعمال کر کے' لاٹھی کی شکل دے دی گئی ہو۔ آہستہ آہستہ شیو وہاں موجود چہروں کو پہچاننا شروع کرتا ہے۔ کوٹے (quote) بلاشبہ ہے اٹلی ریٹرنڈ قریشی بھی۔ ہلکا گلابی مائک سنبھالے اتنا خوش دکھائی دیتا ہے جیسے اسے اپنا حقیقی پیار مل گیا ہو۔ وہ تمام جانے پہچانے لوگ جلسے میں موجود ہیں' جو عام طور پر دہلی کے جلسوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم شیو کی توقع سے کہیں زیادہ نئے چہرے بھی وہاں موجود ہیں۔ طلبہ سے بھری بسیں' زیادہ تر مینا کی نہرو یونیورسٹی کی لگتی ہیں۔ بہت سے خوش لباس' کارپوریٹ ٹائپ لوگ بھی نظر آ رہے ہیں۔ پھر شیو کو اپنی پچھلی سمت مینن اور اپیتا دکھائی دیتے ہیں۔ احساس ممنونیت سے اس کا دل بھر آتا ہے۔ وہ بھی اسے' اپنی جانب نظریں جمائے دیکھتے ہیں۔ مینن کے چہرے پر ہلکی سی گھبراہٹ ہے لیکن اپیتا نے بڑی خوش دلی سے ہاتھ لہرایا ہے۔ وہ مینن کے کان میں سرگوشی کرتی ہے۔ وہ اپنا سر ہلا کر' بدستور وہیں کھڑا رہتا ہے۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے اثرات صاف ہیں۔ شیو کی نگاہ اپیتا پر جم جاتی ہے۔ وہ سگریٹ زمین پر پھینکتی ہے' اپنے جوتوں سے اسے مسل دیتی ہے اور اس کی طرف چل دیتی ہے۔

''یقین نہیں آ رہا' اتنا بڑا جلسہ۔'' اپیتا آہستگی سے شیو سے کہتی ہے مگر جوش اس کے لہجے سے عیاں ہے۔ ''مینن بلاوجہ کے خوف میں مبتلا ہے۔ وہ اس لئے آگے نہیں آ رہا کہ کہیں کیمروں کی زد میں نہ آ جائے۔'' کارپوریٹ ٹائپ ایک جوڑا' شیو کے نزدیک سے گزرتا ہے۔ ''یہ کون لوگ ہیں؟'' وہ اپیتا سے سرگوشی کرتا ہے۔

''میں انہیں نہیں جانتی۔'' وہ اپنی نظران پر ڈالتے ہوئے کہتی ہے۔ ''Muppies ہیں غالباً۔''

''مپ...... پیز؟''

''شیو' زندگی کہاں کاٹ دی تم نے؟ مپی مارکسٹ ہوتا ہے' مارکسٹ ہپی...... اوہ شیو! اس مضحکہ خیز آدمی کو دیکھو' جو کلنٹن کا پلے کارڈ اٹھائے ہوئے ہے۔ آخر یہ یہاں آیا ہی کیوں تھا۔''

MashalBooks.org

شیو بھی اسی سمت میں نگاہ دوڑاتا ہے جدھر وہ دیکھ رہی ہے۔اس کے سامنے پلے کارڈز کا ایک سمندر موجزن ہے۔ تنظیموں کے نام ان کے نعروں کی نسبت کہیں زیادہ لمبے چوڑے نظر آتے ہیں: سیکولر خواتین' پدرسری کے خلاف (SWAP) ہندو دہشت گردی کے خلاف فورم (FAITH)' سیکولر سائنس دانوں کی عوامی ایسوسی ایشن (Pass)' رہنما اصول محاذ کی نسبت کہیں زیادہ متنوع اور وسیع لگتا ہے۔ان کے نعروں سے شیو کو تمام ممکنہ دیوتاؤں سے کی گئی وہ اپیلیں یاد آ جاتی ہیں جو ٹرک ڈرائیور...... ہر طرح کے خطرات سے بچاؤ کے لئے...... اپنے عقب میں چسپاں کر دیا کرتے ہیں۔ جیسے کوئی بزعم خود عاقل و بینا جواری ہر گھوڑے پر کچھ نہ کچھ لگا دیتا ہے۔مختلف طرح کے پلے کارڈز پر نت نئے نعرے درج ہیں: بھارت کی طالبانائزیشن کو روکو۔ تاریخ تباہ ہو رہی ہے' منچ سے کون خوف زدہ ہے؟ پھر اسے وہ پلے کارڈ دکھائی دیتا ہے' جس کی بابت امیتا نے اسے اشارتاً بتایا تھا؟ سر پر بالوں کی چوٹی' داڑھی' موٹی شیشوں والی عینک...... یہ آدمی کافی پیچھے ایک پلے کارڈ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔عجیب و غریب پیغام ہے اس پر لیکن اسے اس پر اتنا فخر ہے کہ ہر جگہ وہی کارڈ اٹھائے پھرتا ہے۔اس پر لکھا ہے: کلفٹن! گھر واپس جاؤ' ہم پر اپنی گندگی نہ پھینکو؟

جلسہ' کھوٹے کے آنے تک' حسب معمول چلتا رہتا ہے۔ وہ بیچارہ ابھی اپنی پانچویں بامعنی اور پر مغز کہاوت ہی سنا رہا ہوتا ہے کہ مجمع میں سے ایک زور دار آواز ابھرتی ہے۔''سوڈو سیکولرسٹ ہائے ہائے!''

دوسری آوازیں۔شور غوغا ہوتا ہے۔دھکم پیل ہونے لگتی ہے لوگ اس آدمی کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔امر کھوٹے کے پاس سے ہٹتا ہے اور بامقصد طریقے سے اپنے ایک دو ساتھیوں کے ساتھ ہنگامہ کرنے والوں کی جانب بڑھنے لگتا ہے۔شیو کے پاس سے گزرتے ہوئے' امر کی یہ بات اس کے کانوں میں پڑتی ہے: ''اس کو میڈیکل کردو۔'' شیو نے یہ محاورہ پہلے کبھی نہیں سنا...... ''میڈیکل کرنا۔'' وہ صرف اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ نوجوان شاید افراتفری پھیلانے والے کی پٹائی کا سوچ رہے ہیں۔شیو کا دل اچھلنے لگتا ہے۔ وہ مجمع میں مینا کو تلاش کرنے لگتا ہے لیکن پولیس کے کسی ہنگامے کے متعلق اندازہ لگانے سے پہلے' شیو کے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا سوچنے سے پہلے' امر اس شرارت باز کے پاس پہنچ کر اسے وہاں سے چلے جانے کا مشورہ دینے لگتا ہے۔ اس دوران البتہ اس کے ہاتھ کا دباؤ مسلسل اس کے

MashalBooks.org

شانے پر رہتا ہے۔

شیو اور مینارات گئے ٹی وی کے آگے بیٹھے خبروں کے منتظر ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا ان کے جلوس کی خبر بھی نیوز میں کور کی گئی ہے یا نہیں۔ شیو سب سے پہلے ٹی وی سکرین پر خود کو دیکھتا ہے۔ وہ متفکرانہ اور معذرت خواہانہ انداز میں مختصر سی بات کر رہا ہے۔ نیوز ایڈیٹرز نے انتہائی چابک دستی سے اس کی سات منٹ پر محیط تقریر کو صرف دس سکینڈ کی آواز میں قابل تعریف طریقے سے قید کر ڈالا ہے۔ شیو خاصا متاثر ہوتا ہے کہ اس مختصر سی جھلک میں بھی وہ قابل ذکر سیاست دان لگتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس کے علاوہ باقی شرکاء کی کوریج تیزی سے گزرتے خاکوں کی شکل میں الٹی سیدھی طرح کی گئی تھی۔

''پینتالیس سکینڈ'' مینا طنزیہ لہجے میں کہتی ہے۔ ''یہ چمکتے دمکتے نجی چینل بھی حکومت کی جیب میں ہی رکھے لگتے ہیں۔'' وہ تنک کر ریموٹ اٹھاتی ہے اور چینل بدلنے لگتی ہے۔

''ٹھہرو۔'' شیو ایک جگہ انٹرویو آتے دیکھ کر اسے روکتا ہے۔

''یہ وی سی ہیں! کے جی یو کے وائس چانسلر' ہشاش بشاش اور تروتازہ۔'' آپ اس واقعے پر' جسے یہ بدقسمت واقعہ کہتے ہیں' یونیورسٹی کے سرکاری ردعمل کا اظہار فرمائیں گے؟''

انٹرویو کرنے والی نوجوان دلکش خاتون ان کی آہستہ آواز اور تذکیر و تانیث میں گھپلے کی وجہ سے کچھ جز بز دکھائی دیتی ہے۔ ظاہر ہے خاتون نے انٹرویو کی اچھی خاصی تیاری کی ہوگی مگر وہ ساری تیاری بے فائدہ نظر آتی ہے۔ وی سی کی ہوں' ہاں اور زبان سے ادا ہوتے شین زدہ الفاظ' ایک سادے سے فقرے کو کھینچ تان کر پانچ منٹ میں ادا کرتے ہیں۔ اور ان کا خیال پھر بھی واضح نہیں ہو پاتا لیکن وہ بھی دھن کے پکے ہیں۔ جو سوال بھی ان کے سامنے آتا ہے وہ اس کی مکمل وضاحت کی کوشش میں' جونک کی طرح' اس سے چمٹ جاتے ہیں۔

''جناب! آپ کے فاصلہ جاتی تعلیمی پروگرام کی وجہ سے' آپ کے کیمپس میں باقاعدہ طلبہ تو ہوتے نہیں۔ سوال یہ اٹھتا ہے کہ پھر پروفیسر مورتی کے خلاف ہنگامہ آرائی کرنے والے...... اگر وہ واقعی طلبہ تھے تو...... طلبہ کہاں سے آ گئے......'' وہ ایک دم پریشان ہو کر رک جاتی ہے۔ وی سی نے اس کی جانب سے رخ پھیر کر سیدھا کیمرہ کے جانب دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ ''قواعد و ضوابط کے مطابق۔'' وہ سخت لہجے میں مخاطب ہوتے ہیں۔ ''ایسے لوگوں کے

خلاف سخت ایکشن لیا جائے گا جو کیمپس کے اندر دشمن شاج شرگرمیوں میں ملوث پائے گئے ہیں۔'' پھر وہ نرم لہجے میں کہتے ہیں۔'' دراصل سوال شکیورٹی کا ہے۔''

''سکیورٹی؟ لیکن جناب'ان مداخلت کاروں کی شناخت ' اگر وہ واقعی طلبہ نہیں ہیں.....''

''میں کہہ رہا تھا۔ یہ سارا مسئلہ ہی شکیورٹی کا ہے ہم نے ایک کمیٹی تشکیل دے دی ہے۔''

خاتون فوراً مداخلت کرتی ہے۔''متنازعہ سبق کی جانچ پڑتال کے لئے یا ان ہنگامہ آرائی کرنے والوں کی باز پرس کے لئے؟''

''ہمیں جنگی بنیادوں پر سکیورٹی کا معاملہ دیکھنا ہوگا۔ کمیٹی سارے ضروری آپشنز پر بات چیت کرے گی۔''

''آپشنز؟'' دلکش خاتون کچھ اپ سیٹ سی نظر آتی ہے۔''آپشنز کیا ہیں جناب؟''

وی سی کی نظریں اس پر جمی کی جمی رہ جاتی ہیں۔ بہرحال یہ اس کے دل کا معاملہ ہے۔ پھر اچانک اسے خیال آتا ہے کہ وہ قومی ٹیلی ویژن کی سکرین پر ہے اور اسے ہر وقت سنجیدہ دکھائی دینا چاہیے۔ وہ اپنی خوشی کو چھپانے کی اور چہرے پر معمول کی درشتی لانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اب وہ خاصا مطمئن ہے اور کیوں نہ ہو' وہ اپنی ہوم گراؤنڈ پر ہے' پراعتماد ہے اور اپنے معیار کے مطابق فصیح الکلام بھی ہے۔'' یہ سارا کیا دھرا باہر والوں کا ہے۔ یونیورسٹی کی چار دیواری کے بعض حصے بہت شکستہ ہیں' ان کی مرمت ہونی ہے...... ہمارے ہاں فنڈز کی کمی ہمیشہ رہتی ہے۔ ایسی جگہوں سے ہی باہر والے اندر آ کر یونیورسٹی کی پرسکون فضا کو خراب کرتے ہیں۔ میں نے یونیورسٹی کمیونٹی سے وعدہ کیا ہے کہ ہم ان باہر والوں کو اندر گھسنے نہیں دینگے۔'' (وی سی اپنے چہرے پر آتی لمحاتی مگر بناوٹی ہنسی کو روک نہیں پاتے)''ہم شکیورٹی کو بہتر بنائیں گے اور اس کی خامیوں پر قابو پالیں گے۔''

دلکش خاتون بری طرح اکتائی ہوئی لگتی ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ انٹرویو کا ظاہری لبادہ اتار پھینکے اور جتنی جلدی ممکن ہو' اسے یونیورسٹی شکیورٹی کے بارے میں اپنی بات مکمل کر لینے دے۔ تا کہ جلد سے جلد اس انٹرویو سے جان چھڑا کر' وہ دونوں ہی اپنے اپنے گھر روانہ ہو سکیں۔

''سب سے پہلے دیواریں۔ شکستہ دیواروں کو ٹھیک ہونا چاہئے۔ ہمیں دیواروں کی

اونچائی بڑھانے کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا۔ ممکن ہے ان کے اوپری سرے پر شیشے کے ٹکڑے بھی لگائے جائیں۔ عارضی اقدام کے طور پر خاردار تاریں بھی لگائی جاسکتی ہیں۔ شیکیورٹی کا انتظام ہم نے پہلے ہی ایک معروف کمپنی کے سپرد کردیا ہے۔ بیشک وہ خاصے مہنگے ہیں۔ لیکن میں نے ذاتی دلچسپی لے کر سکیورٹی بجٹ میں اصافہ کئے جانے کی بات کی ہے۔ بہر حال یہ ایک ترجیہی معاملہ ہے۔ میں نے کمیٹی سے بھی کہا ہے کہ بیٹھ کر ترقیاتی پروگرام پر بات کریں۔ شیکیورٹی افراد کے لئے واکی ٹاکی اور رات کے وقت بہتر لائٹوں کا انتظام ایجنڈے پر سرفہرست ہیں۔ ہم نے تمام فیکلٹی اراکین کو بھی تجویز دی ہے کہ وہ اپنے اپنے شعبوں کے دروازوں پر مضبوط تالے لگوائیں......"

شیو، ٹرے میں کوک اور رم کی بوتلیں اور چند گلاس لئے مینا کے کمرے میں آتا ہے۔ "اوہ، شکریہ!" مینا کہتی ہے "اب ذرا سنئے جیوتی کے ہاتھ میں کیا دوآتشہ مضمون لگا ہے، منجی مؤرخ اے اے اترے کا۔ بڑا زبردست ہے۔ فنڈ، ممبو اور جمبو سے بھرپور۔"

جیوتی میں قطعی کوئی جوش وخروش دکھائی نہیں دیتا۔ مینا اسے تھپکی دیتی ہے "آؤ بھی جیوتی۔ ہمت کرو!" شیو مینا کے بستر کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ جیوتی کمرے کے بیچ میں کھڑی، انتہائی الکساہٹ اور بے چینی کے عالم میں اترے کا مضمون اس طرح پڑھتی ہے جیسے کسی بوڑھے جھگڑالو آدمی کی آواز میں سنسکرت کا کوئی اشکوک پڑھ رہی ہو۔ مینا اس کی تصدیق کے لئے، اس کے ہر فقرے کے اختتام پر، ہم، ادم، اور آہاں جیسی مختلف آوازیں منہ سے برآمد کرتی رہتی ہے۔ "کہا جاتا ہے: یہ بہتات ہے، وہ بہتات ہے، بہتات کے نتیجے میں ہی بہتات آتی ہے۔ بہ تا......ا......ت.........." جیوتی بہتات کو کھینچ کر لمبا کرتی ہے یہاں تک کہ اس کا پھیلاؤ ہر دفعہ زیادہ رسیلا اور زیادہ محیط لگنے لگتا ہے۔ "جب بہتات کو بہتات میں سے نکال لیا جاتا ہے تو بھی بہتات ہی باقی رہتی ہے۔ کتنے نام ونہاد جدید مفکر خالی پن کے تضاد میں بہتات کا یہ قدیم تصور سمجھ سکتے ہیں؟ ہماری ثقافت سے متعلق ان کی ظاہری جان کاری اور آگہی کا یہ عالم دیکھ کر برہمنوں کی عقل اور سمجھ پر رشک آتا ہے انہوں نے نامحرموں اور ناواقف اسرار طبقوں سے مقدس اشلوکوں کی عبارات دور رکھ کر کچھ غلط قدم نہیں اٹھایا۔ سچے ہندوؤں کو، جن کی آتمائیں پرانی سچائیوں کے ساتھ ساتھ مرتعش رہتی ہیں۔ جدید غلطیوں اور

MashalBooks.org

بے ہودہ تاویلوں کو مکمل طور سے رد کر دینا چاہیے۔ دستخط اے اے اترے، پروفیسر تاریخ (ریٹائرڈ)'' مینا جیوتی کو اس طرح تعریف کرنے لگتی ہے جیسے اس نے بیان شیو کے کمرے میں آنے سے پہلے سنا ہی نہیں تھا۔ ''تمہیں تو کوئی اداکارہ ہونا چاہیے تھا۔'' شیو ہنستے ہوئے کہتا ہے لیکن جیوتی کی غیر جذباتی اداکاری واقعی قابل داد ہے۔ مشکل یہ ہے کہ اس کی اپنی...... پیار اور وفا بھری...... یادوں میں کہیں نہ کہیں اس کے اپنے اجداد کی باتیں گونجنے لگتی ہیں۔ تو بڈھا اترے۔ شیو گلاس میں بچی کھچی ڈرنک اٹھا کر پی لیتا ہے اور اٹھ کھڑا ہوتا ہے ....''یہ بڈھا اترے۔''

''مینا اپنے نتھنے پھیلا کر کہتی ہے، نفرت اس کے چہرے پر پڑھی جا سکتی ہے۔'' وہ اپنے وقت کو عظیم بھارتی صفر اور عظیم برہمن حماقت کے متعلق ڈینگیں مار مار کر ضائع کرتا رہتا ہے۔'' جیوتی بہتات اور حماقت کی صوتی ہم آہنگی سے پیدا شدہ مزاح پر بھی سنجیدہ ہی رہتی ہے بلکہ آزردہ لہجے میں کہتی ہے۔ ''ہم اپنے سامنے موجود ان مسخروں پر تو بے شک ہنس سکتے ہیں مگر کبھی نہ کبھی، ان کی صف میں بھی، ان کے اپنے ذہین فطین لوگ پیدا ہو جائیں گے۔''

''تمہارا مطلب ہے نرم مزاج اور موقع پرست لوگ۔'' مینا متاثر ہوئے بغیر بول اٹھتی ہے۔

''میں بھی چاہوں گی کہ ایسا کچھ ہو لیکن'' شیو جیوتی کے لہجے میں چھپی کسک محسوس کرتا ہے۔ ''ان فرقہ پرستوں نے ہمارے دماغوں کے سکریو اتنی بری طرح کسے ہیں کہ بعض اوقات لگتا ہے، دماغ ہی کھسک گیا ہے۔ ہر وقت بے ہودہ کمپیوٹر بنے رہنا، لعنت ہے! اگلی بات یہ کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں بغیر سبز پٹیوں کی زعفرانی ساڑھی بھی نہ پہن پاؤں گی۔''

''ان کے مقابلے میں ہمارا ذہنی خناس تو کچھ بھی نہیں۔'' مینا اسے دلاسا دیتی ہے۔ ''ممبئی کے 1993ء کے فسادات کے دوران بعض افراد اپنی گاڑیاں لئے چوپاٹی کے ساحل پر جا پہنچے تھے اور اپنی ہیڈ لائٹس کی روشنی سمندر میں ڈال رہے تھے۔ وہ دراصل، سر پر منڈلاتے ایرانی حملے کو روکنا چاہ رہے تھے۔''

الفاظ، زیادہ الفاظ، لیکن ہر کسی دوسرے آدمی کی طرح، بلکہ شاید کسی بھی شخص سے زیادہ الفاظ اسے چاہئیں اگر اسے تاریخ سے اپنا تعلق برقرار رکھنا ہے...... شیو کی اپنے اسی عشق کی بنا پر ملامت کی جا رہی ہے جسے امر ''بڑی تصویر'' کا نام دیتا ہے۔ اور بڑی تصویر، ظاہر ہے زیادہ الفاظ کی ضرورت ہوگی۔ زیادہ بنت چاہیے ہوگی۔ لیکن اس روز بروز چھوٹے ہوتے ہوئے

کینوس پر کون سی بڑی تصویر پوری آ پائے گی؟ دنیا' عقل ودانائی کی پھیلتی لکیروں کا وسیع نقشہ' جو کبھی شیو کے پتا اسے خوش کرنے کے لئے پھیلایا کرتے تھے' غلط آب وہوا کی وجہ سے مسلسل سکڑتا جارہا ہے۔ ایک پورا براعظم یا ایک بڑا سمندر۔ اپنے گہرے رازوں کے ساتھ سمجھے جانے کا منتظر...... فتح کر کے' غلام بنالیا جاتا ہے' سدھالیا جاتا ہے۔ مناسب سائز میں مختصر کر ڈالا جاتا ہے۔ تاریخ اور اس کا پرت در پرت ماضی حال میں پیوست ہوتا ہوا' اپنے اختصار کے ہاتھوں' پہلے ماڈیول سائز میں سکڑتے ہیں اور اسباق کے کتابچے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور پھر یہ بھی نہیں رہتا۔ پیچھے صرف ایک تنہا' یتیم جوہر رہ جاتا ہے۔ علم کا ایک آرزدہ' ضعیف اور مفلس ذرہ۔ دنیا اور اس کے کثیر جہتی اسرار' ایک عام سے جھولے کے دامن میں پڑے مشتبہ کرداروں کی شکل میں سکڑتے جاتے ہیں: بزرگ بمقابلہ لیڈر' بزرگ بمقابلہ آدمی' سنہری دور بمقابلہ دور لاعلمی' ہندو بمقابلہ مسلمان' ہندو بمقابلہ عیسائی' ہندو مخالف' ہندو حامی' سیکولر' سوڈو سیکولر' خوش اخلاق ہندو' غضب ناک ہندو۔

اگر نظریات' افراد یا ماضی کی جان کاری کا ایک ہی طریقہ ہے تو پھر علم کی زحمت کیوں اٹھائی جائے؟ کیوں نہ باسو کی تجویز مان لی جائے' غیر مستعمل ہونے کی وجہ سے گلے سڑے دل ودماغ کو اٹھا کر پھینک دیا جائے؟

شیو کے دل ودماغ بدستور فعال ہیں لیکن خطرے میں گھرے' کسی جاندار کی طرح...... جس کی پناہ گاہ اس سے چھن چکی ہو...... وہ یقیناً گھبراہٹ اور دہشت کا شکار ہے۔ اس کا تباہ شدہ کمرہ' یہاں تک کہ اس کی یاد' اس کی تباہی کی تصوراتی یاد یہ سب باتیں...... اسے بتاتے ہیں کہ امیدیں...... یہ ظاہر کرنا کہ ایسا نہیں ہوا یا ایسا ہونا ممکن ہی نہیں تھا...... محض ایک واہمہ ہیں۔ یونیورسٹی میں شیو کا کمرہ کھنڈر بن کر رہ گیا ہے۔ ریزہ ریزہ شیشے' مٹی' سیمنٹ' لکڑی کی چھوٹی چھوٹی کھپچیاں' اس کی تباہ شدہ کتابوں اور فائلوں کی باقیات' ان سب کا ڈھیر' ایک انجانی شکل' جنونی لوگوں کی کھلی میراث' تاریخ کے وسیع دامن میں ایسی لاتعداد جگہیں ہیں جو تنگدلانہ اور وحشیانہ حملوں کے باعث' لوٹ کھسوٹ اور بدنامی کا شکار ہو کر' بالآخر ویران کھنڈرات کی شکل اختیار کر گئیں اور اب بھلا کیا فرق یا امتیاز محسوس ہو سکتا ہے' وجے نگر اور اپنی یونیورسٹی کے کمرے کے کھنڈرات کے مابین؟ شیو کا کمرہ' اگرچہ ایک چھوٹا سا شہر ہے...... دنیاوی مصالحت کا یہ شہر' اپنے عظیم یادگاری اجداد کے ساتھ جا کھڑا ہے۔ شاید اس کمرے کے دروازے پر پڑا تالا'

MashalBooks.org

داستان گو کھنڈرات کے متلاشی سیاحوں کے راستے کی اصل رکاوٹ بنا ہوا ہے۔“

MashalBooks.org

9

تین اکتوبر

سارا دن فون کی گھنٹیاں بجتی رہی ہیں۔ مینا فون سنتی رہی ہے۔ درمیانی عرصے میں خود فون کرتی اور جو کچھ سنتی رہی' وہ سب کچھ ان کو گوش گزار کرتی رہی ہے۔ گذشتہ رات یونیورسٹی سکیورٹی کے متعلق وی سی کے تازہ ترین ارشادات کے بعد ایسی صورت حال پیدا ہوگئی ہے جسے بقول مینا' ''کھلبلی'' کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ہر کام کے ساتھ کچھ مزید تفصیلات جمع ہوتی جاتی ہیں۔ کون سے کردار ہیں؟ انہوں نے کیا کیا؟ ہر آتی رپورٹ کے ساتھ داستان کی دلفریبی اور رنگینی بڑھتی جاتی ہے۔ چار کالوں کے بعد' مینا شیبو کو بتاتی ہے۔

''اس واقعے کو ہر صورت ہونا تھا۔ تمہارا منچ لیڈر رائٹ تری پاٹھی کیمپس کے بوائز ہوسٹل میں کل رات موجود تھا۔ ہمارے بعض لوگ احتجاج کرنے کے لئے وہاں جمع بھی ہوئے تھے۔ ہم ان فاشسٹ غنڈوں کو الٹا سیدھا پراپیگنڈہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ تاہم یہ پرامن دھرنا تھا یا کم از کم اس وقت تک پرامن رہا جب تک ان کے بدمعاشوں نے مشتعل ہو کر' ہوسٹل کے باہر کھڑی موٹر سائیکل کو جلا کر راکھ نہیں کر دیا۔ لگتا ہے انہوں نے ہمارے ایک طالب علم کو بھی زخمی کر دیا۔ اس کا بازو ہی توڑ ڈالا۔''

آٹھویں کال کے بعد' وہ بتاتی ہے۔ ''گفتگو شروع ہونے کے فوراً بعد ہی شرارت شروع ہوگئی۔ ہوسٹل کے باہر موجود نعرے لگاتی ہماری کچھ لڑکیوں کے بارے میں' ان کے بعض

MashalBooks.org

لڑکے نازیبا فقرے کس رہے تھے۔ ہمارے لڑکوں نے انہیں منع کیا اور وہ باز آنے کے بجائے پاگل پن پر اتر آئے۔اب ان کا کہنا ہے کہ یہ سب سیکولر غنڈہ گردی تھی۔''

دسویں کال کے بعد مینا بتاتی ہے۔''وہ انکوائری کمیٹی تشکیل دے رہے ہیں' شرط لگا لو۔ اس میں سارے فنڈوز اور بدمعاش شامل ہوں گے! پولیس پہلے ہی ہمارے چار لڑکے پکڑ کر لے گئی تھی انہیں بعد میں وارننگ دے کو چھوڑ دیا گیا۔شیو! ذرا یہ اخبارات مجھے دینا۔ میں تمام آراء دیکھنا چاہتی ہوں۔''

شیو خود کو جاپانی فلم شومون (Rashomon) یا کسی فنکارانہ انداز میں بنائی گئی' ایسی فلم میں محسوس کرتا ہے' جہاں تمام کی تمام سچائی جان بوجھ کر تشکیک کے پردے میں چھپی رہتی ہے۔ جہاں سچائی کی شباہت کے قریب بھی .... ایک ہی کہانی کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے' مختلف لوگوں کی زبانی سن کر' بڑی محنت اور تکلیف کے ساتھ اکٹھے کر کے' انہیں جوڑ کر..........غرض بڑے آڑے ترچھے طریقے سے پہنچا جا سکتا ہے۔مثال کے طور پر:

دوسرا رخ (یا وہ لوگ): اب یہ لوگ اظہار رائے کو بھی دبانے پر اتر آئے ہیں۔ سیکولر بنیاد پرستوں اور حقوق نسواں کے کارکنوں کے طوفانی دستے خود کو معصوم ظاہر کر رہے ہیں۔ یہ بناوٹی لوگ آزادیٔ اظہار کی باتیں زبانی تو بہت کرتے ہیں لیکن ہوسٹل کے باہر جمع ہو کر' انہوں نے زبردستی ہوسٹل کے اندر جانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہماری سمت (یا ہمارے لوگ): منچ کے حامی لڑکے' جو ہماری لڑکیوں کو تنگ کر رہے تھے' کے این یو کے طالب علم ہی نہیں ہیں۔ یہ تری پاٹھی کے ساتھ آئے تھے اور ہمارے طلبہ کو بھڑکانے کی کوشش کر رہے تھے۔

وہ لوگ: ہم اپنی تقریب کیوں خراب کریں گے؟ بعض کمیونسٹ لڑکیاں جان بوجھ کر جذبات بھڑکانے والا لباس پہنے ہوئے تھیں۔انہوں نے فحش نعرے بھی لگائے۔اور یہ بالکل غلط ہے کہ تری پاٹھی کی تقریر کے دوران کسی طالب علم کا ہاتھ بھی ٹوٹ گیا تھا۔۔ یہ محض سیکولر پراپیگنڈا ہے۔اس طالب علم کا ہاتھ' دو ہفتے پہلے ایک حادثے کے دوران ٹوٹا تھا۔

ہمارے لوگ:''بعض بورژوا اخبارات تک نے ہمارے نقطہ نظر کی تائید کی ہے۔گذشتہ رات کیمپس میں موجود ایک رپورٹر نے خود دیکھا کہ ان کے بعض لڑکوں نے ایک موٹر سائیکل کو آگ لگائی تھی۔''

شام کو منچ ایک پریس ریلیز جاری کرتا ہے: ''ہم کے این یو میں سیکولر بنیاد پرستوں کی ان کارروائیوں کی شدید مذمت کرتے ہیں' جوانہوں نے ہمارے محترم لیڈر شری اننت تری پاٹھی کی طلبہ کے ساتھ پر امن اور با مقصد بات چیت کو روکنے کے لئے کیں۔ ہندو دشمنی' مطلق العنانیت اور افواہ سازی کا ان کا نظریہ اب کوئی راز نہیں رہا۔''

مینا نچلی منزل میں امر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ' ہاتھ نہ آنے والے ممکنہ حقائق کو اکٹھا کرنے کے سلسلے میں انتہائی کارآمد گفتگو میں لگی ہوئی ہے اسی لئے شیو کا کمرے سے چپ چاپ باہر نکلنا کسی کو بھی محسوس نہیں ہوتا۔ باہر' دور خاصلے فاصلے پر ایک یا دو لائٹوں کی ٹمٹماتی روشنی ہے۔ دن اور رات کے باہم بغل گیر ہونے کا وقت' اس دوران چیزیں ہمیشہ ایسی نہیں ہوتیں جیسی دکھائی دیتی ہیں۔ آدھی روشنی' آدھی تاریکی' ایسے میں یہ یقین کرنا مشکل نہیں کہ باغیچے میں' خواب اور خوف دونوں طرح کے بے پناہ اسرار پنہاں ہیں۔ اس ایکٹ میں گرفتار ہو جانے کے شدید خوف میں مبتلا شیو' محض تجرباتی طور پر' ریکھا کے پرسوں کہے ہوئے الفاظ کو ذہن میں لاتا ہے۔

نام و نہاد فیکلٹی میٹنگ میں آریا کے عالی شان کردار کے متعلق ریکھا کو کچھ معلوم نہیں لیکن اسے شیو کے کمرے میں توڑ پھوڑ کیے جانے کا بخوبی علم ہے۔ گذشتہ دنوں اس نے کئی بار ٹیلی فون کیا ہے۔ یہ اور بات کہ ان کی زیادہ تر گفتگو شیو کے ارد گرد موجود شور شرابے کی نذر ہوتی رہی لیکن ایک کال ذرا مختلف تھی۔ ریکھا کی آواز میں لمحاتی لڑکھڑاہٹ سی لگی۔ گو اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔ تاہم شیو ہکا بکا رہ گیا: کیا دوسری جانب اس کی جانی پہچانی ریکھا ہی تھی۔ مضبوط اعصاب اور ہموار لب و لہجے والی؟

''مجھے پتہ ہے تم آسانی سے ہار نہیں مانتے۔'' یہ بات نہیں کہ میں اصول کو نظر انداز کر رہی ہوں۔ لیکن ایسے موقع پر اور ایسے لوگوں کے ساتھ مثالیت پسندی!'' اس کی آواز بھرا گئی۔ پھر وہ ہلکی سی سرگوشی میں بولی۔'' یہ نہ بھولو' تمہارا واسطہ ایسے بے ہودہ لوگوں سے ہے جنہوں نے' برسوں کی کوششوں کے بعد' بالآخر مسجدوں اور چرچوں تک کو گرا ڈالا۔ انہوں نے تو فسادات تک کرا ڈالے۔ خدا کے لیے سمجھو' یہ چھوٹی موٹی ہنگامہ آرائی ان کے لیے کیا معنی رکھتی ہے؟ اور اب تو وہ بہت مضبوط اور طاقتور بھی ہو گئے ہیں۔ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ شیو' تم

MashalBooks.org

کیوں نہیں سمجھتے' میں بہت خوف زدہ ہوں۔''

اور آخر میں شیو کو' اسے پرسکون کرنے کا اپنے انجانا کردار ادا کرنا پڑا' وہ احتجاج کر رہا تھا کہ وہ بلاوجہ بدترین صورت اپنے تصور میں لئے بیٹھی ہے۔ آج صبح جب اس نے ریکھا کو فون کیا تو وہ حسب معمول ہشاش بشاش تھی۔ کسی اندرونی چیز نے اسے مجبور کیا کہ وہ اسے یوں ظاہر کرے جیسے ریکھا نے کبھی اپنی کسی کمزوری کو بھی ظاہر نہیں کیا۔ یہی ایک طریقہ ہے اسے بچانے کا' کسی بھی لمحاتی کمزوری یا اس کے اندیشے سے۔

لیکن اس وقت جھٹ پٹے کے ملگجے اندھیرے اور ہچکچاتے دودھیا چاند کی چمکتی کرنوں کے درمیان' تنہا بیٹھے' شیو کا ذہن دوبارہ اسی کال کی جانب پلٹ جاتا ہے۔ کوئی زیادہ گفتگو نہیں ہوئی۔ بہرحال جو کچھ بھی کہا گیا (اور جو نہیں کہا جا سکا) اس نے اسے سمجھا دیا کہ وہ ریکھا کو اور ریکھا اسے خوب سمجھتی ہے۔ زبان اجنبی ذائقے کو سمجھنے اور گرے ہوئے دانت کی خالی جگہوں کو محسوس کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ شیو اس وقت وہی زبان ہے۔ وہ بار بار ریکھا کے الفاظ' اس کے غیر یقینی اور خوش آمدانہ لہجے کو ذہن میں لاتا ہے۔ اس کے خوف زدہ لہجے میں ایک اچھوتا پن ہے۔ شاید اس سچائی کا کہ وہ اتنی ہی خوف زدہ ہے جتنا کہ وہ خود یا وہ دونوں مساوی طور پر غیر محفوظ ہیں یا وہ یہ باتیں اس کے ساتھ شیئر کرنا چاہتی ہے۔ وہ اس ریکھا کے تحفظ کے لئے عجیب سے محسوسات رکھتا ہے' جس نے کم از کم اس کال کے دوران یہ تسلیم کیا ہے کہ ہمیشہ کسی خاص مقصد سے دراندازی نہیں کرتی جیسے اس وقت دن کی چکا چوند روشنی میں وہ اس کے پاس آ گئی۔

پھر بھی شیو کا اعتماد متزلزل ہے۔ وہ کسی بھی طرح ریکھا سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اندیشے اور وسوسے غلط ہیں وہ یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ ان نامعلوم ٹیلی فونوں کے درمیان ایک ایسا ٹیلی فون کرنے والا بھی تھا جسے پتہ ہے کہ اس کی بیوی اور بیٹی بھی ہیں اور وہ اس وقت سیاٹل میں ہیں .... اور یہ کہ غیر فطری آواز نے اسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ان میں سے کوئی بھی ان کی پہنچ سے دور نہیں۔ خصوصاً' امریکہ میں وہاں تو ان کے بے پناہ ''دوست'' ہیں'

اگر ریکھا بھی خطرات میں گھری ہے تو وہ آگے آنے والی نامعلوم دنیا سے کس برتے پر بات چیت کرے گا وہ اپنے پتا' محض ایک روح سے............ رابطہ کرے کہ وہ اسے گائیڈ

مینا کے کمرے سے آتی حرارت بخش روشنی، ایک محفوظ مگر مشتبہ حصار کی جانب، شیو کو کھینچنا چاہ رہی ہے۔ وہ اٹھ کر اندر عمارت میں آجاتا ہے مگر مینا کے کمرے کی جانب بڑھنے کی بجائے اوپر منزل کی طرف چل دیتا ہے، اپنی میز کی سمت۔ اسے وسطی عہد کے وجے نگر کے راجواڑے پر اپنے نئے سبق کو مکمل کرنے کی دوبارہ کوشش کرنی چاہیے۔ ایک ٹیچر اور کر بھی کیا سکتا ہے؟ اور دوسرے کون سے ہتھیار اس کے ہاتھ آسکتے ہیں؟

وہ میز پر منتظر سبق کے مختلف نوٹس کی جانب اپنی توجہ زبردستی مبذول کرنا چاہتا ہے لیکن یہ وہ سبق ہے جسے اسے بہت سے بہت سے لوگوں، بہت سے اجنبیوں، بہت سی حیوانی نگاہوں کی نظروں میں رہ کر لکھنا ہے۔ وہ باسو کے حوصلہ آمیز الفاظ یاد کرتا ہے: مجھے لنگڑا کر دیجیے پتا و تا کہ میں ادھر ادھر نہ جاسکوں۔ مجھے اندھا کر دیجئے پتا جی، تاکہ میں کسی اور چیز کو نہ دیکھ سکوں۔ مجھے بہرا کر دیجیے پتا شری تا کہ میں کچھ اور نہ سن سکوں۔

شیو کے اپنے پتا، ان کی پیاری آتما کی چمکتی شکل ظاہر ہوتی ہے۔ ان کے ہیولے جیسے چہرے پر رضامندی کی روشنی دکھائی دیتی ہے، ہمیشہ کی طرح، جب بھی شیو قلم کو کاغذ پر چلانے کی جدوجہد کر رہا ہوتا ہے۔

لیکن شیو کو مستقبل قریب کے اخبارات کے تراشے، تند و تیز حروف کی قطاریں بھی اپنی آنکھوں کے آگے پھیلے موٹے پردوں کی طرح لٹکے دکھائی دیتی ہیں۔ وہ ان حروف سے الفاظ واضح اور صاف شفاف الفاظ بنتے اور ابھرتے دیکھتا ہے۔۔ وہ زوردار آواز میں موجودہ مذہبی نظریات سے متصادم۔ ماضی کے کسی بھی تصور کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔ وہ اپنے کمرے میں پناہ گزین، ان نام ونہاد ثقافتی پہرے داروں کے انٹرویوز سن سکتا ہے: پروفیسر مورتی نے تاریخی حقیقت کو مسخ کیا ہے۔ اس نے وجے نگر کی مثالی ہندو سلطنت کی شان و شوکت کو دھندلا دیا ہے۔ اس نے وجے نگر شہر کی تباہی و بربادی میں مسلمانوں کے کردار کو کم کر کے پیش کیا ہے۔

شیو ان نام ونہاد ثقافتی پہرے داروں کی آوازوں سے توجہ ہٹا لیتا ہے لیکن اب اسے شعبے کے سربراہ کی کرخت، شکایت آمیز آواز سنائی دیتی ہے۔ ''سبق سے متعلق حقائق

کیا ہیں؟ ایک' وجے نگر ایک عظیم ہندو ریاست تھی۔ چاہو تو اسے ہندو ماضی اور ورثے کا اوج کمال بھی کہہ سکتے ہو۔ دو: اسے میدان جنگ میں شکست ہوگئی اور مسلمان بادشاہوں نے عظیم شہر کو تباہ و برباد کرڈالا۔ ان سیدھے سادھے حقائق تک ہی کیوں نہ رہا جائے؟''

سربراہ سے نفرت و کراہیت کے باوجود شیو کے پیٹ میں بل سے اٹھنے لگتے ہیں۔ کیا اس طرح تاریخ مرتب کرنا یا کوئی بھی چیز لکھنا ممکن ہے کہ آپ اپنے آقاؤں کے اعترافات اور ان کے ہوس ناک احساسات کے متعلق پریشان ہونا شروع کردیں؟ شیو قلم نیچے رکھ دیتا ہے اور انتظار کرنے لگتا ہے۔ وہ اپنے نوٹس دیکھنے کی بجائے ہمپی (hampi) سے متعلق اپنی یادیں کریدنے لگتا ہے۔

وجے نگر' پتھروں اور چٹانوں میں بکھری داستان' اب ہمپی کھنڈرات کا ایک حصہ ہے۔ شیو نے 1996 میں ہمپی کھنڈرات کا دورہ کیا تھا اور سیاحوں کی تمام ممکنہ یادداشتیں پڑھنے کے باوجود وہ کھنڈرات میں ہمپی کا پھیلاؤ دیکھ کر ششدر رہ گیا تھا۔ ہمپی کے جدید سیاح شیو کی منتظر وجے نگر کی کہانیاں صرف لطیفوں ہی میں نہیں بلکہ پتھروں میں بھی متشکل کی گئی تھیں۔ ان کے پلاٹ تاریخ اور داستان کی ملی جلی نسبت سے ابھارے گئے تھے۔ دیوتاؤں کے معرکے' افسانوی ہیرو اور ہیروئنیں اور تاریخ میں موجود ان کے ساتھیوں کے کردار۔ شیو کی توجہ پتھروں پر بنائے' ابھارے گئے اور تجسیم شدہ متنوع مظاہر کی طرف مبذول کردیتے۔ فتح و کامرانی کا احساس ہر جگہ پھیلا دیا گیا تھا۔ نرسہا کا شاندار شیر نما آدمی کا شاہانہ تصور' آنکھ کے راستے ذہن میں گھستا چلا جاتا ہے۔ ایسی لازوال خصوصیات کا عظیم الشان مظہر کہ اس کے پجاری راجے وہ خصوصیات اپنے اندر بھی پیدا کرنے کے خواہاں رہتے یا ایک اور افسانوی کردار یالی: شیر' ہاتھی اور گھوڑے کا ایک خوف انگیز امتزاج۔

ہمپی۔ وسطی زمانے کے ہندوستان میں ہندو ریاست وجے نگر کی بساط۔ ہندو طاقت وسطوت کا شاندار اظہار دارالحکومت' راجواڑے کا بنیادی تعمیراتی حسن' فاتحانہ جاہ وجلال کا نشان' خوبصورت محرابیں' نہریں' بارونق بازار' تجارت' سڑکیں' محلات' وسیع وعریض مندروں کا جال' پتھروں اور چٹانوں سے تراشے گئے بلاکس۔ غرض ہر شے کی سطوت وجرأت کا اظہار اس طرح کیا گیا ہے کہ اس کا عام شہری اول تو دھیان میں ہی نہ آئے اور آئے بھی تو کسی بونے قد کاٹھ کے ساتھ۔ لگتا ہے اس شہر کو بسانے کا مقصد محض اپنی شیخی خوری کا اظہار تھا یا

MashalBooks.org

شاید اپنے ہی عوام پر دہشت مسلط کرنا۔ بہرحال اس کی بناوٹ' دوسرے تمام عالی شان شہروں کی طرح' مفلوک الحال انسانوں کے خون' پسینے سے بھری شہانہ روز محنت پر ہی رکھی گئی تھی۔ یہ اور بات کہ ظالم زمانے نے ان کا نام ونشان تک نہیں چھوڑا۔ جاہ وجلال اور بے محابہ طاقت کے حصول کی شخصی خواہش' جبر اور تشدد کے تصور کے بغیر کہاں حقیقت بن سکتی ہے۔ قلعے کے پیچھے حیرت انگیز شہر اور محلات کے نظارے' شاعری' قصیدے' پس ماندگی' آگ اور خون کے دریا' انتقام' قتل عام' شہنشاہی جاہ وجلال میدان کارزار کی صورت حال سے خاصا لگا کھاتے ہیں۔ پھر زوال کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہو کر کھنڈر بن جاتے ہیں۔

یہ ہے وہ بڑا منظر نامہ' تصورات اور اس سے میل کھاتی یادیں' جنہیں ایک مورخ' اس جگہ کی سیاحی کے دوران حاصل کر سکتا ہے۔

لیکن شیو کو ہمپی میں گزری وہ آخری شام بھی یاد ہے جب وہ آٹو رکشہ میں اس پہاڑی پر گیا تھا جہاں سے دریا اور وٹل مندر دکھائی دیتا ہے۔ رکشا کراہتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور بالآخر' کسی خرابی کی وجہ سے' راستے ہی میں رک گیا۔ دکن کے سلطانوں میں سے کسی ایک کا ہم نام' ڈرائیور سبحان شیو کے ساتھ چٹانوں پر چڑھنے لگا۔ سبحان نے شیو کو اپنے اس قرضے کے بارے میں بتایا جو اس نے رکشا خریدنے کے لیے لیا تھا' پھر اپنی تین بچیوں کے متعلق بتانے لگا جن کی عمریں دو سے چار برس کے درمیان تھیں۔ اسی اثنا میں اس نے چھوٹے چھوٹے پتھروں سے بنے دروازوں کی طرف اشارہ کیا: ایسے جوڑے جو خود کو دنیا سے چھپانا چاہتے ہیں' سبحان نے کہا۔ ''یہاں دو پتھر لمبائی کے رخ کھڑے کرتے ہیں اور تیسرا پتھر ان کے اوپر رکھ کر چھت بنا لیتے ہیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد' وہ چھت کا پتھر اتار دیتے ہیں اور جاتے ہوئے' اپنے پیچھے ایک چھوٹا سا کھنڈر چھوڑ جاتے ہیں۔''

شیو اس نوجوان سبحان کے ساتھ بیٹھا' نگاہوں کے سامنے پھیلے کھنڈر دیکھتا رہتا ہے۔ سورج تقریباً غروب ہو چکا ہے۔ سنگلاخ چٹانیں اور ان پر بکھرے پتھر پھیلتی تاریکی میں انجان خدشات کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے عالم میں سبحان بے ساختہ کہہ بیٹھتا ہے۔ ''یہ سب بہت خوبصورت رہا ہوگا' انہیں اسے تباہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''انہیں'' سے اس کی مراد مسلمانوں سے تھی' اس کے اپنے آباؤ اجداد سے' جن کے بارے میں اسے اچھی طرح یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اس کا تعلق انہی سے ہے اور وہ شیو سے

معذرت طلب کر رہا تھا۔ کیونکہ شیوؔ اس کی نگاہ میں، ہندو فرقہ کا نمائندہ تھا۔ شیو کا نام اور ان داستانوں کے بارے میں اس کا علم، جو اس نے دن کی روشنی میں نرسہا اور گنیش کے مجسمے دیکھ کر سجان کو بتایا تھا۔ شیو کو افسانوی ہندو ماضی کا سچا رکھوالا ظاہر کرنے کے لئے کافی تھا۔ دوبارہ مرتب کیا گیا ماضی، اپنی تمام شان وشوکت اور غیر ملکی حملہ آوروں کے ہاتھوں اس کی تباہی و بربادی کے دونوں پہلو بیک وقت اجاگر کرتا ہے۔

اچانک شیو کی تمام تعلیم، علمی تربیت، تاریخ کی بطور سماجی علم کے ساری جان کاری، ان کے گرد پھیلے تاریک ماحول میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ وہ برہنہ اور غیر محفوظ ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ بھول گیا کہ درحقیقت وہ ہے کون: پچھلے پچاس سالوں کی ساری اجتماعی ترقی اور نشوونما لمحے بھر میں اس کے وجود سے علیحدہ ہو گئی۔ یوں لگا جیسے موجودہ تاریخ، اس کے پتا کے دور کی حالیہ تاریخ، اس کی اپنی تاریخ کبھی واقع ہی نہیں ہوئی تھی۔ جیسے گاندھی، نہرو، امبید کر، بوس اور حالیہ ماضی کے بہت سے گمنام ہیرو کبھی عالم وجود میں ہی نہیں آئے تھے۔ شاید وہ لوگ کسی اجتماعی تخیل کاری کے نتیجے میں پیدا شدہ رزمیہ کے ہیرو تھے۔

اور شیو کے پتا: کیا ان کی گم شدہ اور آوارہ آتما شیو اور سجان کے پیچھے کھڑی تھی، اپنی بے زبان ان کہی رنجیدگی، سوال اور چیلنج کے ساتھ؟ شیو ان کا سوال بخوبی سن سکتا تھا، نیا ولولہ دینے والا سوال: اپنے جوانوں اور بچوں کے ذہنوں کو کس طرح کا ملک زہر آلود کرتا ہے؟ اور کیا آزادی کی جنگ ہم نے اس لیے لڑی تھی کہ اس شکستہ اور مفلوک الحال گھر کو ہمیشہ تقسیم کرتے رہیں؟

شیو شدید بے چینی کے عالم میں کھڑا ہوتا ہے، رکتا ہے۔ وہ ہر جانب سے بری طرح گھر گیا ہے۔ اگر وہ نیچے جاتا ہے تو امر اور بینا کی منظم ہوتی فوج میں ممکنہ جنگ کے لئے، اسے اپنا نام شامل کرانا پڑے گا۔ اور اگر وہ اوپری منزل میں، اپنی میز پر ہی رہتا ہے تو اسے چار صدی سے زیادہ بیتے زمانے میں موجود وجے نگر سے، 1996ء میں دیکھے ہوئے ہمپی کو بالکل علیحدہ کر کے، ایک سبق لکھنا پڑے گا۔

وہ قلم ایک طرف رکھ کر، کھڑکی سے باہر نگاہ دوڑاتا ہے۔ چاند ایک بدلی کے پیچھے جا چھپا ہے۔ رات اتنی تیرہ وتاریک لگ رہی ہے کہ ستاروں کا سرے سے تصور ہی محال ہے۔

MashalBooks.org

آسمان اپنی تمام تر ناقابل فہم پنہائیوں کے ساتھ' شیو سے قطعی لاتعلق زمین پر لٹکا ہوا ہے۔ وہ کھڑکی سے ہٹ جاتا ہے۔ وہ وجے نگر کے شہر کے بارے میں کیسے لکھے؟ اس کی عظمت اور شان وشوکت پر یا اس کی زوال پذیری پر۔ جیسے یہ سب کچھ ایک محفوظ خلا میں موجود ہے۔ جیسے باسوا اور اس کا ہال' شیو کی یونیورسٹی اور اس کا تاریخ کا شعبہ اس کے بن بلائے مہمان نہیں ہیں۔ شیو کو ہمپی میں ملنے والے آٹو رکشا ڈرائیور کی یاد آتی ہے۔ وہ اس کی وضاحت سن کر حیرت زدہ رہ گیا تھا کہ وہ دونوں دو مختلف اطراف سے تعلق نہیں رکھتے' سارا دن دوستوں کی طرح ہنسی مذاق کرنے والے ڈرائیور کو' شیو کے معتدل نظریے کی جان کاری کے بعد مشتبہ اور بےچین خاموشی نے آگھیرا تھا۔ ایک جانب ہمپی کے رکشا ڈرائیور کی یہ اذیت انگیز یاد ہے۔ وہ ناکردہ غلطی کا غیرضروری بوجھ برداشت کرنے اور ماضی میں بپا ہونے والی جنگ کا جس کے بارے میں اسے کچھ بھی معلوم نہیں۔ حصہ بننے کے لئے تیار بیٹھا ہے اور دوسری جانب' خود شیو کا منچ ہے۔ باسو کے افسانوی کردار پر تکرار آمیز دعووں کے ہمراہ حالانکہ انہیں نہ اس کا علم اور نہ اس کے زمانے کا' وہ ہر اس چیز کے حامی ہیں جن کے خلاف باسوا اپنے آخری سانس تک نبرد آزما رہا۔ شیو سرد آہ بھرتا ہے۔ کیا یہاں کوئی ایسا ربط ہے جو اسے نہیں مل پا رہا؟

شیو یقیناً یہ ماننا چاہے گا کہ باسو ہی تو 1168ء اور 2000ء کے درمیان ایک رابطہ ہے لیکن لگتا یہ ہے جیسے اس غیر مقلد رہنما کے بجائے تعصب اور نفرت پھیلانے والے لوگ ہی اصلی رابطہ ہیں۔ وہی لوگ اور گروہ جو صدیوں کا فاصلہ بیچ میں ہونے کے باوجود' دونوں زمانوں میں موجود رہے ہیں۔ جیسے شیو کے تاریخ مخالف منچ نے اسے اس کی دنیا سے اکھاڑ پھینکا ہے اور ریزہ ریزہ بکھری تاریخ کو دوبارہ اکٹھا کرنے اور جوڑنے کا چیلنج دیا ہے' اسی طرح باسو کے منچ نے اس کے شہر کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ مسلسل متشددانہ اور انتقامی کارروائیوں نے مزاحمت کو جنم دیا۔ مندروں کے لئے ٹیکس بڑھا دیئے گئے۔ تاجروں کو ہراساں کیا گیا۔ وہ ہڑتالیں برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ گلیاں اور بازار غیر محفوظ ہو گئے اور پھر مزید ٹیکس اور جس لمحے انتقامی کارروائی اس حد تک آ گئی کہ محکوم پھر سے آداب غلامی سیکھیں تو دھوبی اور نائی کیا' طوائفیں تک ریاست کی خطرناک دشمن بن گئیں۔ باسو کے پیروکار مرد اور عورتیں شہر چھوڑ چھوڑ کر جانے لگے۔ شہر میں جو رہ گئے' وہ ہڑتال پر تھے۔ منافع بخش تجارت کا مرکز' باسو کی تحریک کا گہوارا' کلیان اب پہچانا تک نہیں جاتا تھا۔ اسے تاخت و تاراج کر دیا گیا۔ اور اس کا سنہری

دوراتھاہ تاریکی میں گم ہوگیا۔ سورج چھپنے کے بعد' سڑکوں اورگلیوں میں چراغ روشن ہونا ختم ہوگئے لیکن شعلوں نے شہر کے ہر حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اوراب ہر طرف صرف دھواں پھیلا تھا۔ اس کے متحرک اعضاء' نچلی ذات والے اوراچھوت بھی اسی آگ میں بھسم ہوگئے۔

اور مشاہدات کا ہال' باسو کا عظیم جمہوری تجربہ' جس سے بہت سے نچلی ذات والوں اور اچھوتوں کو آواز ملی تھی۔ دوبارہ اس طرح کبھی نہ بس سکا' نہ اس میں پھر خوشی کا اظہار ہوا اور نہ احتجاجی نعروں کی گونج اٹھی۔ یہ تبدیلی باسو کے لئے بھی تکلیف دہ رہی ہوگی۔ کیا اسے کبھی یہ منحوس خیال آیا ہوگا کہ بدترین وقت تو اب شروع ہوا ہے۔ پھر باسو کے سبھا ہال کا کیا ہوا؟ کتابیں اس کے انجام کے متعلق کچھ نہیں بتاتیں۔ اپنے اوپر بیتی غنڈہ گردی کے حوالے سے' شیو کے ذہن میں رہنمائی کے لئے کچھ نکات بہرحال موجود ہیں۔ آخری عشرے میں مساجد اور گرجاؤں کی بے حرمتی کی گئی۔ انہیں جلایا گیا اور مسمار کردیا گیا اور بالکل ہی قریب کے زمانے میں' اس کے گھر کے بالکل قریب' یونیورسٹی میں اس کا چھوٹا سا کمرہ توڑ پھوڑ ڈالا گیا۔ ہم عصر جنگی معمولات یقیناً یہ سب اسی معاملے کا حصہ ہیں۔ یقیناً یہ سب وقوعے کے مختلف ٹکڑوں کو مجتمع کرنے میں اس کی مدد بھی کرسکتے ہیں؟

بستر پر لیٹنے اور خوابوں کی دہلیز پر اترنے کے بعد ہی' شیو کو ایک یا دو تصویروں کی .... پرتیں کھلتی دکھائی دیتی ہیں۔ شاید اس کے خوف کو مہمیز دیتی ہوئی یا پھر شاید اسے صحیح راستہ دکھاتی ہوئی۔ یہ ایسی تصویر نہیں ہے کہ جسے وہ خود سے علیحدہ اور باہر کی کوئی شے سمجھ کر دیکھ سکے بلکہ وہ ایسا دورانیہ ہے جس میں وہ پھسل گیا ہے' ایک ایسا لمحہ جس میں ماضی اور حال کے درمیان پڑا پردہ اپنی تیرگی کو کچھ ہلکا کردیتا ہے۔

ایک تصور ذہن میں ابھرتا ہے اور پھر ان کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ شیو ایک جگہ کھڑا ہے' غالباً کوئی پلے گراؤنڈ ہے' کیمپس کا ایک ایسا حصہ' جہاں وہ پہلے کبھی نہیں گیا۔ رات کا وقت نہیں ہے پھر بھی اندھیرا سا لگتا ہے یا شاید اندھیرا کردیا گیا ہے۔ جیسے آسمان سورج گرہن کی زد میں ہو۔ شیو ترچھی نگاہ سے آسمان کا منظر اپنی آنکھوں میں سمونے کی کوشش کرتا ہے۔

کتنی عجیب بات ہے' وہ سوچتا ہے' دور نظر آتی عمارت کتنی تنہا لگ رہی ہے۔ تنہا کھڑے کسی مغرور یتیم کی طرح۔ بہت مضبوط لیکن خالی دکھائی دیتی ہے۔ اس کا

MashalBooks.org

ابھرا ہوا پرانا گنبد خمیدہ کمر لیے فن کی پشت پر سوار ہے۔ شیو' پلکیں جھپکائے بغیر' اس عمارت کو تکتا ہے۔ اس عمارت کی تنہائی تیرتی ہوئی اس کے جسم کے اندر اترتی محسوس ہوتی ہے' کسی گہری اور ناخوشگوار دھند کی طرح۔ لیکن یہ دھند نہیں' دھواں ہے۔ اس کی نگاہیں افق سے اور اس عمارت سے ہٹ کر واپس آ جاتی ہیں اور ہاں' اندھیرا بھی نہیں ہے اور وہ اکیلا بھی نہیں۔ اسے دوڑتے قدموں کی بیشمار آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ کوئی اسے ایک طرف دھکیل دیتا ہے اور آگے بھاگتا چلا جاتا ہے۔ پھر اور بہت سے دوڑتے قدموں کی آوازیں۔ قدموں میں بازو اور سر اگنے لگتے ہیں۔ ایسے ہی سر میں سے ایک جانی پہچانی آواز اسے سنائی دیتی ہے۔ وہ مڑتا ہے اور تیزی سے آریا کو دیکھتا ہے۔

آریا کا چہرہ جوش وخروش سے لال گلال ہے اور جسم پسینے سے تر بتر: ''یہاں' تمہیں ان میں سے اس کی ضرورت ہوگی۔'' وہ کہتا ہے اور شیو کے ہاتھ میں کدال تھما دیتا ہے''لیکن کس لئے؟'' شیو اس سے پوچھتا ہے۔ آریا اس سے کیا چاہتا ہے؟

''حکم کا انتظار کرو۔'' آریا بھونکتا ہے۔

''کیسا حکم؟''

''سگنل' احمق!'' آریا ہانپتے ہوئے' کسی بلڈ ہاؤنڈ کی طرح بھاگتے ہوئے کہتا ہے۔

اب شیو اس عمارت کے قریب آ گیا ہے' اگرچہ وہ قربت کو صرف محسوس کر سکتا ہے۔ جسموں کا ایک تنگ سا دائرہ اسے محسوس ہوتا ہے۔ کسی عمارت یا وجود کے گرد اچھی طرح لپٹے ہوئے کپڑے کی طرح کا۔ وہ لرزتا ہے اور رک جاتا ہے۔ میدان کو دیکھتا ہے۔ یہ میدان میں بکھرے رسی کے ڈھیر کس لئے ہیں؟ اور یہ لوہے کے راڈ' ہتھوڑے اور کلہاڑیاں؟

لیکن جب وہ نگاہ اوپر اٹھاتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ ان سب چیزوں کا کوئی انچارج بھی ہے۔ اس کے شعبے کا سربراہ یہاں ہے۔ اور اسے پتہ ہے کہ یہ اشیاء یہاں کیوں ہیں۔ وہ چیزیں تقسیم کر رہا ہے۔ بڑے مناسب اور منظم طریقے سے ہر ہاتھ میں ایک حصہ۔ سربراہ شیو کو گھبراہٹ اور بے یقینی کے عالم میں کھڑا دیکھتا ہے تو اس کے چہرے پر ایک رحم دلانہ سی مسکراہٹ ابھرتی ہے: ''تمہیں پتہ ہے کہ تیل چھڑکنا' ہڑبونگ مچانا' لکڑی اور آگ کو اکٹھا کر دینا کتنا آسان ہے؟'' وہ شیو سے پوچھتا ہے۔ ''کتنا آسان ہے ماچس کی تیلی لگانا؟''

شیو ہاتھ میں پکڑی کدال پھینک کر' وہاں سے بھاگ لیتا ہے۔ وہ اسی رخ پر دوڑتا

جاتا ہے، جس سمت آریا گیا تھا۔ چمکیلے زرد اور گیروے کپڑوں، جھنڈوں اور بینروں کے جمگھٹے کی سمت۔ اب وہ مجمعے کے عین وسط میں پہنچ چکا ہے۔ اتنی بھاری اور دبیز فوج کے بیچ میں، جہاں اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ وہ صرف سن سکتا ہے، مجمع میں، کسی جگہ سے مسلسل آوازیں بلند ہو رہی ہیں کہ مجمع کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ ہجوم کا غیض وغضب ہر گھڑی بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ متعدد اعضاء والے ایک دیو قامت جسم کو ہر پل ہلائے جا رہا ہے۔ شیو اس عظیم الجثہ وجود کی حرارت اپنے اردگرد بھی محسوس کرتا ہے۔ پھر ایک چنگھاڑتی آواز ماحول میں بکھرتی ہے۔ ''اگلے دستوں کے پیچھے چلو۔''

اور مجمع تند و تیز بھوکے سمندر کی طرح، نعرے مارتا، چیختا چلاتا آگے کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

شیو اس عفریت کے پیٹ میں سے باہر، اپنا راستہ بنانے کے لیے، نوچتا کھسوٹتا، دانت کچکچاتا، دھکے مارتا ہوا مرکھنے بیل کی طرح آگے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خود کو کھلی فضا میں محسوس کرتا ہے۔ مجمع اسے پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ اب وہ سانس لے سکتا ہے، یہ اور بات کہ وہ جو کچھ بھی منہ میں لے رہا ہے، اسے بدمزہ اور بیکار لگتا ہے۔ اسے مینن کو ڈھونڈنا چاہیے۔ وہ سوچتا ہے اور جادو کی طرح، واقعی مینن اسے ہمیشہ کی طرح جھاڑیوں کی سمت سے تاکتا دکھائی دیتا ہے۔ ریکھا اور مینا بھی اس کے ساتھ ہوں گی۔ شیو لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔

لیکن وہاں پہنچنے سے پہلے اسے، پتاجی اس کی جانب بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ شیو پیچھے کو ہٹتا ہے لیکن ڈھانچہ اس کے قریب آ جاتا ہے۔ اب وہ چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ ایک مصنوعی کھوپڑی کا سا، لیکن اس کی سانس محسوس کر سکتا ہے۔ شیو پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے، آگ اور دھوئیں کے اڑتے مرغولوں کے درمیان، اسے درجن بھر لوگ عمارت کی چھت پر راڈز اور جھنڈے برق رفتاری سے ہلاتے دکھائی دیتے ہیں اور پھر اس کا گنبد نیچے آ گرتا ہے۔ اس کا سر چکرانے لگتا ہے۔ وہ خود کو اپنے پتا کے مہربان چہرے میں گم کر دینا چاہتا ہے مگر اسے اس موت کے سر سے بھی استہزا، درشتی اور طعنے کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ''اور کتنی دفعہ؟''

شیو کانپ جاتا ہے۔ پیچھے کو ہٹتا ہے تو اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

کھڑکی سے اندر آتی ہوئی روشن لہریں بالکل ترو تازہ ہیں، پریشان کن خوابوں سے قطعی

نا آشنا۔ دن کے جگمگاتے اجالے سے پہلے، جو کچھ بیتا، ایک ڈراؤنے خواب سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ دنیا میں خون کے پیاسے منچوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا کوئی فطری نقصان تو ہوگا۔

شیو بستر سے نکلتا ہے، بر فیلے اور صحت بخش پانی کے مگ اپنے سر پر ڈالتا ہے۔ خوب رگڑ رگڑ کر اپنا ہاتھ منہ دھوتا ہے۔ برش کرتا ہے، حلق میں بلغمی مادے کو غسل خانے کے سنک میں نکالنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ خود کو اپنے آپ میں محسوس کرتا ہے۔ دن آگے منتظر ہے، اس یقین کے ساتھ کہ رات کے ڈراؤنے خواب با آسانی بھلائے جا سکتے ہیں۔

یہ محض ایک خوفناک خواب تھا لیکن اس کی تلچھٹ کی تلخی سے انکار نہیں کیا جا سکتا: ایک مسلسل اضطراب کہ رات کے بدصورت اسرار کہیں اپنی حدیں پار نہ کر لیں۔ مطلب یہ کہ اگر شیو محتاط نہیں رہتا تو رات کے اندھیرے میں دیکھی ہوئی نفرت اور تباہی کے مناظر، آنے والے دن کے اجالے میں بھی گھس سکتے ہیں، وہ دن جو نچلی منزل پر اس کا منتظر ہے۔ حالت خواب میں، پیچھے رہ جانے والا بے لگام خطرہ اسے پکڑ سکتا ہے اور اس کی واپسی اور ان مناظر سے ایک بار دوبارہ گزرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ فی الحال تو رات خیریت سے گزر گئی لیکن کسے معلوم، اگر وہ رات دوبارہ آ گئی تو نہ جانے کہاں کہاں اور کس کس وقت، اسے اپنا کھلونا بنائے رکھے؟

MashalBooks.org

10

4 تا 15 اکتوبر

معاملے کو کسی بھی رخ سے دیکھا جائے' کیا فرق پڑتا ہے؟ عرصہ پہلے یہ واقعہ ہوا تھا ایسے ہی ہے نا؟ پروفیسروں کو تفصیلات جاننے کی خواہش ہوتی ہے۔ ہم جیسے لوگ تو بس اتنا جاننا چاہتے ہیں کہ اپنے ماضی پر فخر کر سکیں۔ اس کی بیٹی تارہ' اصولوں پر ہنگامہ آرائی کرنے کے معاملے میں اپنی اصولی لاپروائی پر ڈٹی ہوئی ہے۔ ریکھا کی حالیہ ای میل بھی خاصی مختصر مگر پر معنی ہے۔ پچیس اکتوبر کو اس کی نشست کنفرم ہے لیکن اس سے پہلے کی تاریخوں میں' وہ منتظر فہرست میں بھی ہے۔ لیکن اس کے پیغام کا ابلاغ اور حقیقت شیو کو یہ یاد دلا رہے ہیں کہ باقی دنیا اپنے کام کاج میں مصروف ہے یعنی حالات اب بھی نارمل ہیں۔ اپنی بقا کی خواہش اور اہلیت ہی (اور غالباً مینا بھی) دنیا کے منچوں کے خلاف' اس کا حقیقی طلسم ہوں گے۔

لیکن باغیچے میں (ریکھا کے سر پر سوار ہونے کی وجہ سے) چاندنی رات میں بھی ایک دردناک سا ماحول ہے۔ کسی گیڈر کے چلانے کی آواز۔ شاید اس نے پہلے ریکھا کے باغیچے میں پناہ لی تھی اور پھر شیو کے اجاڑ اور ویران دل میں آ گھسا ہے۔ یہ دل' جو گندے اور غلیظ جانداروں کے لیے جنت بن گیا ہے۔

اپنی سٹڈی میں (اب یہ لفظ مناسب نہیں لگتا) ایک اور طرح کا فاتح' عدالت لگائے بیٹھا ہے۔ عوامی احتجاجی جلوس کے بعد' جسے مینا ''حملے'' کا نام دیتی ہے' کچھ دنوں سے' مینا کا

ایک خاص موڑ رہا ہے۔ اس کے اندر جوش وخروش' بے صبری' اور شیو کی حیرت زدگی کی حد تک' جنگ جوئی کی سی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔

بروقت شیو کو اس کی چوکس نگاہی محسوس ہوتی ہے۔ لگتا ہے منتشر اجزاء کو دوبارہ اکٹھا کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے گی۔ وہ اپنی ساری طاقت کو بھرپور انداز میں مجتمع کر رہی ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ دوسری سمت بحفاظت پہنچ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے لئے' رکاوٹوں کی ان دیکھی کھائی پر سے چھلانگ لگا ڈالے۔ بعض اوقات وہ اس کی آنکھوں میں اترتی نظر آتی ہے' جیسے وہ اس کی آنکھوں میں اس کی سوچیں پڑھ لے گی۔ وہ آیندہ کیا کرنے والا ہے؟ اس میں کتنی ہمت ہے؟ ایک دوبارہ وہ بھی' آرام سے' اس کی شکل دیکھتا ہے۔ ان کی نگاہیں' امکانات کی سرحدوں میں' ایک دوسرے سے بغل گیر بھی ہوتی ہیں۔ نگاہوں کے دو جوڑے' باہم پیوست' ایک دوسرے کے سامنے کھڑی دو دیواریں۔ کوئی بھی جھکنے' گرنے اور راستہ دینے کے لیے تیار نہیں۔

لمحے بھر کو شیو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ دونوں مماثل ہیں' ایک دوسرے کا جزو۔

بدھ کی صبح۔ کملا اور اس کے گھر والوں نے کسی شادی میں جانے کے لیے دو دن کی چھٹی لی ہے۔ شیو اور مینا تنہا یا تقریباً تنہا ہیں۔ وہاں' بچوں کے سے چہرے والا ایک محافظ بھی ہے جو انہی دنوں یونیورسٹی نے اپنے تاریخ دانوں کو زندہ رکھنے کے لیے مامور کیا ہے۔ مینا کی اس سے دوستی بھی ہو گئی ہے۔ اس نے مینا کو بتایا ہے کہ ابھی یہ اس کا دوسرا ہی کام ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا اگر شیو اصلی وی آئی پی ہوتا تو اسے دو محافظ ملتے اور اس طرح اسے ایک ساتھی مل جاتا۔ اب مینا کی کھڑکی کے پاس' مچھروں کی پھٹی ہوئی جالی میں سے ٹی وی دیکھ کر' اسے اپنی بوریت کو بھگانا پڑتا ہے۔ فلمی گانوں اور رقص کے پروگرام اسے بہت پسند ہیں۔ اس کی چھپی ہوئی خواہش (مینا البتہ جانتی ہے) یہ ہے کہ وہ بالی وڈ کی کسی فلم میں ہیرو یا کم از کم ولن کا کردار ضرور ادا کرے۔

فی الحال' بچے جیسے چہرے والا' سامنے کے لان کو اپنا تصوراتی خیمہ سمجھ کر' اسی میں چہل قدمی کر رہا ہے اور بے دھیانی میں گھریلو نوعیت کے کام بھی کیے جا رہا ہے۔ اس کی سوچ یہ لگتی ہے کہ ریکھا کے باغیچے کی اونچی باڑیں اسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتی ہیں۔ اس کی

بندوق.........شیو کے خیال میں تو شاید یہ بھری ہوئی بھی نہیں، محض طاقت کی علامت...... عموماً گھاس میں پڑی رہتی ہے اور ساتھ ہی بیڑی کی ڈبیا بھی۔

مینا نہائی دھوئی، خوب چمک رہی ہے، اس کی سیاہ گداز سانپ جیسی زلفوں سے اب بھی پانی ٹپک رہا ہے۔ وہ صاف ستھرے تکیے سے ٹیک لگائے بستر پر براجمان ہے۔ اخبار کا ادارتی صفحہ سامنے کھلا پڑا ہے۔ شیو اس کی مخروطی گردن پر جمے نمی کے قطرے جو تولیے کی زد سے بچ نکلے، اب بھی دیکھ سکتا ہے۔ جب بھی اس کا سر ہلتا ہے، وہ قطرے بھی لرز اٹھتے ہیں۔ شیو کی انگلیوں کے پور اس کی جلد سے منعکس ہوتی ان کی چمک چرانا چاہتے ہیں۔ ''شیو!'' وہ جوش میں اپنے سر کو زور سے جھٹکتے ہوئے ذرا زور سے کہتی ہے۔ پانی کی بوندیں کانپتی ہیں اور پھر اس کی گردن سے نیچے پھسل جاتی ہیں۔ ''حملے کے بارے میں ادارتی مضمون۔'' بوندیں کبھی کی غائب ہو چکیں مگر اپنی چمک اس کی آنکھوں میں ڈال گئیں۔

''سنو۔'' شیو کی نوجوان مشیر......غیر متوقع طور پر اس کے پتا کی نئی تجسیم.........اس سے کہتی ہے۔ شیو بمشکل اس کی گردن، اور آنکھوں سے نگاہیں ہٹاتا ہے اور اپنی توجہ اس کے ہونٹوں سے نکلتے لفظوں پر مبذول کرتا ہے۔

''عنوان ہے: تاریخ کس سمت کو؟'' وہ اپنی آنکھیں گھماتے ہوئے، اس عنوان کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتی ہے۔ ''اداریہ بہر حال برا نہیں ہے''

دہلی کی، کے جی سنٹرل یونیورسٹی میں ایک پروفیسر کے کمرے کی حالیہ تباہی سے کئی سبق لئے جا سکتے ہیں۔ (مینا کی چمکتی پلکیں تحسین کے لئے اوپر اٹھتی ہیں)......تقریباً تیس نوجوان آدمیوں نے، جو طالب علم ہونے کے دعویدار ہیں، جمعرات کی سہ پہر کو شعبہ تاریخ میں کسی آندی طوفان کی طرح گھس کر یونیورسٹی حکام کو حیرت زدہ کر ڈالا۔ اتہاس سرکھشا منچ نے اس واقعے کو طلبہ کے فوری احتجاج کا نتیجہ بتایا ہے، جو انہوں نے متعلقہ پروفیسر کے وسطی دور کی تاریخ پر لکھے گئے سبق میں بہادر تاریخی شخصیات کے کردار کو مسخ کرنے اور ہندو مخالف تعصب ابھارنے کے خلاف کیا تھا......

''پتہ نہیں۔ وہ آپ کا نام ظاہر کرنے سے کیوں شرما رہے ہیں؟'' مینا بڑبڑاتی ہے۔

کتنی بے ہودہ صورت حال ہے۔ لگتا ہے مقتدر حلقوں کی ان کہی اجازت کے ساتھ کچھ جنونی حلقے اس طرح کی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں......

''اچھا ہے نا؟'' بینا خوش ہوتے ہوئے پوچھتی ہے۔ ''یہ اداریہ راج چودھری نے لکھا ہوگا۔ ان بڈھے' منہ سے جھاگ اڑاتے' آزاد خیالوں کے لئے۔'' پھر اسے خیال آتا ہے کہ وہ ایک ایسے ہی موذی تماشائی سے سر پھوڑ رہی ہے چنانچہ' وہ فوری طور پر اداریئے کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

تاریخ کی از سر نو تحریر کا کھلا اعلان کرتے ہوئے بڑے بڑے مطلق العنان حکمران بھی شرما جاتے تھے۔ پہلے جو کچھ چھپتے چھپاتے ہوا کرتا تھا' اب وہ قابل احترام حکومتی پالیسی بن گیا ہے۔ درسی کتابوں کو ایک مخصوص رنگ دینے کے لئے ان کی از سر نو تحریر و ترتیب......

''اسے یہ بات واضح طور پر کہنی چاہیے تھی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ دیکھتے جائیں۔ میرا خیال ہے اب وہ تقریر بازی پر اترنے ہی کو ہے۔''

............اس صورت حال کو بھارتی ثقافتی مخلوط نوعیت سے انحراف کے وسیع تر دائرۂ عمل کے محض ایک جز کے طور پر دیکھا جانا چاہئے۔ ہمارے مشاہدے میں بارہا سینکڑوں سال پہلے گزرے زمانے کو' ہمارے اپنے ماضی کو کنگھالنے کی غیر سنجیدہ اور بیکار کوششیں آتی رہی ہیں جن کا مقصد محض اس حقیقت کو جھٹلانا تھا کہ غیر ہندو روایات یا ''چھوٹی'' روایات۔ جو بنیادی روایت کے دھارے کا لازمی حصہ ہیں...... نے بھی ملک کی سماجی' ثقافتی اور سیاسی زندگی میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ ذہنوں کی تباہی کا لامتناہی کھیل بار بار ہو رہا ہے۔ بابری مسجد ''متنازعہ ڈھانچے'' کی پہلی علامت تھی۔ پھر ''تاریخی غلطی کو درست کرنے کے لئے'' اسے ڈھا دیا گیا۔ اس بار' جس چیز کو متنازعہ جگہ قرار دیا جا رہا ہے' تباہ کرنیکے خیال سے' نشانہ بنایا جا رہا ہے' وہ محض تدریسی آزادی نہیں ہے......

''روشن آنکھیں' منہ کے کونے سے ٹپکتی رال......'' فاتحانہ انداز میں بینا چیختی ہے...... ٹا......ڈا......ڈاہ! پھر وہ کلائمکس کا حامل فقرہ' اہمیت ظاہر کرتے ہوئے پڑھتی ہے۔

......ایک متنوع اور کثیر الجہتی تاریخ قوم کا حق ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ تاریخ علم کا غیر متنازعہ حصہ نہیں لیکن خود تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ تاریخ کی عظمت اور فضیلت کو برقرار رکھنے کے لئے' اسے درست کرنے کی کوشش کو' اکثر اوقات کیموفلاج کیا جاتا رہا ہے۔

بینا اگلے چند فقرے جلدی جلدی پڑھ جاتی ہے۔ بقول اس کے' ان میں کوئی خاص دلچسپی کی بات نہیں۔ پھر وہ اخبار کو گھما کر شیو کی جانب پھینکتی ہے۔ ''دیکھا؟ ہر طرح کے لوگ

ہیں ہمارے ساتھ!''

شیو''آپ'' کی جگہ ''ہمارے'' کا لفظ نوٹ کرتا ہے۔ اس سے اخبار لیتے ہوئے وہ اپنے چہرے پر تعریفی مسکراہٹ لانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اچانک وہ اپنے پیٹ میں اینٹھن سی محسوس کرنے لگتا ہے، یہ سوچ کر کہ کہیں مینا......اور غیر حاضر امر......اس کی ذہنی صلاحیتوں کی جانچ تو نہیں کر رہے۔

رات گئے، بستر میں لیٹے ہوئے شیو کے ذہن کی سکرین پر تازہ ترین گھریلو فلم شروع ہو جاتی ہے۔ اس فلم کا بے چین تماشائی صرف ایک ہے۔ بہت سے مناظر بیک وقت پردے پر جھلکتے ہیں۔ لمحے بھر کو مینا پوری سکرین پر دکھائی دیتی ہے۔ پھر اس کی بھرپور دلکش شخصیت، امر کی جگہ بنانے کے لئے ایک طرف کو ہو جاتی ہے۔ وہ دونوں ایک ہی بستر پر بیٹھے ہیں۔ امر کا پاؤں مینا کے پلاسٹر کے قریب ہی پڑا ہوا ہے۔ شیو کو امر کے پنجے، ان پر موجود لمبے لمبے گندے ناخن اس کے کولہوں پر چڑھے پلاسٹر سے رگڑ کھاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ اس نے آدھی کھائی ہوئی آئس کریم کا پیالہ ہاتھ میں تھاما ہوا ہے۔ امر ایک چمچہ کھاتا ہے پھر وہ دونوں اسی چمچے سے، مل جل کر، اس آئس کریم کو ختم کرتے ہیں۔ مینا کے تیار کردہ نئے پمفلٹ کے مضمون کو لینے کے لئے آگے کو جھکتا ہے۔ اس کا ہاتھ مینا کی طرف بڑھتا ہے۔ اس کا ہاتھ......کیا یہ اس کی چھاتی ہے، جسے وہ بار بار چھوئے جا رہا ہے؟

ذہن سانپ ہے اور جسم اس کی پٹاری۔ دونوں اکٹھے رہتے ہیں۔ سانپ بھی اور پٹاری بھی۔ حالانکہ پتہ نہیں: وہ کس وقت آپ کو مار ڈالے، نہ جانے کس وقت ڈس لے! شیو بے چینی سے اپنا رخ دوسری جانب کر لیتا ہے۔ بے چین اور بیمار دل۔

مینا اب بھی سکرین پر ہے مگر امر فریم سے غائب ہو چکا ہے۔ اس وقت ببلی بڑے جوشیلے انداز میں مینا کو پکارتی اندر داخل ہوتی ہے۔ باہر اسے کوئی چیز ملی ہے جو وہ مینا کو دکھانا چاہتی ہے۔ مینا کے ہاتھ میں بیساکھی دے کر، وہ اسے تیزی سے کمرے سے باہر لے جاتی ہے۔ گھر کے پیش دروازے کے بالکل باہر، ریکھا کی چنبیلی کی بیل پر ہرے ہرے پتنگوں کا جمگھٹا نظر آ رہا ہے۔ ببلی ایک چھڑی کی مدد سے ایک پتنگے کو زمین پر گرا دیتی ہے۔ وہ احتجاجاً ایک دو بار لوٹتا ہے۔ اوپر اڑ کر واپس بیل پر جا بیٹھتا ہے۔ ببلی اس پر چھڑی کا زور دار ہاتھ

مارتی ہے اور اس بے چارے کا کچومر نکل جاتا ہے۔

مینا دروازے پر سے آواز دیتی ہے۔ ''ٹھہرو! اس طرح تو بہت دیر لگے گی ہمیں اس کا مناسب طریقہ ڈھونڈنا پڑے گا۔ کچن میں جاؤ اور ماچس لے آؤ اور پھر مجھے گھر سے باہر لے چلو۔''

بلی کے پاس کھیلنے کو گنے چنے پتنگے بچے ہیں۔ مینا واپس کمرے میں آ گئی ہے۔ خاصی رات ہو چکی ہے۔ مینا پانی کی بوتل اپنے منہ سے لگاتی ہے۔ شیو کی نگاہیں اس کی گردن پر ہیں جو پانی پیتے ہوئے قوس کے انداز میں پیچھے کو کھنچی ہوئی ہے، وہ ہمیشہ پانی تیزی سے پیتی ہے، تھوڑا بہت پانی اسی کی ٹھوڑی پر آ گرتا ہے۔ پھر نیچے بہتے ہوئے اس کی گردن اور ٹی شرٹ کو بھگو دیتا ہے۔ بوتل نیچے رکھ کر، وہ جماہی لیتے ہوئے، آنکھیں جھپکاتی ہے۔ تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر، ان کتابوں میں سے ایک باہر نکالتی ہے جن کے پڑھنے کے لیے شیو کو، اس نے راغب کرنے کی کوشش کی تھی۔

شاید، نفرت کی سیاست۔ آیندہ کا متحدہ ایکشن یا خواتین کی آوازیں اور کمیونسٹ ایجنڈا۔

مینا چند صفحے پڑھ کر پھر جمائی لیتی ہے۔ کتابچہ فرش پر جا پڑتا ہے۔ اس کا ہاتھ ایک بار پھر تکیے کے نیچے جا گھستا ہے اور اس دفعہ شیو کی من پسند کتاب باہر آتی ہے۔ آسٹرکس اور نارمن۔ وہ جسٹ فورگس کے متعلق پڑھنے کے لیے تکیوں کو اچھی طرح رکھ کر بیٹھ جاتی ہے۔ جسٹ فورگس کو آدمی بنایا جانا مقصود ہے اور درندہ صفت نارمن خوف کا مطلب نہیں جانتے لیکن وہ اسے ڈھونڈ نکالنے کے لیے پر امید ہیں۔ مینا کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ کامک بک اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گرتی ہے۔

مینا ہر جگہ چھائی ہوئی ہے۔ تاہم آج رات بہت سے دوسرے مناظر بھی ہیں۔ پس منظر میں ہونے کی وجہ سے انہیں غائب نہیں کیا جا سکتا۔ شیو مجمع کے مناظر کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ وہ اس خاکے پر رکتا ہے جس میں بھوکی اینتا ہولناک نظروں سے کسی بھی ایسی چیز کی تلاش میں ہے جو اسے لحاتی تلذذ دے سکے۔ شیو اس کے چہرے پر لکھی داستان پڑھتا ہے، وہ ایک بار پھر ظاہر کر رہی ہے کہ اسے دوبارہ گھر جانے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔ شیو آگے بڑھتا ہے، ڈرتے ڈرتے اگلے منظر کی جانب زندگی سے بھی بلند اور وسیع یک رخ خاکے کی طرف: اس کے پتا اور باسو دو غیر مطمئن روحیں سرگوشی کی کیفیت میں ہیں۔ درخت پر موجود

MashalBooks.org

کسی بندر کی طرح، کو کبھی ایک شاخ پر اور کبھی دوسری شاخ پر چھلانگ لگاتا رہتا ہے: میں اس آتش فشاں رول پر کیسے یقین کروں؟

اور پھر ہمیشہ کی طرح، وہ فریم ہے جو ہمیشہ موجود رہے گا' ریکھا کے تصور کا فریم۔ قابل قدر اور مکمل رکھ رکھاؤ کی عادی اور زمانہ ساز۔ شیو ریکھا کو دیکھتا ہے: محرابی بھنویں اوپر کو اٹھی ہوئی' جیسے وہ کسی چیز کو جانچ رہی ہو۔ اس کی ساڑھی اور اس کے بال' انتہائی سگھڑ انداز میں بندھے ہوئے۔ (خوف زدہ اور غیر محفوظ ریکھا کی جھلک تک بھی اس وقت شیو کے ذہن میں نہیں۔) برسوں گزر گئے' شیو نے اشارتاً بھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اس کے متعلق ریکھا کیا سوچتی ہے۔ ریکھا ہمیشہ ایک متوازن بیوی رہی ہے۔ اسے پتہ ہے کب ہلنا ہے' کب لڑکھڑانا ہے اور کب بے حس و حرکت پڑے رہنا ہے۔ لیکن شیو کے سامنے موجود اس کا چہرہ اس فطرت سے لگا نہیں کھاتا۔ اس کے چہرے پر ایک کاہلانہ انتظار دکھائی دیتا ہے جیسے نہ جانے کتنے برس اور اس کی قید کے باقی ہیں اور اپنے اچھے رویوں کی بدولت' نہ جانے کب اسے پیرول پر چھوڑ دیا جائے۔ شیو یاد کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ کچھ اسی طرح کا چہرہ پہلے اس نے کہاں دیکھا تھا۔ پھر اسے یاد آ جاتا ہے۔ شاید کسی سیاح کی صورت تھی' جسے ایک چھوٹے سے' بوریت زدہ علاقے میں کافی عرصہ ٹھہرنا پڑا تھا۔ کوئی چیز بھی باقی نہیں رہی جسے وہ دریافت کرتی۔ ہفتوں پر ہفتے خالی بیٹھے گزر جاتے ہیں۔ خالی دن' خالی راتیں' اسے انہیں خالی رہنے دینا چاہیے۔ ریکھا کا چہرہ بتاتا ہے کہ وہ دیکھنے کی ہر چیز دیکھ چکی ہے' شیو کے ذریعے جذبات کے خاتمے کے بعد' باقی جو بچا ہے' وہ عادت ہے۔ دنیا کے سامنے دکھائے جانے والے چہروں کا انتظام' اس کی چھوٹی سی متلاطم زندگی کا انتظام۔ سونے کی بری طرح کوشش کرتے ہوئے' شیو اپنی آنکھیں موند لیتا ہے۔ لیکن غفلت کی اس راہ میں بھی ایک دو معمولی سوال ابھی اس کے منتظر ہیں۔ وہ ان کی نجی خواب گاہوں کے مناظر میں کیسا لگتا ہے...... اینتا کی' ریکھا کی اور مینا کی؟

اگر مینا ان متحرک تصورات کو............ شیو کے ذہن میں...... دیکھ سکتی' تو فوراً اس سے جواب طلب کرتی: وہ اس جگہ پر فٹ کہاں ہوتا ہے' جہاں نہ کوئی چھپ کر دیکھنے آ سکتا ہے اور نہ کوئی اور سنسر؟

جمعرات کی شام۔ایک اور ڈوبتا ہوا سورج' آسمان پر خاصا نیچے لٹکا' کسی رسیلی نارنگی کی طرح۔شیو مینا کے بستر کے پاس' اس کے خاصا قریب بیٹھا ہے۔ جان پہچان کا ایک راستہ تو گفتگو ہے اور دوسرا بھوکی نظروں کی گرفت میں لینے' دیکھے جانے کا۔ ایک بازو پر نگاہیں جمانے کا: شیو کی نظریں مینا کی آستین سے نیچے کی طرف سفر کرتی ہیں۔ اور ایک انچ نیچے جہاں اس کی جلد دکھائی دیتی ہے۔ ساتھ ہی اس کی کہنی کی مٹیالی خشک پشت اور دو انچ مزید دو معمولی سی خراشوں کے نشان' غالباً کھجانے کی وجہ سے سرخ ہے اور دوسرا ٹھیک ہو چکا ہے۔ پھر بازو کا اگلا حصہ ہے۔ اپنی خوب صورتی' گہرے رنگ' نرمی اور اپنے تمام تر اچھوتے پن کے ساتھ۔ ہاتھ اس خراش کے نشان کی طرف بڑھتا ہے' تجرباً اسے چھونا چاہتا ہے مگر پھر جی نہیں چاہتا۔ جہاں یہ ہاتھ جانا چاہتا ہے' وہاں پہنچنے کے لیے دوسرے ہاتھوں کا کیا رویہ ہوگا' اسے ابھی اس کی خبر نہیں۔

دونوں ہاتھ......زبان......ان کا فائدہ' اگر وہ انہیں نہیں جان سکتی؟

گارڈ کا ریڈیو فضا کے سکوت کو ایک دم درہم برہم کر دیتا ہے لیکن شکر ہے' فوراً ہی خاموش بھی ہو جاتا ہے۔ شیو کھڑکی کے پردے گرا دیتا ہے اور مینا کے بیڈ کے پاس' اپنی کرسی پر آ بیٹھتا ہے۔

اسے کیا باتیں کرنی چاہئیں؟ وہ کیسے ظاہر کرے کہ وہ یہاں باتیں کرنے بیٹھا ہے؟ بہرحال کوشش تو کرنی چاہیے۔ اسے گفتگو شروع کرنی چاہیے اور اسے طول دیئے جانا چاہیے تاکہ کمرے سے جانے کا سوال ہی ذہن میں نہ ابھرے۔ وہ بات کرے گا تو کوئی تحفہ بھی راستے میں مل سکتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں روشن ہوتا کوئی اشارہ یا مسکراہٹ۔ یا ممکن ہے ایک ذوردار قہقہہ' اس کے موتیوں جیسے ہموار دانتوں کی جھلک کے ساتھ' لیکن اسے پتہ نہیں کہ شروع کہاں سے کرے.......... فیصلہ یا میں آگے کیا کروں؟......کا عقدہ لاینحل ان دونوں کے درمیان' باہر لان میں بیٹھے گارڈ سے زیادہ ہوشیار اور چوکس رقیب کی طرح موجود ہے۔

مینا بھی بدستور' خاموش ہے۔ یہ بہانہ بیکار ہے کہ وہ شیو کا ذہن نہیں پڑھ سکتی یا اس نے کم از کم اس کی ایک کمزوری کا پتہ نہیں چلا لیا ہے۔ اصول اور مقصد کی قوت پر پڑی مٹی کی ایک انچ موٹی تہ کی طرح' اس کے شبہات کو وہ اچھی طرح جان چکی ہے۔ شیو کے اندر موجود اس خوف کا بھی اسے پتہ چل چکا ہے کہ وہ اپنا مجاہدانہ کردار زیادہ دیر تک ادا کرنے کا اہل نہیں

MashalBooks.org

شیو اس کے چہرے پر یہاں نگاہیں جماتا ہے جیسے کوئی حیوان اپنے شکار پر جھپٹ پڑنے کو تیار ہو رہا ہو۔ مینا کی مایوسی شیو خود بخود نظریں چرانے لگتا ہے کیونکہ ان کا ملاپ اس کی ناکامی کا اعلان کر سکتا ہے۔ لیکن وہ دیکھتا کیا ہے' اس کے ساکت اور متوجہ چہرے پر پہلے سے زیادہ مانوس ٹھہراؤ اور گہرائی ہے' نیا سا کچھ تاثر بھی ہے۔ اس کی آنکھوں میں بھڑکتی چنگاری کی جھلک سی ہے۔ ایک مصمم ارادہ جیسے اسے اس مسئلے کا حل ابھی معلوم ہوا ہو' جیسے اس نے شیو کے اندر بپا کشمکش کو پہلے سے بھانپ کر' اس کی جانب سے کوئی ناقابل تنسیخ فیصلہ کر ڈالا ہو۔

الفاظ کا وہ نازک اور مہین تعلق' جس نے ان دونوں کو حرف در حرف باہم جوڑا ہوا ہے' بالآخر انہیں ناکام کر دیتا ہے۔ ان کے درمیان موجود خاموشی کھنچ کر ایک لمبے' ناقابل برداشت وقفے میں بدل جاتی ہے۔ اس وقفے سے پہلے کی زندگی ختم ہو گئی' گزاری جا چکی لیکن مابعد زندگی کا آغاز کب ہو گا؟ اور وہ اس تک کیسے پہنچ پائیں گے؟

وہ ایک دوسرے کو تکتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کی چال کے منتظر' یہ دیکھنے کے انتظار میں کہ کون اپنی بوالہوسی کے اظہار میں پہل کرتا ہے۔ شیو خود کو سمجھاتا ہے کہ جلد بازی نہ کرنا بہت اہم ہے۔ محبوب شے نظر کے سامنے ہے۔ اپنی منزل کا مجھے پتہ ہے۔ میں اسے بخوبی جانتا ہوں۔ لیکن مجھے ظاہر یہ کرنا چاہئے (تھوڑی دیر کے لئے) کہ میں ابہام کا شکار ہوں اور یہ کہ میں اس سے بالکل بے خبر ہوں۔ مجھے اپنی دل کی دھڑکنوں اور نبض کی تیز رفتار کو نظر انداز کرنا چاہئے۔ سانس کی آمد و شد سے تو بہرحال بچا نہیں جا سکتا لیکن سانس کا فطری عمل وہی ہوتا ہے جس میں آپ کو سانس لینے کا احساس ہی نہ ہو۔ اگر آپ اس کی جانب متوجہ نہیں تو بھی نہ یہ رکتا ہے اور نہ کسی اور سمت جاتا ہے۔

مینا بھی بے حس و حرکت ہے' بغیر پلک جھپکائے' صاف ستھرے آسمان کی طرح اور شیو ایک بادل ہے۔ کمرے میں موجود تمام خواہش ......اور وہ خواہش اتنی زیادہ ہے کہ ہوا نمی کے باعث بھاری ہو گئی ہے............ اس میں مرتکز ہو گئی ہے۔ اسے بہرحال معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے محسوسات کیا ہیں۔ کچھ نہ کچھ تو اسے پتہ ہونا چاہئے۔ اسے لازماً دیکھنا اور سمجھنا چاہئے کہ وہ ایک سے زیادہ عمومی چٹانوں کے عین کنارے پر کھڑا ہے۔ اپنے لئے اس کا درد محسوس کرنا چاہئے جو دائمی طور' اس کے ذہن میں موجود خطرے' انتخاب' غیر متزلزل ارادے اور زندگی کے واہموں کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اپنی نئی زندگی کا خوف' اجنبیوں سے بھرا ہوا ایک

MashalBooks.org

چھوٹا سا کمرہ' بدمعاشوں کے ہاتھوں میں' اندھیرے میں چمکتے خنجر' اسے اس صورتحال پر قابو پانا چاہئے۔ اپنی زندگی کو اپنے لئے جینا چاہئے۔

شیو' کرسی کو پیچھے دھکیل کر' اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ مینا کا ایک جانب پھینکا ہوا کاغذ' اٹھاتا ہے۔ احتیاط سے طے کر کے' اسے میز پر رکھتا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو آہستہ روی کے ساتھ مسلسل بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔ لگتا ہے' وہ کرسی۔ جس نے اسے آغوش میں چھپا رکھا تھا......سرے سے تحلیل ہوگئی ہے۔

اس کے پاؤں ربڑ کی چپلوں سے باہر پھسلے جا رہے ہیں۔ وہ بستر کے کونے پر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کرتی ہے اور اپنے صحیح گھٹنے پر زور سے ہاتھ مارتی ہے۔ وہ اپنا سکرٹ اٹھا کر اسکے نیچے سے ایک مچھر کی لاش اپنی دونوں انگلیوں میں لئے باہر نکالتی ہے' تمتماتے چہرے کے ساتھ اس کا کچومر نکالنا چاہتی ہے حالانکہ وہ پہلے ہی جاں بحق ہو چکا ہے۔ پھر وہ دوبارہ اسی طرح لیٹ کر' اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دیتی ہے۔ اس کی انگلیوں پر اب بھی چپچپاہٹ ہے۔

وہ خاصی غیر جذباتی دکھائی دیتی ہے' بالکل غیر متغیر' لیکن وہ مزاحمت نہیں کرتی بلکہ انتہائی ملائمت سے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر پھیرتی ہے' جیسے اسے حوصلہ دے رہی ہو کہ آگے بڑھو۔ اس کا منہ خشک ہو جاتا ہے۔ سانس لینا بھی اسے دوبھر لگنے لگتا ہے۔ ایک ہلکا سا کرنٹ اسے اپنے پیٹ سے نیچے کی جانب دوڑتا محسوس ہوتا ہے۔

لمحے بھر کو گارڈ کے ریڈیو کی آواز فضا میں بکھرتی ہے۔ اور فوراً ہی دم توڑ دیتی ہے۔ پھر کسی چیز کے بھدے سے گرنے کی آواز آتی ہے۔ لگتا ہے متلون مزاج گارڈ نے اسے باغیچے میں پھینک دیا ہے۔

شیو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے پیٹ کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ وہ اسے آرام سے اٹھا کر' اس کے شانے پر رکھ دیتی ہے۔ وہ یہ سوچ کر رک سا جاتا ہے کہ کہیں وہ اس کے لمس کا غلط مطلب نہ لے بیٹھی ہو۔ وہ چور نظروں سے اس کی طرف دیکھتا ہے۔ آنکھیں آنکھوں سے ٹکراتی ہیں۔ ان میں کوئی دعوت نہیں لیکن اپنی تمام تر پریشان خیالی کے باوجود' وہ اس کی بات سمجھ رہا ہے: فیصلہ کرو' اچھے برے کی کشمکش بہت ہو چکی۔ یہ اشارہ اس کے سارے اعضاء' آنکھوں' ہونٹوں اور زبان' سب کی فوراً ہی سمجھ آ میں جاتا ہے۔

کمرے میں موجود بلب کی روشنی کبھی ہلکی اور کبھی تیز ہوتی ہے اور پھر اچانک بجلی چلی جاتی ہے۔ نہ پنکھے کی آواز' نہ کولر کی گڑگڑاہٹ۔ ماحول پر مکمل سکوت اور تاریکی طاری ہے۔

شیو اس کی تندرست ٹانگ کے ساتھ' اپنے گھٹنے موڑ کر' تقریباً اس کے اوپر جھک جاتا ہے۔ اس کے ہونٹ اور ہاتھ آہستہ آہستہ اس کی جلد پر.......... چہرے' گردن' بازوؤں پر..........پھسلتے جاتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں پر نمی سی آ جاتی ہے' مینا کا چہرہ نمکین سا لگتا ہے۔

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور اس کا ہاتھ مینا کی ٹی شرٹ کے اندر رینگنے لگتا ہے۔ وہ آرام سے ہاتھ اوپر کرتا ہے۔ اس نے زیر جامہ بھی نہیں پہنا ہوا۔ وہ اس کے سینے کے دلکش ابھاروں میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کی انگلیاں اور انگوٹھا ادھر ادھر پھسلنے لگتے ہیں۔ شیو کی نظریں پھر مینا کے چہرے پر پڑتی ہیں۔ وہ انتہائی تاریک ماحول میں بھی اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ تصور میں اس کے ادھ کھلے ہونٹ دیکھتا ہے۔ وہ غالباً اس کے ہونٹوں سے نکلتی کسی کراہ کا منتظر ہے مگر اس کے بجائے' کہیں اس کے عقب سے بھون بھون آواز اس کے کانوں میں پڑتی ہے اور پھر پورے کمرے میں چکراتی ہوئی واپس آ جاتی ہے۔ لمحہ بھر کی خاموشی۔ پھر مینا غصے میں اپنا سینہ رگڑتی ہے۔ مکھی وہاں سے بچ کر شیو کی گردن پر آ جمتی ہے۔

مینا کے منہ سے سانس کی دھیمی سی سرسراہٹ نکلتی ہے لیکن وہ اس کنائے کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ پھر وہی سکوت' گہرا اور دبیز سناٹا۔ بستر' کمرہ' زمان و مکان کے دائرے میں آزادانہ تیرتے ہیں۔ شیو کے نچلے دھڑ میں تھکاوٹ اترتی جاتی ہے۔

پنکھے اور کولر میں ایک بار پھر زندگی لوٹ آتی ہے۔ ان کا بیک گراونڈ میوزک کمرے میں ارتعاش پیدا کر دیتا ہے لیکن اندھیرا بدستور چھایا رہتا ہے۔ وولٹیج کی کمی بیشی کے ہاتھوں بلب فیوز ہو گیا ہوگا۔ شیو سیدھا ہو کر' دوبارہ مینا کے پلاسٹر کا جائزہ لینے لگتا ہے۔ وہ خود کو اس کے اوپر' متوازن حالت میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ اب وہ گویا اس کے بدن پر معلق ہے۔ اس کے ہونٹ دوبارہ اس کے مدور ابھاروں پر جا پہنچے ہیں اور اس کے ہاتھ نشیب کی جانب اس کے ملائم سکرٹ کے اندر لپکنے لگتے ہیں۔

دروازے کی گھنٹی بجتی ہے۔ شیو اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس کے ہاتھ بدستور نشیب میں محو سفر ہیں۔ پھر کوئی بری طرح کھڑکی پر دستک دیتا ہے۔ وہ بچے جیسے شکل والے گارڈ کی آواز سنتے ہیں۔

MashalBooks.org

''کیا ہے؟'' شیو خوابیدہ کیفیت میں، اس کی رانوں پر پھسلتے ہاتھ کے ساتھ، بمشکل کہتا ہے۔

''میرا ریڈیو خراب ہو گیا ہے۔'' بچے کی شکل والا گارڈ انہیں بتاتا ہے۔ ''اور پھر یہاں مچھر بھی بہت ہیں۔''

شیو اس اندھیرے میں بھی بینا کو غصے میں دانت پیستے محسوس کر سکتا ہے۔ وہ ٹی شرٹ کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالتا ہے اور اس کے ہونٹوں پر لے جا کر اس کی مسکراہٹ ڈھونڈنا چاہتا ہے۔

شیو کی خاموشی کے باوجود بچے کی شکل والا حوصلہ نہیں ہارتا۔ ''بوگی ووگی کا وقت ہو چلا ہے صاحب۔'' وہ کہتا ہے۔ ''میں اسے روزانہ ہی دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا میں اندر آ کر ٹی وی آن کر لوں؟ بجلی آ چکی ہے۔'' بینا اپنی ٹی شرٹ ٹھیک کرتے ہوئے، اپنے بے ساختہ قہقہے پر ضبط نہیں کر پاتی۔ ''اسے آنے دو۔'' وہ سرگوشی کرتی ہے۔ گندے کھلاڑی نہ بنو۔ ہم یہ پروگرام دیکھیں گے اور اس بچے کی صورت والے کو بالی وڈ میں اس کے کیریر کے لئے، کچھ نہ کچھ مشورے بھی دیں گے۔''

بینا معاملات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ حلاوت انگیزی، استہزا اور نا تجرکاری کا بوکھلا دینے والا آمیزہ، بینا۔ جس کا ابھی اس نے صرف لمس محسوس کیا ہے۔ شام کے صرف پندرہ منٹ میں اس نے اسے، اس کے سارے وجود کو صرف ہاتھوں، ہونٹوں اور زبان کی ایک سادہ سی ہیئت میں مرتب کر کے رکھ دیا۔

اور بعدازاں، باوجود بوگی ووگی شو کے اور معصوم صورت گارڈ کے، باوجود اس کی ذہنی پریشانی اور پراگندہ خیالی کے، ایک ہونے کا حیرت انگیز احساس ہے، سرشاری سے بھرپور۔ شیو کو لگتا ہے اور یہ احساس نوجوان بینا بھی اس سے نہیں چھین سکتی کہ وہ ایک دوسرے کے بے پناہ قریب آ گئے ہیں، اس سے قطع نظر کہ کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ تعجب ہے ایسے میں تفصیلات کی اہمیت ہی نہیں رہتی۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو کچھ دیا ہے، اپنی تمام تر بے نامی کے باوجود، حقیقی جنسی ملاپ سے کہیں زیادہ طاقتور اور یادگار لمحات کا تحفہ اور باہم تبادلہ خیالات کے بغیر......تمام شام ایک لفظ بھی بولے بغیر......اس نے انجانے میں شیو

MashalBooks.org

سے وعدہ بھی لے لیا ہے۔ جی ہاں' یہ محض ادھیڑ عمری کی شہوت انگیزی نہیں تھی۔ جب اس کے ہاتھ نے پہلی بار اس کے ہاتھ کو چھوا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ اسے اس کی قیمت چکانا ہوگی۔ یہ قیمت چکانے میں' وہی اس کی مدد بھی کر سکتی تھی۔ پختہ اور مصمم ارادہ۔ فراریت سے مزاحم ہونے کا وعدہ۔ ان دونوں کی اپنی ذات سے بھی بڑا عہد۔ ہاں اس نے یہ عہد کیا ہے چاہے اس سے اس کی زندگی ہی کیوں نہ بدل جائے۔

ایک بھی لفظ' منہ سے ادا کئے بغیر' مینا نے جو کچھ اس سے وصول کیا ہے' وہ ان دونوں کے درمیان دیوار بننے کی بجائے ایک ایسی زمین کا ٹکڑا ہے جس کی ملکیت ان دونوں کی ہے۔ مشترکہ ملکیت۔ کوئی قانون' کوئی حکومت اور کوئی روح ان پر حکم نہیں چلا سکتی کہ کب اور کیسے وہ اسے کاشت کریں اور کب اسے بلا کاشت رہنے دیں۔

مینا کی موجودگی میں' دنیا و مافیا اور اس کے سارے پس مناظر تحلیل ہو جاتے ہیں اور پھر نئے سرے سے یکجہتی اور یکتائی کا ایک نیا اور مربوط تصور ابھرتا ہے۔ مرکز' جو پورے فریم کو بھر دیتا ہے۔ اگرچہ اس کا سایہ چپکے چپکے ہنستا ہے' پھر بھی شیو مرد اور عورت کی ممکنہ ایکتائی کے متعلق باسو کی ایک نظم ذہن میں لاتا ہے:

اگر ایک مرد اور عورت واقعتاً ایک دوسرے دو دیکھتے ہیں تو ایکتا جنم لیتی ہے اور یہ ایکتا دریاؤں کے سنگم کے آقا کے ساتھ قریبی تعلق کا باعث ہوتی ہے۔

11

10-8 اکتوبر

جمعہ، ہفتہ، اتوار......جمعرات کی شام کے بعد، تین مکمل دن گزر گئے۔اس کے بعد، شیوا اور مینا میں کوئی خاص چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی۔کملا واپس آ چکی ہے، اپنی تمام تر گھریلو ذمہ داریوں اور کھلی نگاہوں سمیت۔ پھر بھی شیوا اپنے اندر کروٹیں لیتی ایک نئی امید محسوس کرتا ہے۔وہ اپنی خوش بختی پر نازاں ہے۔وہ قسم کھا سکتا ہے کہ اس کا وزن دس پونڈ ہلکا ہو گیا ہے۔

زیادہ دن نہیں گزرے (دس دن یا بارہ دن؟) یونیورسٹی میں اس کا کمرہ توڑ ڈالا گیا تھا۔اب اس پر ایک تالہ لگا ہوا ہے۔ایک ایسا تالا، جس کی چابیاں اس کے پاس نہیں۔ لیکن وہ ایسی شاندار، خمار آگیں کیفیت میں ہے کہ بڑے اعلیٰ خیالات اس کے ذہن میں کھلکھلا رہے ہیں۔ کیا ایک ہی رات میں، وہ اپنی پوری زندگی سے اکتا سکتا ہے؟ کمٹ منٹ سے نام ونہاد آزادی کی زندگی سے؟

مینا کی متلاشی نظریں، کسی سرچ لائٹ کی طرح، اس کی ہر سوچ کا تعاقب کرتی ہیں، بظاہر وہ بھی پرسکون دکھائی دیتی ہے۔ ہمیشہ کی نسبت زیادہ خاموش اور سرد مہر۔(شاید لمس کی وہ لہر اتنی بے ضرر بھی نہیں تھی جتنا کہ شیوا سمجھتا ہے) یہاں تک کہ جب ڈاکٹر اسے نفرت انگیز پلاسٹر کے، کچھ دنوں بعد، اتارے جانے کی خوش خبری سناتا ہے، تب بھی اس کے چہرے پر خوشی کا

رنگ نظر نہیں آ تا۔ لگتا ہے انہوں نے کسی انجان فرض کی ادائیگی تک' اپنے تمام بے قابو جذبات کا اظہار نہ کرنے کا باہم عہد کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی غلط بات' ان کے ہاتھوں سے نکل کر' ان کے درمیان موجود نازک سے توازن کو درھم برھم کر ڈالے۔ ممکن ہے مینا میں' یہ تبدیلی محض اس کا تصور ہو' لیکن کیا اس میں معمولی سی غیر یقینی کیفیت نہیں آ گئی؟ اس کے واضح افق پر' اسے پریشان کرنے کے لئے ایک بادل سا نہیں آ گیا؟ کیا اس کی دنیا میں اور بھی جہتیں ہیں' زیادہ نامعلوم جگہیں اور انجان خلائیں؟

پچھلے چند ہفتوں کی ہنگامہ آرائی کے بعد یہ سکوت آمیز' شاید غنودگی بھرا' خوش گوار وقفہ'' حالات کو معمول پر لانیکا'' باعث بن رہا ہے۔ شیو کے کمرے میں غنڈوں کے ہاتھوں تباہی و بربادی' الزامات اور جوابی الزامات کا مسلسل شور' حمایت اور مخالفت......ان تمام مراحل پر جیسے پردہ سا پڑ گیا ہے۔ تمام محاذ پر سکوت ہیں لگتا ہے تمام متعلقہ فریقوں نے' یہاں تک کہ بدترین دشمنوں نے' اتفاق رائے سے یہ طے کرلیا ہے کہ مزید ہنگامہ آرائی سے پہلے' وہ پس پردہ جا کر اپنی تھکاوٹ اتاریں اور نئی تیاریاں کریں۔

شیو کے لئے ٹیلی فون بجنا بند ہو گیا ہے۔ اخبارات' ٹی وی' یونیورسٹی' منچ' امر کے نجات دہندوں کا ٹولہ......سب کے سب' لگتا ہے' بدنام پروفیسر کے ساتھ ساتھ کلیان کے مندروں کی شان وشوکت اور باسو کی زندگی اور موت سے متعلق حقائق کو بھلائے بیٹھے ہیں۔ حامی اور مخالف' دونوں ہی' یا تو عبرتناک خاموشی میں غرق ہو چکے ہیں یا تشدد کے حالیہ واقعے کے ہاتھوں دم بخود ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور عوام؟ ان کی سماعت میں نت نئی افواہیں کہانی بن کر گزر رہی ہیں۔ شیو کی کہانی سے کہیں زیادہ متوجہ کرنے والی دو اخباری کہانیاں پچھلے تین دنوں سے ماحول کو گرما گرم کئے ہوئے ہیں۔

ایک کہانی سڑک پر رونما ہونے والے زبردست اور المناک حادثے سے متعلق ہے جس میں امیر گھرانوں کے کے چھ نوجوان طلبہ ملوث ہیں۔ بظاہر یوں لگتا ہے کہ صبح چار بجے' انہوں نے کسی پارٹی سے اپنے گھر واپس آتے ہوئے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے والدین کی نئی نویلی مرسیڈیز کی ٹسٹ ڈرائیو کا فیصلہ کیا۔ پتہ نہیں گاڑی کس حد تک اپنے مینو فیکچررز کی توقعات پر پوری اتری۔ لیکن ہوا یہ کہ کار (یا اس کے ڈرائیور اور اس کے قابضین) نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ فٹ پاتھ پر سوئے ہوئے ایک پورے گھرانے کو گاجر مولی کی طرح

کاٹ کر رکھ دیا۔ وہاں قریب ہی موجود رات کے چوکیدار اور صبح سویرے وہاں چکر لگانے والے دودھ والے نے یہ سارا منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ چوکیدار نے کار کا نمبر پلیٹ بھی پہچان لیا۔ اس نے اور دودھ والے نے واقعہ یوں بیان کیا۔

کار کھلی اور خالی سڑک پر اڑتی جا رہی تھی۔ گول چکر کے قریب اس نے ملحقہ سڑک پر مڑتے ہوئے گاڑی فٹ پاتھ پر چڑھا دی۔ گاڑی روکنے سے پہلے پہلے چار جسم اس کی زد میں آ چکے تھے۔ تین لڑکے مینجمنٹ کے اور دو قانون کے آخری سال کے طالب علم ہیں۔ ڈرائیور کو حال ہی میں امریکی ویزا مل چکا ہے۔ اس نے اپنے والدین کو اپنے وکلاء کے توسط سے انفارمیشن ٹیکنالوجی میں بہترین کیریر کا یقین دلا رکھا ہے۔ سڑکوں، بازاروں میں، عام آدمی کے ہونٹوں پر یہی قصہ ہے۔ اخلاقی گراوٹ کا رونا چل رہا ہے کہ نئی نسل کیسی اٹھ رہی ہے (یا یہ نسل کہاں جا رہی ہے)۔ ایڈیٹر کے خطوط میں کئی پیشہ ور لکھاریوں نے غیر ملکی کاروں پر اپنا غصہ جھاڑا ہے کہ یہ بھارتی سڑکوں اور اخلاق، دونوں کو بیک وقت نقصان پہنچا رہی ہیں۔ ملزموں کے رشتہ داروں اور ان کے وکلاء پر مشتمل ایک چھوٹا سا گروپ اپنی جگہ واویلا مچا رہا ہے کہ ان ذہین فطین بچوں کا چمکتا دمکتا مستقبل کہیں تیرہ و تاریک نہ ہو جائے۔

شیو کو مٹسوبشی کار میں سوار ایسے ہی ہنگامہ آرا لڑکوں کا خیال آتا ہے جو مینا کے لئے خریدی ہوئی بیساکھی لاتے ہوئے اس سے راستے میں ٹکرائے تھے۔ مٹسوبشی یا مرسیڈیز کا برانڈ نیم بے معنی ہے۔ مذکورہ کار عموماً مہنگی، غیر ملکی، بڑی یقیناً اس کی کار سے زیادہ بڑی۔ (ماروتی تو ڈھٹائی کے ساتھ درمیانے طبقے سے منسلک ہے) اہم بات یہ ہے کہ اس کے مالک خود بڑے لٹیرے ہیں۔ وہ لانسر والے بدمعاشوں یا ہیروز کو بھلا کیسے بھلا سکتا ہے؟ ان کے چہروں پر موجود ایک جیسے ماسک، وہ زندگی بھر نہیں بھلا سکتا۔ خطرے، حقارت اور تلذذ کا عجیب و غریب امتزاج لئے وہ ماسک اس کے ذہن کے پردے سے چپک کر رہ گئے ہیں۔ ان کا یہ بے ہودہ اعتقاد کہ وہ ہر حال میں چھا کر رہیں گے۔ کوئی قانون یا کوئی شخص انہیں چھو بھی نہیں سکتا۔ ان کے غیض و غضب، ان کے جارحانہ اطوار اور جان لیوا بوریت کے آگے ہر کوئی بے بس ہے۔

لیکن ایک تشکیل پائی کہانی کے طور پر، کہانی کی کھلتی ہوئی پرتیں، شیو کو مزید الجھا دیتی ہیں۔ لانسر والے لڑکوں کا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔ ان کی خطرناک موجودگی، اس کے

اپنے بالکل نزدیک اور وہ انہیں مذاق سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔اس کی استہزائی حس ان سے بالکل متاثر نہیں ہوتی۔ آپ اس سوال کو کیسے ترتیب دیتے ہیں: ایک آدمی کم از کم دوسرے لوگوں کے لئے کیسے پرلطف اور حیرت انگیز ہوسکتا ہے؟

اور دوسری اخباری کہانی شیو کو وہ لطف اور سکون بخشتی ہے، جس کا وہ ہمیشہ خواہاں ہوتا ہے۔ کہانی کا زیادہ تر حصہ مہمل اور بکواس ہے۔ یہ اور بات اس سے بھی جذباتیت سے متعلق بحث کے اتنے ہی شاخسانے ابھرتے ہیں جتنے کہ لانسر والے لڑکوں کو طیش دلانے والے معاملے میں تھے۔

مس انڈیا، نکسی نامی، بائیس سالہ دوشیزہ، حال ہی میں مس یونیورس بننے کے بعد دہلی لوٹی ہے۔ (نکسی کا کہنا ہے کہ اس کے پتا نے پہلی دفعہ امریکہ کا دورہ اس وقت کیا تھا۔ جب نکسن وہاں کے صدر تھے)۔ ہر جگہ یہی بات چل رہی ہے کہ بھارتی حسن پوری دنیا پر حکمرانی کرتا ہے لیکن نوجوان نکسی مطمئن نہیں۔ ہاتھوں میں شاہانہ سفید دستانے اور سر پر مصنوعی ہیروں کا تاج پہنے، وہ ہنگامہ خیز پریس کانفرنس منعقد کرتی ہے۔ اس کی ہر چیز...... وہ فخریہ اعلان کرتی ہے۔ اس کے اپنے دیس کی ہے۔ اس کا سٹرپی جھل مل کرتا لباس، اس کے بال، ناخن اور دانت، غرض ہر چیز بھارتی صناعی، کاریگری اور ڈیزائننگ کی مرہون منت ہیں۔ ان سبھی چیزوں کو آج کے موقع کی مناسبت سے بنایا گیا ہے۔

مقابلہ حسن کے انعقاد کے بارے میں الٹے سیدھے سوال کرنے والے بے وقوفوں کے بارے میں سوال کئے جانے پر البتہ وہ کچھ روہانسی ہو جاتی ہے۔ ''میرا خیال ہے ان کی سوچ خاصی منفی ہے۔'' وہ بڑے اعتماد سے کہتی ہے۔ ''ایک چیز ایسی بھی ہے جسے بامقصد خوبصورتی کا نام دیا جاسکتا ہے۔''

نکسی کا کہنا ہے کہ وہ دہلی، ایک عہد لے کر، لوٹی ہے۔ وہ اپنی ساری زندگی مدر ٹریسا کے مشن ہاؤسز میں گزارنا چاہتی ہے۔ تاہم ظاہر ہے اسے ملکہ حسن کا ایک سالہ دور تو پورا گزارنا ہی ہوگا۔

ایک سنگدل رپورٹر اس سے چبھتا ہوا سوال کرتا ہے کہ ملکہ حسن کی حیثیت سے اس کا یہ سال، کس طرح اس کی باقی ماندہ زندگی کے منصوبوں کو آگے بڑھائے گا؟

''خیراتی کاموں کے لئے میری تربیت میں، یہ سال بڑا اہم ثابت ہوگا۔'' نکسی کہتی

ہے۔''یہ مجھے تجربہ بخشے گا جس سے مجھے ہر طرح کے انسانوں سے میل جول میں آسانی ہوگی''

حبس زدہ موسم' اگلے ہفتے بھی جاری رہتا ہے۔ تازہ ترین خبروں میں' مینا کی پسندیدہ خبریں...... نکسی اور لانسر والے لڑکوں کی داستان ہوش ربا...... اخباروں میں زیادہ جگہ گھیرنے کے لئے بدستور ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ تاہم مینا کے لئے زیادہ دلچسپی کا باعث' دو جادوگروں کا...... اخبار کے ذریعے' ایک دوسرے کو...... چیلنج کرنا ہے۔ ان میں سے ایک' معروف اور جہاں دیدہ جادوگر نے اخباری رپوٹروں کے سامنے تاج محل کو پنتالیس سکینڈ تک نگاہوں سے اوجھل کرنے کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کو دعوت مبارزت دینے والے نوجوان جادوگر کا کہنا ہے کہ تاج محل تو کوئی بات نہیں' وہ پارلیمنٹ کی عمارت کو' سیشن کے دوران' ساٹھ سیکنڈ کے لئے نظروں سے غائب کر سکتا ہے۔ بقول اس کے بھارتی ریاست' ساٹھ سیکنڈ تک' پارلیمنٹ کی عدم موجودگی کا مشاہدہ کرے گی۔ مکمل طور پر ایک بے حکمران منٹ۔

''اگر میں عورتوں کو غائب کر سکتا ہوں۔'' وہ شیخی بگھارتا ہے''تو یہ کیا مشکل ہوگا؟''

مینا کو جادو والا اور ایک منٹ کے لئے غائب کر دینے کا عمل خاصا دلکش لگ رہا ہے لیکن یہ بات تو خود جادو والا بھی مانے گا کہ جادو مستقل نہیں ہوتا۔ مینا اور شیو اگرچہ جادو والا کے کرتب سے محظوظ ہو رہے ہیں تاہم شیو کے لئے لمحاتی مہلت اپنے ناگزیر اختتام کی جانب بڑھ رہی ہے۔ یونیورسٹی اور اس کا تنازعہ اگرچہ شیو نے ایک مشتبہ سے طلسم کے ساتھ' ان دونوں کو ہی پردہ تغافل میں ڈال رکھا ہے' ایک خصوصی پیغام بر کے ذریعے' واپس اسی کی جانب محو سفر ہے۔

شیو پچھلے کچھ دنوں امن کے وقفے اور لمحات کی الٹی گنتی کے متعلق کچھ نہ کچھ سنتا رہا ہے مگر اس کے اور مینا کے درمیان اس مسئلے پر کوئی بات نہیں ہوئی۔ الارم کلاک تکیے میں لپٹا ہوا ضرور ہے مگر اس کی ٹک ٹک بدستور جاری ہے۔ ان کا عہد' زندہ و پائندہ' ان کے درمیان۔ اپنے ادھورے پن کے باوجود...... پوری طرح موجود ہے۔ جلد ہی' اس انتخاب کو حقیقی زندگی میں اپنانا پڑے گا' اس انتخاب کو با آسانی کالعدم نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے لفظوں میں اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ ٹک ٹک کو مزید اور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

دروازے کی گھنٹی بجتی ہے۔ ببلی دروازے کی طرف لپکتی ہے۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے۔ براؤن رنگ کا سرکاری لفافہ 'یونیورسٹی لوگو سے مزین' شیو کے نام آیا ہے۔ یہ خط شعبے کے سربراہ یا فیکلٹی ڈین کی جانب سے نہیں بلکہ یونیورسٹی کے شین زدہ 'تحفظ پسند وائس چانسلر کی طرف سے ہے۔

خط سرکاری زبان کی پیچیدگی میں اس حد تک ملفوف ہے جیسے اس کا ارسال کنندہ اور وصول کرنے والا دونوں ہی لافانی ہیں۔ کسی دیوتا کی آواز محسوس ہوتی ہے۔ کسی ریاکار دیوتا کی کھوکھلی آواز شاید کسی ایسے میگا فون کے ذریعے آ رہی ہے جسے زمین اور آسمان کے درمیان کہیں روک دیا گیا ہے۔

یہ غیر انسانی اور نا قابل فہم آواز شیو سے کہتی ہے؟ ''وسطی دور کی تاریخ پر ہمارے نصابی مواد سے متعلق حالیہ واقعات انتہائی افسوناک ہیں۔'' اس کی نظر سے اوجھل مگر بے رحم انگلی اوپر کو لہرا کر آگے چل دیتی ہے۔ ''یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جس سے یونیورسٹی بدنام ہو سکتی ہے۔''

حکم نامہ ایک تعمیری تجویز کے ساتھ اختتام پذیر ہوتا ہے' کسی درمیانے درجے کی ہندی فلم کی طرح......ٹیکس اڑانے کی سہولتوں کے ساتھ......حب الوطنی کا سبق دیتے ہوئے'' جو بھی کچھ ہم لکھتے ہیں یا پڑھاتے ہیں' ہمیں اس کی توضیح' تشریح اس طرح کرنی چاہیے کہ اس میں اپنے وطن کی ایکتا کے بارے میں کسی تشکیک یا پیچیدگی کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ مزید براں ہماری کسی بھی بات یا تحریر کے فیصلہ کن اثرات نہیں ہونے چاہیں۔''

یہ تو بنے بنائے کسی خاکے کو...... جہاں فوٹو گرافر نے جان بوجھ کر فیلڈ کی گہرائی دکھائی ہو......بس دیکھنے کی زحمت دینا ہی ٹھہرا۔ تاریخ' ایسے پیش منظر میں......حال ہی میں جو کچھ شیو کے یونیورسٹی کے کمرے میں واقع ہوا......اپنے فوکس سے بالکل ہی ہٹی ہوئی ہے۔ اس افسوسناک واقعے کے بارے میں' خط میں ایک لفظ بھی نہیں۔ ان فیصلہ کن اثرات میں شیو کے کمرے کی تباہی و بربادی محض ایک فٹ نوٹ یا ضمنی سا واقعہ ٹھہرتا ہے۔ پس منظر میں فوکس کیا گیا افسوسناک واقعہ درحقیقت اب بھی اصل گناہ ہے۔ اس کا سبق' اس کے الفاظ' روشنی کے ناپسندیدہ جھماکے' دہشت انگیز سکینڈل' بلاوجہ کے ہنگامے' فساد اور ''سیاست'' کو یونیورسٹی میں لانے کا باعث بنے۔

''حیرت ہے' یہ خط وی سی کے لئے کس نے لکھا ہوگا۔'' شیو مینا سے کہتا ہے۔''میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کے کسی کھوسٹ لکھاری کو'ابہام'' کا پتہ ہوگا۔ اپنے تمام تر غیر متعصّبانہ دفتری ماحول کے باوجود یہ یقیناً سربراہ یا ڈین ہی کا کام ہوگا۔''

لیکن مینا کو سرکاری خط وکتابت جیسی لغویات میں کوئی خاص دلچسپی نہیں۔''اصل سوال'' وہ اس سے کہتی ہے۔''جلد ہی سامنے آجائے گا لیکن ہوگا آف ری ریکارڈ۔تحریری نہیں ہوگا۔ ممکن ہے ٹیلی فون آجائے۔ممکن ہے آمنے سامنے کوئی بات ہو۔نہ جانے کس طرح کا پریشر ہو' کیسا جبر ہو......'' وہ بات کرتے کرتے رک جاتی ہے۔اس کی فاختہ جیسی معصوم آنکھوں میں اچانک کایاں پن اور چالاکی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ پھر وہ واضح انداز میں حملہ آور ہوتی ہے۔''کیا تم میڈیا سے رابطے ختم کرنے جارہے ہو؟ چھٹی بڑھوا رہے ہو یا استعفیٰ دے رہے ہو؟''

شیو باتھ روم کے آئینے کے سامنے کھڑا شیو بنا رہا ہے۔جوش اور تناؤ کی ملی جلی سی کیفیت ہے اس کے پیٹ میں کھد بدسی ہو رہی ہے۔اپنے کند ذہن گارڈ کے ساتھ' یونیورسٹی جانے کے لئے' ابھی کئی گھنٹے پڑے ہیں۔لیکن اس کی محسوسات ایک ایسے طالب علم کی سی ہیں جو اس سارے زمانے میں کمرہ امتحان میں ہی موجود رہا ہو اور اس کی کوشش رہی ہو کہ وہ تمام تفصیلات زیادہ سے زیادہ صحیح انداز میں یاد رکھے' پھر وہ دعا کر ڈالے جس کے ذریعے صحیح الفاظ طلسمی طریقے سے بروقت نمودار ہو جائیں' چاہے اس کے سامنے موجود سوالات کی نوعیت کتنی مشکل کیوں نہ ہو۔

وہ برش سے جھاگ کو اچھی طرح پھیلاتا ہے' ریزر اٹھانے کے لئے پیچھے مڑتا ہے تو اس کی نگاہیں کھڑکی سے باہر آسمان کے منظر پر جا ٹکتی ہیں۔ دہلی میں اگرچہ ابھی گرمی ہے لیکن آسمان خاصا بے رنگ اور بجھا بجھا نظر آتا ہے۔دھوپ میں بھی وہ تیزی' طراری یا حدت نہیں جو ان دنوں اس کا خاصا ہوتی ہے۔

اس نظارے میں کوئی چیز بڑی مانوس سی لگتی ہے۔روشنی میں جذب ہوتا مٹیالا پن اور پھر اس کا خود بخود نظر سے غائب ہو جانا۔

شیو دوبارہ آئینے کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور ریزر کو اپنے چہرے تک لے جاتا ہے۔شیو

کرنے کے بعد، وہ بڑی احتیاط سے اس کا معائنہ کرتا ہے۔ جانے کیا سوچ کر، وہ اپنی سرمئی مونچھوں پر بھی شیونگ فوم لگاتا ہے اور انہیں صاف کر ڈالتا ہے۔ بالوں کے بغیر اس کا چہرہ حیرت انگیز طور پر اپنے پتاجی کی آخری تصویر کی شباہت لئے سامنے آتا ہے۔

اس کے پتاجی۔ نہ جانے ان کے ساتھ کیا بیتی؟ وہ کہاں چلے گئے؟ ہر دفعہ یہی سوالات اس کی نظروں کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ لاینحل سوالات، حالانکہ وہ ہزاروں بار ان کے بارے میں سوچ چکا ہے۔ اس کے ذہن میں ان سارے تصوراتی خاکوں کا بالترتیب کیٹلاگ موجود ہے۔ جہاں اور جب چاہو، اسے باہر کھینچ لو اور اس کے متعلق غور و فکر شروع کر دو۔ بسیط ماضی کے قیاس انگیز افسانے، ایک ایسے رسم الخط میں لکھے ہوئے ہیں جسے آج کا انسانی علم کہیں گم کر بیٹھا ہے۔ بعض اوقات شیو کو لگتا ہے۔ جیسے وہ آہستہ آہستہ اپنی یادداشت کھوتا جا رہا ہے۔ اس کے پتاجی بھی غالباً اسی صورت حال کا شکار ہوئے تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر سے مشورہ کیا ہوگا کسی ماہر نفسیات سے ملاقات کی ہوگی یا ممکن ہے، وہ اسے محض اپنا واہمہ قرار دے کر بھلا بیٹھے ہوں۔ ممکن ہے ڈاکٹر ان کی تشخیص میں کامیاب ہو گیا ہو۔ کسی عجیب و غریب بیماری کا نام لیا ہو، جس سے بچاؤ کا کوئی راستہ ممکن نہ ہو۔ اس کے پتا نے ایسی صورت حال میں کیا سوچا ہوگا، کیا انتظامات کئے ہوں گے۔ تفصیلات میں جانے کے بجائے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ اپنے دیمک زدہ اور گرداب انگیز ماضی سے ہی جان چھڑانے کی فوری کوشش کی جائے یا اسے اس سے ملنے کے لئے آگے (یا پیچھے) کی جانب جانا چاہیے، اس کا حصہ بن جانا چاہئیے، یعنی ماضی بن جانا چاہئیے۔ بہادرانہ تناظر تو کچھ اسی طرح کا ہوگا۔ ایک دوسرا تناظر بھی ہے، اچھا خاصا دلچسپ، جس میں اس کے کمر خمیدہ پتاجی کا خاکہ مرکزی ہے۔ یہاں وہ نسیان کا شکار نہیں بلکہ طبی تشخیص کے مطابق دل کی بیماری مبتلا ہیں۔ جس ملک کے لئے وہ اپنی ساری عمر جدوجہد کرتے رہے، وہ انہیں پہچانتا تک نہیں۔ انکی جانی پہچانی دنیا، انہیں چھوڑ کر نہ جانے کہاں غائب ہو گئی ہے۔ بات کو کیوں بڑھایا جائے اگر کوئی اس کی آواز سنتا ہی نہیں؟ اگر وہ ڈائنوسار بن کر رہ گیا ہے تو اسے بھی اپنے آزادی پسند ساتھیوں کے ساتھ جا ملنا چاہئے۔ جن کی زندگیوں کے چراغ بجھ چکے، جن کے خواب ان کے مجسموں کے ساتھ ہی پتھرا کر رہ گئے اور اب ان کے گرد پرندوں کا جمگھٹا ہے یا ان پر جمی خشک مٹی ہیں۔

نہرو، جسے اس کے پتاجی بڑے جذباتی انداز میں آزاد ہندوستان کی علامت قرار دیتے

MashalBooks.org

تھے' اپنی گرفت کھوتا جا رہا ہے۔ یہ 1947ء نہیں ہے جب پارٹیشن کے کھنڈرات میں سے فتح کا اجالا نمودار ہو رہا تھا' خون میں لتھڑی سرزمین پر پڑی امید' ہمت اور حوصلہ لئے اپنا سر بلند کر رہی تھی۔ یہ 1962ء ہے' قوم پرستی کا جذبہ کب کا ہوا ہو چکا ہے۔ نئی جمہوریہ اپنے تانے بانے تیزی سے بن رہی ہے۔ نسبتاً مراعات یافتہ طبقہ' جسے آزادی اور خودمختاری کے تصورات سے ذرا بھی لگاؤ ہے' یہ سب کچھ اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ شیو ان سارے تصوراتی کارڈز کو واپس الماری کے کسی شلف میں پھینک دے اور ان کی علامات یا رمز کو عقیدہ لایعنی اور بکواس سمجھ کر' انہیں قبول کرنے سے انکار کر دے

اب ایک ہی تناظر باقی رہ گیا ہے جس میں کہانی بالکل سیدھی سادی ہے۔ آدمی اس میں منظر سے غائب ہو جانے کا انتخاب نہیں کرتا۔ مقدر اس کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ وہ انگلی تک نہیں اٹھا پاتا۔ وہ محض ایک شکار ہے' ایک عدد اور بس۔ انتہائی ناتواں اور غیر محفوظ۔ اپنی ہلاکت کو خود ہی دعوت دیتے ہوئے' وہ (اس کے پتا جی) مجنونانہ انداز میں ادھر ادھر پھر رہا ہے۔ ٹرین کو پانچ منٹ وہاں ٹھہرنا ہے۔ وہ شاید پینے کا پانی بوتل میں بھرنا چاہ رہا ہے یا اپنے باقی ماندہ سفر کے لئے کوئی کتاب وغیرہ لینا چاہتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ٹرین ٹوائلٹ کے بجائے پلیٹ فارم پر کسی ٹوائلٹ کا متلاشی رہا ہو۔

پھر اچانک کہیں سے اس کی تھوڑی پر پڑنے والا گھونسا یا اس کی پشت میں پیوست ہوتا خنجر' ماضی اور مستقبل کو' ان کے درمیان سارے رابطوں کو لمحہ بھر میں ملیامیٹ کر ڈالتا ہے۔ ممکن ہے کسی گندے کپڑے کو اس کی گردن میں لپیٹ کر بری طرح کس دیا گیا ہو۔ ایک عوامی جگہ ڈاکا یا قتل کی واردات۔ اس سارے کام میں دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ چند منٹ' صرف چند منٹ کے لئے' زمین پر گرتے ہوئے آزادی کے سپاہی کے لئے دنیا پاگل سی ہونے لگتی ہے۔

داغ پھیلتا ہے' بھورا رنگ سرمئی ہوتا جاتا ہے۔ آسمان سیاہی مائل دکھائی دیتا ہے۔ وہ طوفان' جس نے پچھلے ہفتوں سے شیو کو ہلا رکھا تھا' اس کی دنیا کو زیروزبر کر کے' آگے بڑھ چکا ہے۔ اسے آسمان میں' پودوں میں' غرض فطرت میں ہر جگہ بہتر مقابل مل گئے ہیں کیونکہ یہ

سارے عناصر ہر قیمت پر اپنے وجود کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔

شیوؔ نیچے ریکھا کے باغیچے میں جاتا ہے۔

اگرچہ بے موسمی طوفان کی ابھی ابتدا ہی ہوئی ہے تاہم باغیچے کے بہت سے نوخیز پودے اس کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ موسم سرما سرسبز' اجاڑ' بنجر اور خزاں رسیدہ دکھائی دیتا ہے۔ سربستہ راز سرگوشیاں اور پھر مستقل دہشت انگیز سکوت' ایک اور طوفان' بے موسم اور تہلکہ خیز طوفان اس کے ذہن کے پردوں میں محفوظ ہے' شاہراہوں پر لٹکے ہوئے کپڑوں کے بینرز کی طرح۔ طوفان کا آغاز اس روز ہوا تھا جس روز اس کے پتا سفر سے اپنے گھر نہیں لوٹے تھے۔ شیو ساری زندگی انہیں تصوراتی خاکوں کو باہم مرتب کرنے میں لگا رہا کہ انہوں نے کیا کیا' کیا کہا اور وہ کیسے تھے۔ لیکن وہ دن اسے بھی یاد نہیں' جس دن اس نے انہیں کھو دیا تھا۔ تمام تصوراتی ترتیب اس نکتے پر آ رکتی ہے جب سہ پہر کے وقت آسمان پر اچانک اندھیرا سا چھا جاتا ہے۔

شیو کو بس یہی طوفان یاد رہتا ہے۔ اسے قطعاً یاد نہیں کہ اس کے چچا نے اسے یہ خبر کیسے سنائی تھی' اس کی ماں کی ہولناک چیخ و پکار یا اس کا اپنا ردعمل کیا تھا۔ خود اپنا دکھ اسے معلوم نہیں۔ اسے بس اسی طوفان کا پتہ ہے جسے وہ اس وقت دوبارہ دیکھ رہا ہے۔

درخت بری طرح ہل رہے ہیں۔ ہوا کی بے آواز سرسراہٹ۔ دہشت ناک راز۔ ایک بار پھر وہ بارش کا شور سنتا ہے' گو ابھی بارش اسے دکھائی نہیں دے رہی۔ زرد زہریلی مکھیاں' جھنڈ در جھنڈ' غضبناک انداز میں ایک ہی دائرے میں گھوم رہی ہیں۔ روشنی میں عجیب چاندی کی سی چمک ہے۔ کچھ اس طرح کی روشنی جس میں خواب نشوونما پاتے ہیں اور پھر ڈراؤنا پن ان پر غالب آ جاتا ہے۔

شیو خود کو برف کی طرح منجمد محسوس کرتا ہے۔ اس کے اعضاء میں تناؤ سا آ جاتا ہے۔ مینا اسے کمرے سے آواز دیتی ہے۔ شاید اسے محسوس ہو گیا ہے کہ یادداشت میں موجود خوفناک خواب' شیو کے اپنے بھلے کے لئے خود کو آشکار کرنا چاہتا ہے۔ وہ مڑ کر دیکھتا ہے۔ وہ بیساکھی کے سہارے انتہائی متوازن انداز میں کھڑکی کے ساتھ کھڑی ہے۔

کھڑکی کے پردے اور شیشے' دونوں ہی کھلے ہوئے ہیں۔ لیکن کھڑکی کی جالی اس کے اور خارجی متحرک دنیا کے مابین مائل ہے۔ شیو کے ذہن میں بلیک اینڈ وائٹ فلموں کا وہ منظر

MashalBooks.org

کوندنے لگتا ہے جس میں زرق برق لباسوں میں لدھی پھندی' اعلیٰ طبقے کی خواتین ......اپنے عالیشان محلات میں بند......بیٹھی موت جیسی اکتاہٹ لیے دکھائی دیتی تھیں۔ تراشیدہ دیواروں میں موجود سوراخوں یا جھروکوں سے خارجی دنیا کا نظارہ کرنا......حقیقی دنیا' جہاں مردوں کا عمل دخل اور تسلط ہے......ہی ان کی واحد تفریح تھی۔

شیو مینا کو ساتھ لے کر' ایک قدم نیچے' باغیچے میں آ جاتا ہے۔ وہ خاصی بھاری بھرکم ہے' اس لیے اسے نیچے لانا ایک مرحلہ ہے۔ اس کا ذرا ادھر ادھر ہونا' شیو کو ڈگمگا کر رکھ دیتا ہے۔ ''مجھے کوئی ہلکا پھلکا ہونے کا طعنہ بہرحال نہیں دے سکتا۔'' وہ لمحے بھر کو چہکتی ہے مگر خوبصورت باغیچے کی بگڑی اور اجڑی شکل دیکھتے ہی خاموشی اس پر طاری ہو جاتی ہے۔

انہیں کوئی دردناک' کراہتی آواز سنائی دیتی ہے جیسے کوئی ضعیف اور خستہ حال آدمی موت کے منہ میں جا رہا ہو۔ پھر مسلسل کھڑکھڑاہٹ جیسے کوئی آراستہ عمارت ٹوٹ پھوٹ کر نیچے بیٹھ رہی ہو۔ لیکن ہوا دراصل یہ کہ پپیتے کا نرم و نازک پودا' اپنے تنے کے پاس سے ٹوٹا اور اس کا اوپری حصہ آرام سے زمین پر آ رہا' کسی فضول اور ناکارہ شاخ کی طرح۔ اگلے ہی لمحے' انہیں پرسکون سرسراہٹ سنائی دیتی ہے۔ رات کی رانی کا خوشبودار پودا نیچے کو جھکتا ہے اور اردگرد کی زمین پر چھا جاتا ہے۔

موروں کی گھبراہٹ زدہ چہکار فضا میں گونجتی ہے۔ خود کو بچانے کے لیے' وہ بھاگنے دوڑنے اور اڑنے کی کوشش میں' اپنی طویل دم کے ساتھ پھدکتے دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم تحفظ کا احساس ہوتے ہی' ان کی چہکار میں پرسکون تبدیلی آ جاتی ہے اور وہ لہلہاتے مسکن کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ ترنگ' خوشی اور اطمینان ان کے لہجے سے ظاہر ہو رہے ہیں۔

مینا شیو کی جانب پلٹتی ہے۔ اپنا ہاتھ اس خالی جلد تک لے جاتی ہے جہاں کبھی اس کی مونچھیں ہوا کرتی تھیں۔ پھر اس کا ہاتھ حرکت کرتا ہوا' اس کے سر پر پہنچ جاتا ہے اور انتہائی پیار سے اس کے بالوں میں اٹکے خشک پتوں کو باہر نکالتی ہے۔ شیو نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔ وہ لمحہ بھر کو یہ بات ذہن سے نکال دیتا ہے کہ اس کے بال کم ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ اس کی بڑھتی ہوئی توند اور گنجے پن کی حد سے کہیں آگے تک' اسے پہلے ہی جان چکی ہے۔

بچے کے چہرے والا بھی ان سے آ ملتا ہے۔ اسے بھی فطرت کی گنگناتی موسیقی عقبی

دالان میں کھینچ لائی ہے۔ گھر کے سامنے موجود وحشیانہ انداز میں سرسراتے خیمے سے باہر نکل کر' گویا اس نے خود پر لدی پریشانی اور اکتاہٹ کو فراموش کر ڈالا ہے۔ اس وقت اس کے چہرے پر وہی طفلانہ اور پرامید چمک دکھائی دیتی ہے جسے وہ عموماً اپنے پسندیدہ ٹی وی شو کے لئے بچائے رکھتا ہے۔

مینا شیوا اور بچے کی شکل والا' تینوں اکٹھے ہی طوفان سے گزرتے ہیں۔ مینا کے چہرے پر اس طوفان کی شدت' اس کی سرسراہٹ اور اس سے پیدا شدہ واضح جذباتی رنگ اور تلذذ پوری طرح عیاں ہیں۔ وہ اپنا چہرہ اوپر کو اٹھائے' شیو کے سامنے لے جاتی ہے۔ طوفان یا ان کے متعلق شیو کی یادیں' پھر کبھی ایسی نہیں ہو پائیں گی۔ اپنے پتا کی آخری رسومات ادا کرنے کا انداز کچھ ایسی ہی ہونا چاہئے۔

موروں کی دکھ بھری چہکار تحلیل ہوتے اور طوفان کی شدت کے خاتمے کے ساتھ ہی شیو کو یوں لگتا ہے جیسے وہ اپنے پتا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ رہا ہے۔ اس کے ذہن میں بسی' ان کی یادیں...... ٹکڑوں میں بکھرے تصورات' لمحاتی خاکے' بہت سی خالی جگہیں' کھلتے اور بکھرتے ٹانکے' کھلتی گتھیاں...... بالآخر اس کی گرفت سے باہر ہو رہی ہیں۔ عین اس وقت جب شیو اپنے پتا جی کے نظریات کے مطابق زندگی گزارنے کے قابل ہو رہا ہے چاہے وہ مصنوعی ہیروانہ انداز میں سہی...... اس کے پتا جی اس طوفان کے ساتھ' اس سے جدا ہو رہے ہیں۔ اور شاید' اس بار لگتا ہے' ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

اپنے پتا جی کے غائب ہونے کے کچھ ماہ بعد' شیو نے ایک بار ان سے رابطہ کرنے کی کوشش بھی کی۔ شیو کی ماں کو یقین تھا کہ وہ زندہ ہیں اور ایک دو دن میں' مہینے یا سال بھر میں' ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی پیغام آ جائے گا۔ یہ صرف ان کا یقین ہی نہیں تھا بلکہ ان کے عقیدے کا حصہ تھا' جسے انہوں نے کبھی نہیں چھپایا۔ تین سال تک انہیں یقین کامل رہا۔ وہ جاگتے میں اپنا زیادہ تر وقت اپنے پوجا کے کمرے میں گزارتیں۔ پھر ایک دن' وہ گھر میں کسی کو خبر کیے بغیر' خاموشی سے رخصت ہو گئیں جیسے انہیں شرمندگی ہو کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے گھر واپس لانے میں ناکام کیوں ہو گئی ہیں یا دیوتاؤں نے ان کی التجاؤں کو درخور اعتنا کیوں نہیں سمجھا۔ شیو نے انہیں پوجا کے کمرے میں' فرش پر آنکھیں موندے ہوئے بیٹھا پایا۔ روح ان

کے جسم سے پرواز کر چکی تھی۔ انہوں نے پیتل کی گھنٹی کو اتنی سختی سے پکڑا ہوا تھا کہ ان کے مردہ ہاتھ سے اسے چھڑانا خاصا کٹھن لگا۔

شیو کے چچا خیالی عمل کے قائل نہیں تھے۔ انہوں نے یقین اور لگن کے اس انداز کی بالکل حمایت نہیں کی۔ شیو کے پتا جی کے غائب ہونے کے ایک ماہ بعد انہیں روح قرار دے دیا گیا۔ اس کے چچا اس کے سرپرست بن گئے۔ شیو نے بظاہر اس عمل کی مزاحمت کی مگر خفیہ طور سے وہ پتا جی کے مقابل چچا کی حمایت کرتا رہا۔ انہوں نے جب اس کے پتا جی کی وفات کا بتایا تو شیو کو اسی لمحے یقین آ گیا۔ شیو چاہتا تھا کہ اس کی ماں بھی ان کی زندگی کی امید ختم کر دیں۔ کیونکہ یہ امید ان کے درمیان ایک بہت گہرے گھاؤ کی طرح تھی۔ اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ اس کی ماں اس گھاؤ کے ساتھ زندگی گزارنے کے بجائے کوئی بہتر تصور اپنائیں۔

شیو کے چچا کی بیٹی روہنی ...... عمر میں شیو سے دو سال بڑی ...... نے یہ شیخی بگھاری کہ اس نے روحوں کو بلانے کا تختہ تیار کیا ہے اور وہ مردوں سے گفتگو بھی کر سکتی ہے۔ ایک رات وہ سب لوگ ...... چچا زاد بہن، اس کی بہن، شیو اور اس کے دوست ...... دائرے کی شکل میں، ایک بند کمرے میں بیٹھ گئے۔ روشنیاں بجھا دی گئیں۔ تنہا ایک موم بتی کی مناسب روشنی، بورڈ پر موجود انگریزی کے حروف تہجی اور اس پر بطور کاؤنٹر استعمال ہونے والے روپے کے سکے پر، جھلملا رہی تھی۔ شیو کا دایاں ہاتھ بورڈ پر رکھا تھا۔ دوسروں نے اپنے اپنے ہاتھ، سکے سے کچھ فاصلے پر موجود، اس کے ہاتھ کے اوپر رکھ دیئے۔

''انکل!'' چچا زاد نے سرگوشی میں سکے سے پوچھا۔ ''کیا آپ اپنے بیٹے شیو کو کچھ بتانا چاہتے ہیں؟'' وہ انتظار کرتے رہے۔ موم بتی سے کچھ بے ربط سی سرسراہٹ انہیں سنائی دی لیکن انہیں وہاں موجود لوگوں کی سانسوں کے سوا اور کوئی حرکت محسوس نہیں ہوئی۔

شیو دوبارہ اپنے پتا جی کی ناکامی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ بہت سے ہاتھوں تلے دبے ہونے کے باوجود، اس نے اپنا ہاتھ آہستگی سے سکے کی جانب بڑھایا۔ اس نے سکے کے سخت کنارے کو آہستگی سے حرف ''وائی'' کی طرف دھکیل دیا۔ جونہی وہ لوگ حرف ''ای'' تک پہنچے، سناٹا بکھر کر رہ گیا اور کمرے میں گدھے کی تیز اور مسلسل ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز گونجنے لگی۔

وہ کمرے کی کھڑکیاں بند کرنا بھول گئے تھے۔ انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ قریبی

میدان میں گدھے گھاس چرتے پھرتے ہیں۔ چچازاد نے بورڈ سے نظریں اٹھائیں تو شیو سے جاٹکرائیں۔ پھر اس کا منہ کھلا اور اس میں سے ایک بے ساختہ قہقہہ ابل پڑا۔ فوراً ہی سب لوگ ہنسنے لگے اور ہنستے ہنستے اتنے بے حال ہوئے جیسے اس سے پہلے انہوں نے کبھی گدھے کی آواز ہی نہیں سنی تھی۔

شیو کو بروقت کوئی پیغام نہیں مل پایا' صحیح صورت حال کا پتہ نہیں چل سکا' کوئی اتہ پتہ' کوئی خبر' کچھ نہیں جو خالی امید کی جگہ' وہ اپنی ماں کے ہاتھوں میں تھما سکتا۔ اسے کوئی ایسا راستہ نہیں ملا۔ جس کے ذریعے وہ اپنے پتا کو' صحیح سلامت اپنے گھر واپس لا سکتا یا کوئی ایسی واضح اطلاع مل جاتی جس سے اس کا اپنا دکھ رفع ہو سکتا۔ لیکن بعد کے ان سارے سالوں میں اسے معلوم ہے کہ جب کبھی وہ اپنے پتا کو یاد کرتا ہے' وہ اپنی طرف سے ہی نہیں اپنے پتا کی طرف سے بھی بولتا ہے۔ پتا کی آواز' یادوں میں بسی ہوئی آواز' اس کی اپنی آواز کا ہی ایک جزو ہے۔ شیو کے لیے' اس کے پتا کی یہی میراث ہے' یادوں کا تحفہ' وہ ماضی میں ہے' ایک بند کمرے میں' جس کے دروازے دوبارہ کبھی نہیں کھلتے۔ تاہم شیو انہیں دیکھ سکتا ہے۔ وہ انہیں اور ماضی کے کسی بھی کردار کو' جسے وہ یاد کرتا ہے' اپنے ہی جزو کے طور پر پہچان سکتا ہے۔ شیو کا انداز اپنائیت کا ہو یا تنقیدی' یاد کیا جانے والا اور یاد کرنے والا بہرحال دونوں ہی اکٹھے جڑے ہوتے ہیں۔

شیو شعبے میں جانے کا ارادہ ملتوی کر کے تنہا ہی ایک طویل واک پر چل پڑتا ہے۔ ہوا کی تر و تازگی اس امر کا اعلان ہے کہ بالآخر موسم گرما نے اپنی شکست تسلیم کر کے' آتی سردیوں کے لئے راستہ چھوڑ دیا ہے۔ یہ وقت ہے ذخیرہ اندوزی کا۔ شیو اب ایک زندہ اور حقیقی تاریخ دان بن رہا ہے۔ ہمارے زمانے کے ہیروز کے گھرانے کا ایک فرد۔ ہچکچاہٹ زدہ' ناراض اور حادثاتی اراکین سے پر خاندان میں نوارد۔ اس کے پتا اس کے اس مقام کو یقیناً پسندیدہ نظر سے دیکھتے مگر وہ اب اس دنیا میں نہیں۔ بینا بھی واپس چلی جائے گی' اسے چھوڑ کر اپنی معمول کی زندگی گزارنے اور وہ اپنے مقصد کی کٹھن راہ گزر میں' تنہا جو کچھ کر سکتا ہے' کرنے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ اور ریکھا...... اسے واپس آتے ہی ایک ایسے شوہر کا سامنا کرنا ہوگا جس نے وقتی طور پر نت نئے امکانات کی ہنگامہ آرائی بپا کر رکھی ہے۔ وہ اسے حیرت زدہ کر پائے

گی یا اس سے متحیر ہو کر رہ جائے گی؟ یا پھر وہ ان ٹوٹے اور بکھرے ہوئے اجزاء کو اکٹھا کر کے دوبارہ صحیح ترتیب میں جوڑنا چاہے گی؟

لیکن کچھ نہ کچھ اسی طرح رہے گا۔ کوئی نیا پن، جو صرف اسی تک محدود ہو، صرف اس کا ہو۔ وقت تو ہے......ایک دن کا، ایک سال کا یا لمحے بھر کا...... ہر انسانی زندگی میں منتظر مقدر کے جبر کے ہمراہ۔ دریافت کا لمحہ، ناقابل تنسیخ تا کہ جب آپ اپنی عمومی زندگی کی جانب لوٹنا چاہیں تو آپ کو پتہ چلے کہ آپ کی پچھلی زندگی کہیں ادھر ادھر ہو چکی ہے۔

بالآخر، ان گنت مواقع کھو دینے کا طویل ریکارڈ رکھنے کے باوجود، شیو کو وہ راستہ مل ہی گیا ہے، جہاں سے......اگر وہ چاہے تو......ایک لمبی جست لگا سکتا ہے۔ پہلی بار، پرخطر راستہ اختیار کرتے ہوئے وہ اپنے پتا جی کی یادداشت بطور سہارا استعمال کرتا ہے۔ دراصل مینا نے یہ سہارا دوبارہ اس کے ہاتھوں میں دیا ہے۔ اس راستے میں، اس کی لرزتی، کانپتی ٹانگوں میں نئی جان ڈالی ہے، جس کی اہمیت وہ، مینا سے کہیں زیادہ جانتا ہے۔ لاٹھی کا سہارا اب غیر ضروری ہو کر رہ گیا ہے۔ مینا اور اس کے مختلف النوع، غیر متوقع اتحادیوں، اس کے پتا، باسو اور اتہاس سرکھشا منچ کے فکری آزادیوں کے نام ونہاد دلالوں نے......ان سب ہمہ جہتی افراد اور گروہوں نے......اس کی سوچ کا انداز ہی بدل ڈالا ہے۔ تمام سہاروں کو خود سے دور کرنے کے بعد، وہ موجود زمانے میں زیادہ اچھی طرح رہ سکتا ہے۔ تجسس، قیاس آرائی، بحث و تمحیص اور اختلاف رائے کے لیے خود کو پوری طرح آزاد سمجھے، ماضی میں موجود مطلوبہ شے کی قدر پہچاننے اور ہر ممکن انداز میں اسے سمجھنے کے حق کی تجدید کرے۔

MashalBooks.org

12

15-11 اکتوبر

اپنی پلاسٹر زدہ ٹانگ کے ساتھ ایک بار، پھر مینا ماروتی کار میں بیٹھ رہی ہے۔ حیرت انگیز طور پر اس وقت یہ مرحلہ بہت آسان لگ رہا ہے۔ نہ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار ہیں اور نہ ہی اس کی زبان پر وہ بے ہودہ الفاظ ہیں جو شیو کو اس کے رسیلے ہونٹوں سے ٹپکتے قطعاً اچھے نہیں لگتے۔ گاڑی کے اندر گھستے ہوئے، وہ اس کی مدد کرتا ہے، ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے، وہ اپنا بدن چرانے کی کوئی کوشش نہیں کرتی۔ بالآخر وہ دونوں ہی یہ جان گئے ہیں کہ اس سارے عمل کو کیسے زیادہ سے زیادہ آسان بنایا جائے۔ ہسپتال میں بھی ہر چیز اپنی صحیح نہج پر چلتی ہے۔ انہیں بتایا جاتا ہے کہ اس کام کے لیے انہیں کسی مصروف ڈاکٹر کا انتظار کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ کوئی جونیئر ڈاکٹر اور نرس مل کر اس پلاسٹر کو آرام سے ہٹا سکتے ہیں۔

مینا کی خوشی دیدنی ہے۔ ''کمال ہو گیا!'' وہ شیو سے کہتی ہے۔ ''مجھے رینگتے پھرنا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ کیا خوبصورت صبح ہے آج!''

تاہم نوجوان ڈاکٹر جب الیکٹرک ڈرل جیسی کوئی شے ہاتھ میں لئے داخل ہوتا ہے۔ تو شیو چاہتا ہے کہ اس کی جگہ وہاں کوئی تجربہ کارترین ڈاکٹر ہو۔ زیادہ پر اعتماد اور قابل۔ اس نوجوان ڈاکٹر کو تو شاید ڈگری لیے بمشکل دس برس ہوئے ہوں گے۔ لیکن وہ خود کو قابو میں رکھ

کر چپ چاپ کھڑا رہتا ہے۔ اپنے اطمینان کے لئے۔ البتہ وہ اس میز کے قریب ہو جاتا ہے جس پر مینا لیٹی ہے۔ وہ شیو کو دیکھتی ہے' اس کی اندرونی کشمکش اور تلملاہٹ دیکھ کر' ایک ظالمانہ مسکراہٹ اس کے چہرے پر آتی ہے۔ لیکن جب وہ اس کا ہاتھ تھامتا ہے تو وہ بے ردوکد' اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رہنے دیتی ہے۔

مینا اپنا سکرٹ اوپر کو کھینچتی ہے۔ ڈرل ٹانگ کے ساتھ ساتھ پلاسٹر پر چلنا شروع کر دیتی ہے۔ کٹتے اور بکھرتے پلاسٹر کو نرس ہٹا کر' فرش پر گراتی جاتی ہے۔ مینا اپنی کہنیوں کے سہارے اٹھ کر اپنی ٹانگ کا جائزہ لیتی ہے "بہت اذیت ناک تھا' تھا یا نہیں؟" اس کا لہجہ خاصا غیر جذباتی ہے۔

شیو' اس کی بات سمجھنے کے باوجود خاموش رہتا ہے۔ صحت مند ٹانگ کے سامنے اس ٹانگ کی حالت واقعی خوفناک دکھائی دیتی ہے۔ ہلکی سرمئی جلد' مردہ کھال کی پپڑیاں جمی ٹانگ اور اس پر جمے جگہ جگہ دھاگے اور روئی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔ اس ٹانگ کی سطح پر اگتے بالوں کو دیکھ کر' وہ یہ اندازہ بہرحال لگا سکتا ہے کہ دوسری تندرست ٹانگ بھی' فطری طور پر' زیادہ شفاف اور ہموار نہیں ہوگی۔ نرس اس کی چور نظروں کو بھانپ کر' برا سا منہ بناتی ہے۔ اس کی نظریں انتہائی فرماں بردارانہ طریقے سے اس کی ٹانگ سے پھسلتی فرش پر بکھرے پلاسٹر پر جا ٹھہرتی ہیں۔ ہفتوں کی الفت کے باوجود' پلاسٹر کی شکستہ صورت کہیں سے بھی مینا کی ٹانگ جیسی نہیں دکھائی دیتی۔ اس کی خشک سطح پر مینا' ببلی اور شیو کے ہاتھوں وحشیانہ رنگوں کے ذریعے اگایا جانے والا باغیچہ نابود ہو چکا ہے۔ کئی رنگ مٹ مٹا گئے اور کئی دوسرے رنگ پانی پڑنے کی وجہ سے ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے۔ انہیں یک جا کرنے والا' خوابیدہ صبح جیسا تصوراتی باغیچہ' ٹوٹا پھوٹا' فرش پر بکھرا پڑا ہے۔ اس کی اہمیت بھی شاید شکستہ پلاسٹر سے زیادہ نہیں تھی۔ خاکوں میں' ان کے موجود پر شوق رنگ دکھائی نہیں دے رہے۔ باغیچہ' اس میں کھلے رنگ برنگ پھول اور پتے' سب کے سب ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں۔ شیو اس سخت اور خالی خول کی طرف بڑھ کر اسے اٹھا لیتا ہے۔ وہ اس کی اچانک بے ربطگی اور شکستگی برداشت نہیں کر پا رہا۔ اس نے ریشم کے کیڑے کا خالی خول کبھی نہیں دیکھا لیکن اپنے ہاتھ میں پلاسٹر کے اس خول کو دیکھ کر' اس کے ذہن میں اسی کا تصور آتا ہے۔

کچھ دیر بعد' جب وہ مینا کے لئے کار لینے جاتا ہے' تب بھی پلاسٹر کا وہ خول اس کے

MashalBooks.org

ہاتھ میں ہی ہوتا ہے۔ وہ سوچتا ہے۔ ناکارہ' نکما' شکستہ حال۔ ایک ہی حرف کی تین شکلیں۔ عجیب نفرت انگیز تصور ہے۔ اسی سوچ میں غرق وہ خول کوڈگی میں ڈال دیتا ہے۔

خول اتر چکا ہے۔ مینا ایک بار پھر اپنی ٹانگ کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ اپنی خشک اور بدحال ٹانگ پر بھرپور توجہ دیتی ہے۔ وہ اور کملا' باتھ روم میں تیل' لوشن' صابن اور اسفنج کے ساتھ خاصا طویل وقت گزارتی ہیں۔ ٹانگ میں خاصی جان آ گئی ہے۔ اب وہ دوسری کی نسبت کمزور اور دبلی نہیں لگتی۔ پپڑیاں اور جھریاں غائب ہیں۔ اور وہ صحت مند ٹانگ کی طرح شفاف اور ہموار لگ رہی ہے لیکن مینا خاصی سخت کوش اور ذمہ دار لڑکی ہے۔ وہ اپنی بے ڈھنگی ٹانگ پر توجہ کی انتہا کر ڈالتی ہے۔ ساتھ یہ بھی چاہتی ہے کہ دوسرے بھی ایسا کریں۔ ٹانگ کو اس کی خواہش کے مطابق حرکت کرنی چاہیئے۔ لیکن اس وقت وہ بہت پریشان اور بے چین ہوتی ہے جب اسے اپنی ٹانگ نہ صرف درد بھری بلکہ نافرمان بھی دکھائی دیتی ہے "یہ سن کرنہیں دے گی۔" وہ مایوس ماں کی طرح بڑبڑاتی ہے ٹانگ کو زبردستی اپنا حکم ماننے کے عمل میں وہ بے ساختہ اپنے ہونٹ چبا ڈالتی ہے۔

"مجھے پتہ تھا کہ ڈاکٹر نراگاودی ہے۔" وہ تلخ لہجے میں کہتی ہے۔ "اس نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ دوبارہ چلنا کتنا مشکل کام ہوگا۔"

آہستگی اور درد کی شکایات کے باوجود' شیو کو اندازہ ہے کہ وہ جلد ہی دوبارہ چلنے پھرنے لگے گی۔ پلاسٹر کی طرح' جلد ہی بے ساکھی بھی بے کار ہو کر' ایک طرف پھینک دی جائے گی۔ وہ ابھی سے مدد کے لیے بڑھا ہوا اس کا ہاتھ بری طرح جھٹک دیتی ہے۔

"مجھے خود ہی کرنے دو۔" وہ سرسراتی آواز میں کہتی ہے حالانکہ اس کا چہرہ بیچارگی کی تصویر بنا ہوا ہے۔ شیو کی سرپرستی کے دن گنے جا چکے ہیں۔ جلد ہی وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی' آزادانہ چلنے پھرنے لگے گی اور پھر جہاں چاہے گی' چلی جائے گی۔

اور شیو؟ شعبے کے سربراہ سے ملاقات کو التوا میں ڈالنے کا' طوفان ایک بہانہ بن گیا تھا۔ اس دفعہ اس نے بیک وقت سربراہ' ڈین اور وی سی' تینوں سے ملاقات کی درخواست کی ہے لیکن ابھی تک اس نے اس کے لیے کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ ٹانگ کی ہمہ جہت حرکات کی مشقیں' بیساکھی سے جلد از جلد جان چھڑانے کی خواہش' اور کم سے کم وقت میں یہ سب کچھ کر ڈالنے کی بے صبری' معمول کی زندگی کی طرف لوٹنا اور رواں دواں ہو جانا۔ مینا کی ان

MashalBooks.org

مصروفیات ہی میں اس کے روز وشب کٹ رہے ہیں۔ تندرستی اور صحت یابی کا مصمم ارادہ لئے' وہ اپنے پرانے تیز وطرار اور تیکھے موڈ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ وہ پوری یکسوئی سے طاقت اور صحت کی جانب گامزن ہے اور سب سے زیادہ اہم ہے اس کا دوبارہ امڈتا ہوا آزادی کے حصول کا زبردست اور توانا جذبہ۔

آج پھر اتوار ہے۔ چھٹی کا دن۔ شاید وہ سارا دن مینا کے ساتھ گزارے ہوئے وقت ......مہینہ' جب ہر روز اتوار تھا......کی یادیں ذہین میں سجائے گا۔ خالی بیٹھا اپنے ویٹنگ روم کو مقام کفارہ بنائے۔ کملا چھٹی پر ہے۔ بلاحیل و حجت اور بنا گھبراہٹ' شیو نے مینا کے لیے زبردست ناشتہ بنا ڈالا ہے' جیسے ساری زندگی وہ اسی طرح کے کاموں میں جتا رہا ہو۔ میز پر سجے ناشتے کی اشیاء......آملیٹ' مکھن' گرما گرم توس' اورنج جوس' گرم چاکلیٹ......کے درمیان' حالیہ طوفان کا ایک شکار سورج مکھی کا پھول' تن تنہا ایک چھوٹے سے گلدان میں سجا ہے۔ سیب کی قاشیں کاٹ کر'اس نے چھوٹی سی پلیٹ میں رکھی ہوئی ہیں۔

مینا' آہستہ آہستہ' بغیر بیساکھی کے' میز کی طرف بڑھتی ہے جہاں شیو پہلے سے اس کا منتظر ہے۔ وہ بیٹھتے ہی' میز پر سجی اشیاء کو پسندیدگی سے دیکھتی ہے۔ شیو اطمینان کی سانس لیتا ہے۔ پہلے اسے اپنے دم بخود ہونے کا بالکل احساس نہیں تھا۔

وہ ہمیشہ کی طرح' کھانے سے بھرپور انصاف کرتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ ہر ذائقے اور ہر رنگ سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتی ہے۔ شیو' چپ چاپ' کچھ چبانے میں منہمک' مینا پر نگاہ جمائے رکھتا ہے۔ یہی تو ایک صورت ہے جسے وہ اچھی طرح جانتا ہے۔

گرما گرم جھاگ دار چاکلیٹ کا آخری قطرہ تک پی جانے کے بعد' وہ مگ نیچے رکھ کر' اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ ''شیو! رات میری امر سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی۔ اس نے دن بھر کے لیے کسی دوست کی کار لی ہے۔ آج وہ مجھے ہاسٹل واپس لے جانے کے لیے آئے گا۔''

شیو خاموش بیٹھا' اسے خوش ہوتا دیکھتا رہتا ہے۔ اس کی ٹانگ کو دہشت انگیز خول سے نجات مل گئی ہے۔ درد باقی ہے تاہم ہر روز اس میں افاقہ ہو رہا ہے۔ مینا کی آنکھوں میں خوشی کی چمک ہے۔ اب اسے شیو کی کوئی ضرورت نہیں۔ شیو کا اپنا چھوٹا سا مسئلہ ابھی تک حل طلب

MashalBooks.org

ہے لیکن اس نے بھر پور مزاحمت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مینا بھی یہ یقین کر سکتی ہے کہ شیو کو بھی مزید اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

چاکلیٹ کا رسیلا ذائقہ اس کے اوپری ہونٹ پر چپکا دکھائی دیتا ہے۔ ایک اندرونی خواہش اسے' اس کے صاف کرنے پر اکساتی ہے۔ وہ اس کی جانب اس طرح دیکھتا ہے جیسے اس کا ہاتھ حرکت میں آیا ہو اور جیسے اسے' اس تک پہنچ کر' صرف اسے چھونا ہے۔ پھر یوں لگتا ہے جیسے اس کا ہاتھ اس کے اوپری ہونٹ پر چل رہا ہو۔ پھر نیچے سرکش تھوڑی تک اور نازک جبڑے کے کنارے آ گیا ہو۔ پھر ہاتھ اس کے مغرور گلے کے دائرے پر پھسلتا' اس کے توانا شانوں تک آیا ہو اور پھر اس کے بھاری سینے کے مدو جزر میں اٹک گیا ہو۔ نرم و نازک شکم کی گداز ہمواریت اور اس کے پیچوں بیچ بھنور کی سی کیفیت سے آگاہ ہوتا ہوا' اس کا ہاتھ مزید نیچے خطرناک رانوں' بے باک ٹانگوں کے درمیان پھسلتا' گھٹنوں' ٹخنوں سے ہوتا' فرش پر ٹکے پاؤں تک پہنچ گیا ہو۔ یہاں وہ اس کے لمس کے سحر سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کا ہاتھ فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے وہ فرش سے اپنی نگاہیں اٹھا کر' اس کی نظروں میں جھانکتا ہے۔

وہ کیا کہہ سکتا ہے؟ اور پھر اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے کہ وہ آج جاتی ہے یا کل' یا پھر اگلے ہفتے؟ اسے واپس جانا ہی ہے۔ اسے بھی آگے جانا ہے۔ وہ اس سے دور رہنا ہی تو سیکھ رہا ہے۔

پھر اسے امر کا خیال آتا ہے جو اسے اس سے دور کر رہا ہے۔ پُر اعتماد امر' جسے پتہ ہے کہ کس وقت' اسے کیا کرنا ہے چاہے وہ محبت کی خلوت گاہ ہو یا بازار کا ماحول۔ وہ اپنا کام بخوبی سمجھتا ہے۔ نوجوان مگر نامہربان امر۔ یہ کوئی عام سا مسئلہ یا جلن کا معاملہ نہیں' جسے شیو امر کے لیے محسوس کرتا ہے' نہ عمروں کے فرق کا مسئلہ ہے اور نہ ہی رقابت کا احساس۔ شیو تو خود کو خاصا پزل اس لیے بھی محسوس کرتا ہے کہ وہ مینا کی طرح' امر سے بھی خاصا متاثر ہو گیا ہے۔ امر کے کردار کے ہاتھوں جہاں وہ مسحور ہوا ہے' وہاں شاید کچھ خوفزدہ بھی ہے۔

شیو! بجھے بجھے باغیچے میں انتظار کر رہا ہے جبکہ مینا اپنا سامان پیک کر رہی ہے۔ سورج پوری آب و تاب سے عین سر کے اوپر چمک رہا ہے۔ حالانکہ دوپہر ہوئے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا ہے۔ وسط اکتوبر آ جانے کے باوجود' اتنا حبس ہے کہ زمین جھلستی محسوس ہوتی ہے۔

خاکستری کیڑے گھاس میں کلبلاتے پھر رہے ہیں۔ آندھی اور بارش کے مختصر سے وقفے کے بعد' دنیا پھر شاید گرمی کی لپیٹ میں ہے اور ہر ذی روح کو عاجز کر رہی ہے۔ اسے دروازے پر گھنٹی سنائی دیتی ہے۔ ابھی کچھ گھنٹے پہلے ایسا ہوا ہوتا تو وہ مینا کو کمرے سے نکلنے کی زحمت سے بچانے کے لیے تیزی سے دروازے کی جانب لپکتا۔ لیکن اس وقت حرکت میں آنا اور وہ بھی فوراً' اسے ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ اندر گھر میں جانا' امر اور مینا کی روانگی' الوداعی منظر کا سامنا کرنا۔ مستقبل قریب کا تصور' اگلے پندرہ منٹ روشنی کی رفتار سے گزر جاتے ہیں۔ البتہ حال کا ہر لمحہ بہت آہستگی سے گزر رہا ہے۔ اس ختم نہ ہوتے لمحے کے تسلسل کی قید سے شیو کو نکل آنا چاہیے۔ وہ اس لمحے میں' جو اس کے اور مینا کے درمیان دیوار بن رہا ہے' کیوں اٹکا ہوا ہے۔

''دیکھو! دنیا کے تھپڑ کس بری طرح میرے چہرے پر پڑ رہے ہیں۔''

لمحے بھر کو شیو' اپنے بلبلے کے اندر' باسو کا انجام' حیرت انگیز طور پر واضح دیکھتا ہے۔ اتنا واضح انجام کہ وہ اپنے پتا کے آخری دن کی تفصیلات بھی اتنی واضح طور پر اکٹھی نہیں کر سکا۔ شیو باسو کو دریا میں ایک تھکی ہاری آواز بانسری کی صورت میں دیکھتا ہے' ایک ایسی بانسری جو ابھی سانس لیتی ہے' مڑتی ہوئی' انتہائی آہستہ روی سے خم ہوتی' ہوائے شب جس میں سے گزرتے ہوئے سیٹی کی سی گونج پیدا کرتی ہے۔ دریا اس کے پاؤں سے سرگوشیاں کرتا ہے' باسو قدم آگے بڑھاتا ہے' سرد دریا اس کی پنڈلیوں کو اپنی گرفت میں لیتا ہے اور پھر اس کا بہاؤ اس کے گھٹنوں تک جا پہنچتا ہے۔ دریا کی لہراتی انگلیاں اس کی رانوں سے چھیڑ خانی کرتی' آگے کو بڑھتی ہیں...... آج میرا بدن گہنا رہا ہے' اے دریاؤں کے سنگم کے خدا! اس سے کیسے بچاؤ کروں۔ باسو قدم بقدم چلتا ہے' دریا کی آغوش کھلتی جاتی ہے' وہ باسو کو اپنے بازوؤں میں تھام لیتا ہے۔ آخری لحات کی آہیں اور کراہیں فضا میں گھلتی معدوم ہوتی جاتی ہیں۔ بالآخر یک جا ہونے کا وقت آن پہنچا۔ کبھی ختم نہ ہونے والے سوالات سے موعودہ نجات سے بغل گیر ہونے کی گھڑی آ گئی۔ دریا' دریا کی سرکش لہریں بھنور بن کر ابھرتی ہیں اور پھر دنیا' معلوم دنیا تحلیل ہوتی جاتی ہے۔

لیکن ایک اور شہر میں' ایک اور زمانے میں' شیو کے اردگرد کا سارا ماحول اسی طرح زندہ سلامت اور رنگارنگ ہے۔ ریکھا کا باغیچہ' کیمپس اور اس سے آگے کی دنیا' اپنے تمام تر ان

دیکھے غم اور خوشی' آسائشیں اور خطرات کے ذائقے سمیت رنگین اور بارونق ہے۔ اس روشن دوپہر میں ہر شے رواں دواں اور متحرک ہے۔ پرندروں کی چہکار کا شور' پتوں کی سرسراہٹ' چیونٹیوں اور کیڑے مکوڑوں کی زمین سے رسہ کشی اور اس پر بچھی گھاس کا بیچارگی میں ہلنا جلنا...... یہ سب شیو کو تحریک دیتے ہیں۔...... بنیادہی درخت کا منہ ہے۔ نیچے پانی ڈالتے رہو اور پھر دیکھو'اوپر درخت پر کیسی ہریالی آتی ہے۔ اسے بھی' بامقصد طریقے سے آگے بڑھتے' اس زبردست تحریک پسند گیند کا لازمی حصہ بن جانا چاہیے۔ تمام دوسری مخلوق کی طرح جو اپنے مقدر سے بالکل بے اعتناء اپنے اپنے کام میں جتی ہوئی ہے' اسے بھی حرکت میں آنا چاہئے۔ اپنی ناتوانی' بے دلی' ہچکچاہٹ سے پوری طرح پیچھا چھڑالینا چاہیئے۔

شیوانتہائی محتاط انداز میں قدم آگے بڑھاتا ہے۔ سر آگے کو جھکائے' جیسے طوفان خیز ہوا کے دباؤ سے بچتے ہوئے' اسے کسی پہاڑی پر چڑھنا مقصود ہو۔ مینا کے کمرے کا دروازہ بند ہے۔ امر اور مینا کی مانوس آوازیں کانوں میں پڑتی ہیں۔ مینا کی ڈرامائی غم زدہ اور پھر ایک زبردست قہقہہ۔

ایک گہرا سانس لیتے ہوئے شیو خمیدہ کمر کو سیدھا کرتا ہے۔ اس کی دستک کے ساتھ ہی بھنبھناہٹ تھم جاتی ہے۔ کمرے میں' مینا کے کمرے بلکہ ان کے کمرے میں مینا اور امر بستر پر بیٹھے شیو کے منتظر ہیں۔

شیو کے کمرے میں داخل ہوتے ہی امر احتراماً اٹھ کر' اس کا خیر مقدم کرتا ہے۔ وہ شیو کو سر کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ مینا کا چیمپئن بالکل نارمل ہے۔ الفاظ اور جذبات اس کی انگلیوں پر ناچتے ہیں۔ سلجھا ہوا سیاسی ذہن اور ضرورت پڑنے پر اچھا خاصا شریف۔ اچھی شکل وصورت' قد وقامت کا ہیرو۔

شیو ان سے نظریں ملائے بغیر' اس کے خیر مقدمی کلمات کا جواب دیتا ہے۔ اس کی آنکھیں کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف ہیں۔ عجیب خالی خالی ساغار۔ یہ نہ اب اس کی سٹڈی ہے اور نہ ہی مینا کا کمرہ۔ دیوار سے باہر کی' قبل از تاریخ کی دنیا سے بچاؤ کی کوئی جائے پناہ' کوئی جائے امن اب باقی نہیں رہی۔ پچھلے کچھ ہفتوں سے' یہ کمرہ' یہ گھر اس کی چیزوں سے' خود اس سے کتنا بھرا بھرا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اب کی اس نظروں کے سامنے کیا منظر ہے' اس کے پیٹ میں بل سے اٹھنے لگتے ہیں۔ ہر چیز' جس کا مینا سے تعلق تھا' ایک سوٹ کیس اور

پلاسٹک کے دوتھیلوں میں رکھا جا چکا ہے۔

''چلا جائے ؟'' امر شیو کی سمت کچھ جذباتی تاثرات اچھالتے ہوئے کہتا ہے۔ شاید مزید کچھ کہنے کواس کے پاس اب کچھ نہیں۔ امر اٹھ کر مینا کو اٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ ''تمھاری بیساکھی کہاں ہے؟'' وہ مینا سے پوچھتا ہے۔ ''بہتر ہوگا' اسے ساتھ لیتی چلو۔'' امر کے لہجے میں تحکم شیو بخوبی محسوس کر سکتا ہے۔ نہ جانے کیوں' اسے جھرجھری سی آ جاتی ہے۔

''مجھے نہیں چاہیے یہ۔'' وہ پلٹ کر امر کو جواب دیتی ہے۔ ''نفرت ہے مجھے اس سے' اور یہ تم ہوا کے گھوڑے پر کیوں سوار ہو؟'' امر' ایک دم بیٹھ جاتا ہے اور اپنی لمبی نروس انگلیوں سے میز کو بجانے لگتا ہے۔ ماحول پر ایک بے ہودہ سی خاموشی چھا جاتی ہے۔ ایک ایسا وقفہ' جس میں ہر فرد دوسرے کے پہلے بول اٹھنے کا منتظر ہو۔

امر بھی اسی بے چینی کا شکار ہے۔ اچانک وہ خود کو بے یقینی کی گرفت میں پاتا ہے۔ شیو اسے کھولتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ امر صرف ایک لڑکا ہی تو ہے۔ ناپختہ اور پریشان' اسے ابھی توانا اور طاقت ور بننا ہے۔ فی الحال وہ محض ایک لڑکا ہے اور اسے ان تمام بھول بھلیوں اور پیچ وخم سے گزرنا سیکھنا ہے جہاں سے ہر مرد کو گزرنا ہوتا ہے۔ کمرے میں شیو کی موجودگی کو یکسر بھول کر' امر' غصے اور التجا کی ملی جلی کیفیت اپنی آنکھوں میں لیے' مینا کی جانب دیکھتا ہے۔ ''منظر کار میں ہے'' وہ کہتا ہے۔ ''میں نے اسے وہیں انتظار کرنے کو کہا تھا۔ میں نے تمھیں بتایا تھا نا' اسے چند گھنٹوں بعد' یہ کار اپنے بھائی کو لوٹانی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' مینا مان جاتی ہے۔ اگرچہ اس کے الفاظ اور اس کی آنکھوں میں موجود چیلنج میں قطعی کوئی مطابقت نہیں۔ ''تم میرا بیگ کارتک لے چلو اور میرا انتظار کرو۔ میں ایک منٹ میں آتی ہوں......شیو کارتک میری مدد کریں گے۔''

امر کی بھنوئیں لمحے بھر اوپر اٹھتی ہیں۔ وہ کوئی اوٹ پٹانگ فقرہ کہنا چاہتا ہے مگر اسے ہونٹوں پر پھسلنے سے پہلے ہی روک لیتا ہے۔ کندھے اچکا کر' وہ اٹھتا ہے۔ سوٹ کیس اپنے ایک ہاتھ میں اور دونوں پلاسٹک بیگ دوسرے ہاتھ میں لیے' شیو سے کچھ بھی کہے بغیر' کمرے سے نکل جاتا ہے۔

مینا اور شیو دونوں ایک دوسرے کے غصے اور تلملاہٹ کو سمجھتے ہیں۔ پھر وہ ایک سرد آہ

MashalBooks.org

لیتے ہوئے بستر سے اٹھتی ہے۔ ''ممکن ہے مجھے بیساکھی کی ضرورت پڑے۔'' وہ کھڑے ہوکر کہتی ہے۔ اس کی آواز میں آہستگی اور خوابیدگی کی کیفیت ہے' جیسے وہ ابھی ابھی سوکر اٹھی ہو۔ اس کا سارا اعتماد اور فطری چیلنج...... جو اس کی طبیعت کا خاصا ہیں...... لگتا ہے' اس گھڑی اس کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔

''ٹھہرو۔'' شیو کہتا ہے۔ وہ اپنے پتا کی چھڑی کے پاس پہنچ کر...... ٹھہر جاتا ہے۔ مینا جتنے دن اور راتیں یہاں رہی' یہ چھڑی' اس کی ہی نہیں' ان دونوں کی نگہبان رہی۔

''یہ تو تمہارے پتا کی چھڑی ہے...... ہے نا؟'' وہ شیو سے پوچھتی ہے۔ وہ چھڑی کے دستے کو مضبوطی سے تھام لیتی ہے۔ ''میں اسے بڑی احتیاط سے استعمال کروں گی۔''

''میں جانتا ہوں' تم ایسا ہی کرو گی۔'' وہ جواب دیتا ہے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ آپس میں سرگوشیاں کیوں کر رہے ہیں۔ وہ چھڑی کے سہارے جھک کر اس کے قریب آجاتی ہے۔ پھر رکتی ہے۔ ان کے چہروں میں محض چند انچ کا فاصلہ ہے۔ پھر وہ ذرا پیچھے ہٹ کر' شاید ممتا کے سے جذبے سے سرشار اس کے گال کو پیار سے تھپتھپاتی ہے۔

''میرے ساتھ نہ آؤ۔'' وہ سرگوشی کرتی ہے۔ ''میں خود ہی چلی جاؤں گی۔''

وہ اثبات میں سر ہلاتا ہے۔

وہ لنگڑاتی ہوئی' اس کے پاس سے گزر کر' کمرے سے باہر چلی جاتی ہے۔

وہ اپنے پتا جی کی چھڑی' اس وقت مینا کی چھڑی۔ کی آواز گھر سے باہر جاتے سن رہا ہے اور پھر اس کے پیچھے دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

MashalBooks.org

MashalBooks.org

MashalBooks.org